سبق ۱	حمد

شاعر کا تعارف: مظفر وارثی (۱۹۳۳ء-۲۰۱۱ء)

محمد مظفر الدین احمد صدیقی، جو اپنے قلمی نام مظفر وارثی کے نام سے معروف ہوئے، کی جائے ولادت، مردم خیز خطہ ''میرٹھ'' (یو۔ پی) ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم میرٹھ ہی میں حاصل کی۔ پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو وہ بھی اپنے خاندان کے ہم راہ کراچی آ گئے، جہاں اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔

مظفر وارثی ابتدائے عمر ہی سے بڑے ذہین و فطین تھے۔ ۱۹۵۰ء میں باقاعدہ شاعری کا آغاز کیا جو تادمِ واپسیں جاری رہا۔ اصنافِ نظم میں اُنھوں نے تقریباً تمام مروجہ اصنافِ نظم: حمد، نعت، سلام، گیت، رُباعی، قطعہ وغیرہ میں طبع آزمائی کی اور ہر جگہ اپنی ذہانت و فطانت کا لوہا منوایا تاہم حمد و نعت پر توجہ مرکوز رہی اور یہی دو اصنافِ سخن ان کی شناخت اور وجۂ شہرت قرار پائیں۔ حمد میں ان کی حمد ''اے خدا، اے خدا'' اور ''وہی خدا ہے'' اور نعت میں ''میرا پیمبر عظیم تر ہے'' زبان زدِ خاص و عام ہے۔

اُن کی شاعری کے مجموعوں میں: ''بابِ حرم، لہجہ، نورِ ازل، الحمد، کعبۂ عشق، لاشریک، دل سے درِ نبی تک اور میرے اچھے رسول'' شامل ہیں۔ اُن کی تمام شاعری ''کلیاتِ مظفر وارثی'' کی صورت میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ حکومتِ پاکستان نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں اُنھیں ۱۹۸۸ء میں ''پرائیڈ آف پرفارمنس'' سے نوازا۔

مظفر وارثی کو اُردو کی موضوعاتی شاعری میں ایک اہم مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ اُنھوں نے بالخصوص اُردو حمد و نعت کو ایک نئی جہت دی۔ فکری اور فنی ہر دو اعتبار سے اُن کی تمام حمدوں اور نعتوں کا ایک ایک شعر موتیوں کی طرح لڑی میں پرویا ہوا لگتا ہے۔ شاملِ کتاب حمد: ''یہ زمیں یہ فلک، ان سے آگے تلک .... اے خدا اے خدا'' میں مظفر وارثی نے جس انداز میں باری تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے ایک ایک پہلو اور کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو ثابت کیا ہے، وہ انھی کا خاصہ ہے۔ مزید برآں کئی معروف گلوکاروں نے اس حمد کو اپنی دل آویز آواز میں جس طرح پیش کیا ہے، اس کی وجہ سے یہ حمد ہر پڑھے لکھے شخص کی زبان پر جاری ہے۔

مرکزی خیال

اس حمد میں شاعر مظفر وارثی اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے خدا! چاہے زمین ہو یا آسمان تُو ہر جگہ موجود ہے۔ چاند ستاروں سے بھی آگے بہت سے جہان ہیں جہاں تیرا ہی حکم چلتا ہے۔ اس کائنات کی ہر شے تیری حمد و ثنا میں مصروف ہے۔ میری التجا ہے کہ تُو نے مجھے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے تو مجھے قبول بھی کر لے۔

خلاصہ

اے خدا! زمین و آسمان بلکہ اس سے آگے بھی جتنی اور دُنیائیں ہیں ان سب میں تیری ہی جھلک ملتی ہے۔ ہر روشن صبح ایک نئے رنگ اور ڈھنگ سے طلوع ہوتی ہے۔ جنگلوں تک میں پتھروں کے سینوں سے سبزہ اور پھول پھوٹتے ہیں۔ تُو ہی سب کا راہ نما ہے۔ تیری ثنا سے پورا جہان گونجتا ہے۔ جس نے تجھے ڈھونڈا تُو اُس تک پہنچ گیا۔ ہر ستارے میں اِک جہاں آباد ہے۔ چاند، سورج تیری روشنی کی گواہی ہیں۔ تُو نے پتھروں تک کو زبان عطا کی ہے۔ آدمی ہو یا جانور تُو نے سب کو قوتِ گویائی عطا کی ہے۔ مجھے آدمیت کا درجہ دے کر دُنیا پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ اب مجھے بے لوث شوقِ سجدہ عطا کر کہ تیری چوکھٹ پر میرا سر جھکا رہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی
فلک	آسمان
جھلک	تجلی۔نور۔جلوہ
سحر پھوٹنا	صبح کا طلوع ہونا
سبزہ	گھاس۔ہریالی
گل	پھول
سینہ سنگ	پتھر کا سینہ
آہنگ	آواز
جستجو	کوشش کرنا

الفاظ	معانی
دنیائیں	تمام جہان
جدا	الگ۔نرالا
گونجنا	آواز سنائی دینا
آباد	پُر رونق جگہ
راہنما	راہ دکھانے والا
حمد و ثنا	اللہ کی تعریف
منصب آدمیت	آدمی ہونے کا مرتبہ
--	--

الفاظ	معانی
شوقِ سجدہ	اللہ کو سجدہ کرنا
دہلیز	چوکھٹ
عطا	انعام۔بخشش
سونپ کر	حوالے کرنا
خلافت	جانشینی
خم رہنا	جھکے رہنا
التجا	گزارش۔عرض
--	--

اشعار کی تشریح

بند 1:

یہ زمیں، یہ فلک، اِن سے آگے تلک
جتنی دُنیائیں ہیں، سب میں تیری جھلک
سب سے لیکن جُدا، اے خُدا!، اے خُدا!

تشریح: اے خدا! یہ زمین و آسمان بلکہ اِن سے آگے بھی جتنے جہان ہیں ان سب میں تیرا نور سب سے الگ ہی انداز میں جھلک رہا ہے۔ اے خدا! تُو صرف اس زمین اور آسمان کا ہی مالک نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی جتنی دُنیائیں ہیں اُن سب اَن دیکھی دُنیاؤں سے ہم تو واقف نہیں مگر تُو اُن سب کا بھی خدا ہے۔ دوسری دنیاؤں کی ساخت ہمیں معلوم نہیں مگر ان میں بھی تیرا حکم چلتا ہے۔ اے خدا! تُو سب سے جدا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

بند 2:

ہر سحر پھوٹتی ہے نئے رنگ سے
سبزہ و گل کھلیں سینۂ سنگ سے
گونجتا ہے جہاں تیرے آہنگ سے
جس نے کی جستجو، مِل گیا اُس کو تُو
سب کا تُو رہ نما، اے خُدا!، اے خُدا!

تشریح: اس بند میں شاعر اللہ کی صناعی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے خدا! ہر صبح ہر روز ایک نئے رنگ اور نئے ڈھنگ سے طلوع ہوتی ہے۔ پتھروں کے سینے سے صرف سبزہ یا گھاس ہی نہیں بلکہ پھول بھی کھلتے ہیں۔ تیری آواز سے یعنی تیرے حکم سے پورا جہان گونجتا ہے۔ شاعر یہاں دراصل مؤذن کی اذان کے بارے میں ذکر کرتا ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کے حکم کی آواز گونجتی ہے۔ جو بھی تیری تلاش میں نکلتا ہے اور تجھے پانے کی خواہش رکھتا ہے تُو اسے مِل جاتا ہے۔ بھولے بھٹکے اور گناہ گار ہر انسان کا بس تُو ہی راہ نما ہے اے خدا!

www.ilmkidunya.com

بند 3:

ہر ستارے میں آباد ہے اِک جہاں
چاند سورج تیری روشنی کے نشاں
پتھروں کو بھی تُو نے عطا کی زباں
جانور، آدمی کر رہے ہیں سبھی
تیری حمد و ثنا، اے خُدا !، اے خُدا!

تشریح: اس بند میں شاعر اللہ کی مختلف تخلیقات کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ستارے جو ہمیں دور سے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں دراصل یہ بہت بڑے ہیں حتیٰ کہ اُن کے اندر بھی ایک منفرد جہاں آباد ہے۔ اس دنیا میں پھیلے چانداور سورج بھی تیری روشنی کے نشان ہیں جس میں تیری تجلی دکھائی دیتی ہے۔ اجرامِ فلکی سے بھی میرے خدا تیری ہی تجلی کا پتہ ملتا ہے۔ پتھروں تک کو بھی تُو نے زباں عطا کی ہے۔ کیا آدمی اور کیا جانور سب ہی تیری تعریف میں مگن اور مصروف ہیں اے خدا!

بند 4:

سونپ کر منصب آدمیت مجھے
تُو نے بخشی ہے اپنی خلافت مجھے
شوقِ سجدہ بھی کر اب عنایت مجھے
خم رہے میرا سر، تیری دہلیز پر
ہے یہی اِلتجا، اے خُدا !، اے خُدا!

تشریح: اس بند میں شاعر کہتا ہے کہ اے خدا! تُو نے مجھے آدمی ہونے کا بہترین منصب عطا کر کے زمین پر مجھے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا تا کہ میں تیرے حکم کی پیروی کر سکوں۔ جہاں تُو نے مجھے اتنی رحمتوں سے نوازا ہے وہیں ایک اور عنایت بھی عطا فرما تا کہ میں تیری عبادت میں لُطف حاصل کر سکوں۔ میری یہی تمنا ہے کہ ہر وقت تیری دہلیز پر میں سجدہ ریز رہوں۔ میں اپنی ہر تمنا پوری کرنے کے لیے تیری چوکھٹ پر ہی سر جھکاؤں اے خدا! اور تیرے ہر حکم کو احسن طریقے سے بجالاؤں۔

مشق

ا۔ حمد کے متن کے مطابق لفظ لے کر مصرعے مکمل کریں۔

(الف) گونجتا ہے جہاں تیرے ______ سے
(ب) ہر ستارے میں آباد ہے اک ______
(ج) پتھروں کو بھی تُو نے عطا کی ______
(د) سونپ کر منصبِ ______ مجھے
(ہ) شوق سجدہ بھی کر اب ______ مجھے

جواب

(الف)	آہنگ	(ب)	جہاں	(ج)	زباں	(د)	آدمیت	(ہ)	عنایت

www.ilmkidunya.com

۲۔ حمد کے متن سے متعلق نیچے دیے ہوئے سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

(الف) شاعر کے نزدیک ہر سحر کس رنگ میں پھوٹتی ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک ہر سحر ایک نئے ہی رنگ میں پھوٹتی ہے۔

(ب) یہ جہاں ہر دم کس کے آہنگ سے گونجتا ہے؟

جواب: یہ جہاں ہر دم اللہ کے آہنگ سے گونجتا ہے۔ شاعر کا مطلب ہے کہ اس دنیا میں ہر کام اللہ کے حکم اور ارادے سے طے پاتا ہے۔

(ج) حیوانات و جمادات کس کی حمد و ثنا کرتے ہیں؟

جواب: اس دنیا میں موجود ہر شے حتیٰ کہ حیوانات و جمادات تک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

(د) اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کا منصب کسے عطا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کا منصب انسان کو عطا کیا ہے۔

(ہ) شاعر باری تعالیٰ سے شوقِ سجدہ کا طلب گار کیوں ہے؟

جواب: شاعر کہتا ہے کہ آدمیت کا منصب عطا کر کے مجھے خلیفہ تو بنا دیا اب مجھے شوقِ سجدہ بھی عطا کرتا کہ میں اپنے فرض میں سُرخرو ہوسکوں۔

۳۔ ''حمد'' کے متن سے متعلق کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
سینۂ	گل
زمیں	سنگ
سبزۂ	فلک
چاند	آدمیت
منصبِ	سجدہ
شوقِ	سورج

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
سینۂ	سنگ
زمیں	فلک
سبزۂ	گل
چاند	سورج
منصبِ	آدمیت
شوقِ	سجدہ

www.ilmkidunya.com

۴۔ اِعراب لگا کر درست تلفظ واضح کریں۔

فلک سحر جستجو خلافت آدمیت منصب شوق سجدہ سبزہ وگل

جواب: فَلَک سَحَر جُستجُو خِلافت آدمِیّت مَنصَب شوقِ سَجدہ سبزہ وگُل

اصنافِ نظم بلحاظ موضوع:

حمد: حمد سے ایسی نظم یا اشعار مراد لیے جاتے ہیں جن میں خدائے بزرگ و برتر کی تعریف وثنا بیان کی گئی ہو۔

مُناجات: مُناجات اُردو شعری اصطلاح میں ایسی نظم کو کہتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ ساتھ اپنا عجز وانکسار ظاہر کر کے دُعا اور التجا کی جائے۔ حمد اور مُناجات میں فرق یہ ہے کہ حمد میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے جب کہ مُناجات میں بندہ اپنے پروردگار سے کچھ طلب کرتا ہے۔

نعت: لفظ ''نعت'' کے لغوی معنی تو تعریف کرنا کے ہیں لیکن شعری اصطلاح میں یہ لفظ رسولِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف کے لے وقف ہو چکا ہے۔ تاریخی اعتبار سے نعت کا آغاز رسولِ کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہو گیا تھا۔ اس حوالے سے حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن زبیرؓ اور دیگر کئی صحابہ کرامؓ معروف ہیں اور یہ سلسلہ آج تک پورے تُزک واحتشام کے ساتھ جاری وساری ہے۔

منقبت: لفظ ''منقبت'' کے لغوی معنی تعریف، توصیف، صفت وثنا، خاندانی فضیلت و برتری یا ہنر اور بڑائی کے ہیں۔ اصطلاحِ شعر میں منقبت سے مراد ایسی نظم ہے جس میں صحابہ کرامؓ، ائمہ معصومینؑ، اولیائے عظامؒ اور بزرگانِ دین کے اوصاف بیان کیے جائیں۔

۵۔ کتاب میں شامل حمد کی روشنی میں حمد اور مُناجات میں فرق واضح کریں۔

جواب:

حمد	مناجات
حمد ایسی نظم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور توصیف بیان کی جائے۔	مناجات دعاؤں کو کہتے ہیں یعنی ایسی نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ ساتھ اپنی دعائیں بھی مانگی جائیں۔

نظم کا مرکزی خیال:

کسی بھی نظم کے لُبِ لباب کو اس کا مرکزی خیال کہتے ہیں۔ مرکزی خیال عموماً تین چار سطروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

شاملِ کتاب ''حمد'' کا مرکزی خیال:

شاعر اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ! زمین ہو یا آسمان تُو ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود ہے۔ بلاشبہ جو شخص خلوصِ دل سے تجھے ڈھونڈتا ہے، پا لیتا ہے۔ یہ کائنات تیری تخلیق ہے اس لیے ہر شے اپنی زبانِ حال سے تیری ثنا کرتی نظر آتی ہے۔ میری التجا ہے کہ جہاں تُو نے انسان کو اپنی خلافت عطا کی ہے وہاں مجھے بھی شوقِ سجدہ عطا کر!

۶۔ سکول لائبریری سے مظفر وارثی کی کلیات حاصل کر کے یا انٹرنیٹ کی مدد سے مظفر وارثی کی کوئی اور حمد لیں اور اُس کا مطالعہ کر کے مرکزی خیال لکھیں۔

سرگرمیاں:

- مظفر وارثی کے علاوہ کسی اور شاعر کی حمد تلاش کریں اور اسے اپنی کاپی میں لکھیں۔
- تمام طلبہ گروپ کی صورت میں اس حمد کی درست آہنگ کے ساتھ بلند خوانی کریں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ حمد اور مناجات میں کیا فرق ہے۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو مظفر وارثی کے بارے میں بتائیں اور اُن پر واضح کریں کہ اُردو حمدیہ و نعتیہ شاعری میں اُن کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کو حمدیہ شاعری کی روایت کے بارے میں بھی بتائیں۔

۴۔ اساتذہ طلبہ پر ''جس نے کی جستجو، مل گیا اُس کو تُو'' کا مفہوم واضح کریں۔

۵۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ ستارے اور سیارے میں کیا فرق ہے۔ سورج ایک ستارہ اور زمین ایک سیارہ ہے اور اس نظام کو خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

اضافی معروضی سوالات

(1) فلک کا متضاد ہے:

(الف) جھلک (ب) آسمان (ج) زمین ✓ (د) عرش

(2) اس خوب صورت ''حمد'' کے شاعر ہیں جناب:

(الف) علامہ اقبالؒ (ب) سلیمان ندوی (ج) مولانا حالیؔ ✓ (د) مظفؔر وارثی ✓

(3) ہر سحر پھوٹتی ہے نئے ________ سے:

(الف) سنگ (ب) ملنگ (ج) رنگ (د) فرہنگ

(4) چھپ کے کون بیٹھا ہوا ہے؟

(الف) پرندہ (ب) انسان (ج) چرند (د) اللہ تعالیٰ ✓

(5) شاعر کو اللہ تعالیٰ نے اعزاز سونپا ہے:

(الف) غنیمت کا (ب) آدمیت کا ✓ (ج) دولت کا (د) حکومت کا

(6) اللہ تعالیٰ نے شاعر کو بخش دی ہے:

(الف) اپنی رحمت (ب) اپنی سخاوت (ج) اپنی خلافت ✓ (د) اپنی کرامت

(7) اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے کائنات کی ہر:

(الف) چڑیا (ب) عورت (ج) ماں (د) ہر شے ✓

(8) ہر ستارے میں آباد ہے اِک ________:

(الف) چاند (ب) انسان (ج) جہاں ✓ (د) سورج

www.ilmkidunya.com

(9) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہے اپنا:

(الف) مہمان (ب) خلیفہ ✓ (ج) بندہ (د) فرماں روا

(10) اللہ تعالیٰ نے پتھروں کو بھی عطا کی ہے:

(الف) فغاں (ب) رُواں (ج) زباں ✓ (د) گماں

(11) تیری دہلیز پر خم رہے میرا:

(الف) بازو (ب) دل (ج) جذبہ (د) سر ✓

(12) چاند اور سورج بھی اللہ کی روشنی کے ہیں:

(الف) جہاں (ب) زباں (ج) نشاں ✓ (د) رواں

جواب

(1)	(ج)	(2)	(د)	(3)	(ج)	(4)	(د)	(5)	(د)
(6)	(ج)	(7)	(د)	(8)	(الف)	(9)	(ب)	(10)	(ج)
(11)	(د)	(12)	(ج)	--	--	--	--	--	--

اضافی مختصر سوالات

(1) مظفر وارثی کا اصل نام کیا تھا؟

جواب: مظفر وارثی کا اصل نام محمد مظفر الدین صدیقی تھا۔

(2) مظفر وارثی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: مظفر وارثی ۱۹۳۳ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔

(3) مظفر وارثی کا ادبی ذوق کس طرح پروان چڑھا؟

جواب: مظفر وارثی کا تعلق علمی اور ادبی گھرانے سے تھا۔ خاندانی ماحول کی وجہ سے ان کا ادبی ذوق پروان چڑھا۔

(4) مظفر وارثی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کس صنف سے کیا؟

جواب: مظفر وارثی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز غزل سے کیا۔

(5) مظفر وارثی کی شاعری میں ہمیں کون اہم موضوعات ملتے ہیں؟

جواب: مظفر وارثی کی شاعری کے اہم موضوعات میں رومانویت، سماج اور مذہب شامل ہیں۔

(6) مظفر وارثی نے کس صنف میں سب سے زیادہ لکھا؟

جواب: مظفر وارثی نے سب سے زیادہ توجہ حمد و نعت پر مرکوز کی۔

(7) مظفر وارثی کو حکومتی سطح پر کون سا اعزاز دیا گیا؟

جواب: مظفر وارثی کی ادبی خدمات پر حکومتی سطح پر انھیں ۱۹۸۸ء میں "تمغائے حسن کارکردگی" دیا گیا۔

www.ilmkidunya.com

(8) اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ملتا ہے؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کی جستجو کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ مل جاتا ہے۔

(9) شاعر نے حمد میں کیا التجا کی ہے؟

جواب: شاعر نے حمد میں التجا کی ہے کہ اس کا سر اللہ تعالیٰ کی دہلیز پر جھکا رہے۔

(10) اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کسے عطا کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بشر کو اپنی خلافت عطا کی ہے۔

(11) شاملِ نصاب "حمد" کس کتاب سے لی گئی ہے؟

جواب: شاملِ نصاب "حمد" مظفر وارثی کی کتاب "بابِ حرم" سے لی گئی ہے۔

(12) حمد کس نظم کو کہتے ہیں؟

جواب: ایسی نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے اسے حمد کہتے ہیں۔

(13) پورا جہان کس سے گونجتا ہے؟

جواب: پورا جہان اللہ تعالیٰ کے آہنگ سے گونجتا ہے۔

(14) زمین و آسمان اور پوری کائنات میں کس کی جھلک دکھائی دیتی ہے؟

جواب: زمین و آسمان اور پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

(15) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ کیوں بنایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ انسان کو اپنا خلیفہ اس لیے بنایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اسے منصبِ آدمیت عطا کیا گیا ہے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۲ — نعت

شاعر کا تعارف: مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء-۱۹۵۶ء)

وزیر آباد سے بجانب سیال کوٹ تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں "کرم آباد" آتا ہے۔ چودھری کرم الٰہی، مولانا ظفر علی خاں کے دادا کا نام تھا اور "کرم آباد" بھی اُنھی کے نام سے منسوب ہے۔ کرم آباد کے قریب ہی ایک چھوٹے سے گاؤں کا نام "کوٹ مہرتھ" ہے جو مولانا ظفر علی خاں کی جائے ولادت ہے۔ ان کے والد کا نام چودھری سراج الدین احمد تھا جو محکمہ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مشن ہائی سکول وزیر آباد، میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول پٹیالہ اور گریجویشن ایم اے او کالج علی گڑھ سے کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ریاست جموں و کشمیر کے محکمہ ڈاک میں ملازمت اختیار کر لی مگر جلد ہی اس ملازمت کو خیر آباد کہا اور حیدر آباد (دکن) میں ملازمت حاصل کر لی۔ سراج الدین احمد ملازمت سے سبک دوش ہو کر کرم آباد میں مستقل طور پر آ گئے تو اُنھوں نے ایک انوکھے کام کا آغاز کیا اور اُردو زبان میں اخبار "زمیندار" نکالنا شروع کیا جسے وہ گردونواح کے زمینداروں کی رہنمائی کے لیے اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے اور اُن کے ڈیروں پر پہنچاتے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں حیدر آباد (دکن) سے ترکِ ملازمت کر کے کرم آباد آ گئے اور بڑی تن دہی سے اُن کا ہاتھ بٹانے لگے۔ کچھ ہی عرصے بعد وہ "زمیندار" کو لے کر لاہور آ گئے اور اخبار چھاپ کر شائع کرنے لگے۔ بہت کم عرصے میں چاروں طرف "زمیندار" کا چرچا ہو گیا اور عوام نے مولانا ظفر علی خاں کو "بابائے صحافت" کا لقب دیا۔

مولانا ظفر علی خاں بیک وقت ایک قادر الکلام شاعر، شعلہ بیان مقرر، صاحبِ طرز انشا پرداز، بے باک صحافی، بہترین مترجم اور ایک دلیر سیاست دان ہونے کی حیرت انگیز مثال تھے۔

ہر چند مولانا کی اکثر و بیشتر شاعری ہنگامی صورتِ حال کا تقاضا ہے تاہم اُنھوں نے حمد و نعت میں وہ مقام پیدا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ اچھی نعت وہی شاعر لکھتا ہے جس کے دل میں رسولِ کریم خاتم النبیین ﷺ کی محبت کا جذبہ موجزن ہو۔ اس لحاظ سے مولانا ظفر علی خاں کی نعت گوئی خلوص، عقیدت، جدتِ طبع اور قدرتِ بیان کا حسین امتزاج ہے اور انھی خوبیوں کی بنا پر شاملِ کتاب نعت زبان زدِ خاص و عام ہے۔

مرکزی خیال

اس خوب صورت نعت کا مرکزی خیال یہ ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہی اس کائنات کا نورِ اوّلین ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ جہانوں کی تخلیق کی وجہ ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ سوئی ہوئی قوم اور بے کسوں کے نجات دہندہ ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی نظیر نہیں ملتی۔ بلاشبہ آپ خاتم النبیین ﷺ بے مثال ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ہی صرف اور صرف رحمۃ اللعالمین ہیں۔

خلاصہ

یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہمارے دل میں صرف اور صرف آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت کی تمنا ہے اور اسی محبت کی وجہ سے یہ دل زندہ ہے۔ جب آپ خاتم النبیین ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے سب کو زندگی کے جینے کا شعور دیا، یہ بتایا کہ اس دنیا کا خالق اور مالک کون ہے؟ خدائے بزرگ و برتر نے اس کائنات کی ہر شے نہ صرف آپ خاتم النبیین ﷺ کے لیے تخلیق فرمائی بلکہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو سب جہانوں کے لیے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا۔ اگر اس دنیا میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی تشریف آوری نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس دنیا کا نورِ اوّلین کا سہرا آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کے سر جاتا ہے۔ عرشِ الٰہی کی حقیقتوں سے بھی صرف آپ

www.ilmkidunya.com

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم ہی واقف ہیں۔حتیٰ کہ جہاں حضرت جبریلؑ کے پَر جلتے ہیں اس سے آگے تک آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی پہنچ ہے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم مجبوروں، یتیموں، بے کسوں، غریبوں اور دُکھیوں کے والی ہیں۔اُن کی دست گیری فرماتے ہیں۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم ہی کی ذات رحمتِ دو جہاں ہے اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کے جیسا اور کوئی نہیں۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم بے نظیر ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تمنا	خواہش۔آرزو	بسنا	آباد ہونا	شبِ تار	تاریک رات
نورِ اوّلیں	پہلا نور	غایت	مقصد	شناسا	واقف
اُجالا	روشنی	اوّلی	اوّلین	تھام لیا	سہارا دیا
تاج دار	بادشاہ	یثرب	مدینے کا پرانا نام	بطحا	مکہ کی وادی
رحمتِ دو جہاں	دو جہانوں کے لیے رحمت مراد نبی کریمؐ				
الست	قرآن کی وہ آیت جس میں روزِ ازل کو جب اللہ نے سب روحوں سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں تو سب نے ایک ہی جواب دیا کہ بے شک تُو ہی ہمارا رب ہے۔				

اشعار کی تشریح

شعر 1:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھیں تو ہو

تشریح: شاعر مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم ہمارے دلوں میں جو سب سے بڑی خواہش اور تمنا ہے وہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی ذاتِ بابرکت سے محبت ہے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی محبت و اطاعت ہی سب سے بڑا سرمایہ ہے۔حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم نے خود فرمایا کہ جب تک تمھارے دل میں میری محبت تمھاری جان، مال، آبرو، اولاد اور والدین سے بڑھ کر نہ ہو تم مومن نہیں ہو سکتے۔شاعر مزید کہتے ہیں کہ ہم جس دنیا میں جی رہے ہیں وہ دنیا بھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کے دم قدم سے آباد ہے۔رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم سے محبت ہی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔دینِ حق کی پہلی شرط ہی اُسوۂ حسنہ پر چلنا ہے۔اگر اسی میں خلوص اور تابعداری نہ ہو تو وہ دل زندہ نہیں بلکہ مُردہ ہے۔

شعر 2:

پھُوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اوّلیں کا اُجالا تمھیں تو ہو

تشریح: اس شعر میں شاعر عالموں کو تخلیق کرنے سے پہلے عالمِ ارواح میں انسانوں کا اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی الوہیت، ربوبیت اور توحید کے اقرار کا ذکر کرتا ہے۔سب سے پہلا نور جو ''الست'' کی تاریکی یعنی اندھیرے سے پھُوٹا آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم اس نور کی پہلی کرن ہیں۔قرآن میں روزِ اوّل کے قول و قرار کا ذکر آیا ہے۔حدیث میں ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے۔شاعر کہتا ہے کہ اللہ نے پہلے ایک نور پیدا کیا، پھر فرشتے اور روحیں ایک ہی روز پیدا کیں پھر ان سے پوچھا: ''کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے جواب دیا کہ ''ہاں کیوں نہیں آپ ہی ہمارے ربّ ہیں''۔

www.ilmkidunya.com

شعر 3:

سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غائتوں کی غایتِ اولیٰ تمھیں تو ہو

تشریح: اس کائنات کی ہر شے بلاشبہ خدا نے اپنے محبوب نبی کریم حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے لیے پیدا کی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس خوب صورت کائنات اور دنیا کی تخلیق کا مقصد آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ گرامی کی تخلیق تھا۔ شاعر کہتا ہے کہ دنیا کے بنانے کے ہر مقصد کا مقصود آپ خاتم النبیین ﷺ کی ہستی ہے۔ یعنی شاعر کہنا چاہتا ہے کہ اگر آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات نہ ہوتی تو نہ اس دُنیا کے رنگ ہوتے اور نہ گل وگلزار اور آپ خاتم النبیین ﷺ کا وجود ہی کائنات کی وجہ تخلیق ہے۔

شعر 4:

جلتے ہیں جبرئیل کے پَر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمھیں تو ہو

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ جب رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو جس مقام پر حضرت جبریلؑ کے پَر بھی جلنے لگتے ہیں اور اُنھوں نے بھی آگے ربّ تعالیٰ تک جانے سے انکار کر دیا۔ اس جگہ اور اس کی حقیقتوں سے آپ خاتم النبیین ﷺ واقف ہیں۔ جب ساتویں آسمان تک جبریلؑ آپ خاتم النبیین ﷺ کو لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچے تو کہنے لگے: "اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ یہ میرا آخری مقام ہے اس سے آگے جاؤں گا تو میرے پَر جل جائیں گے۔" چناں چہ وہاں سے جناب رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ تنہا ہی سفر پر روانہ ہوئے۔

شعر 5:

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمھیں تو ہو

تشریح: حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے جہالت کی پستیوں میں گری ہوئی قوم کو سہارا دیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے یتیموں، بے کسوں اور بیواؤں کی امداد فرمائی۔ عرب کے جاہل معاشرے میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے عورتوں کو عزت دلوائی، حقوق دلوائے اور غریبوں کی دست گیری کی۔ شاعر رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے مکہ اور مدینہ کے تاجدار اگر آپ خاتم النبیین ﷺ نہ ہوتے تو فقیروں اور یتیموں کو کون پوچھتا۔ وہ قوم جو اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے پستیوں میں گر رہی تھی آپ خاتم النبیین ﷺ نہ ہوتے تو اس قوم کو کون تھامتا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے آکر اندھیرے مٹا دیے اور چاروں طرف روشنی کا نور پھیل گیا۔

شعر 6:

دنیا میں رحمتِ دو جہاںؐ اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیں تو ہو

تشریح: اس شعر میں شاعر مولانا ظفر علی خان کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو دو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی خاتم النبیین ﷺ کی ذات کو دو جہانوں کے لیے رحمت قرار دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ پوری دنیا اور کسی اور قوم میں یہ مثال نہیں ملتی کہ دونوں جہانوں یعنی اس دنیا اور اگلی دنیا کے لیے بھی صرف اور صرف آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات ہی رحمت کہلائی۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کی پوری زندگی عفو و درگزر کا نمونہ ہے۔ جب آپ خاتم النبیین ﷺ حق کا پیغام لے کر طائف گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے بدسلوکی کی حتیٰ کہ پتھر تک مارے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کا لہو نکل آیا مگر پھر بھی آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کے حق میں بددعا نہیں کی بلکہ معاف فرما دیا۔ اتنے کرم کی مثال کسی اور ہستی سے نہیں ملتی۔

www.ilmkidunya.com

مشق

۱۔ شاملِ کتاب نعت کے متن کے مطابق مناسب لفظ لگا کر مصرعے مکمل کریں۔

(الف) دل جس سے زندہ ہے وہ ____ تمھیں تو ہو

(ب) سب غایتوں کی ____ تمھیں تو ہو

(ج) جلتے ہیں ____ کے پَر جس مقام پر

(د) اس ____ کا اُجالا تمھیں تو ہو

(ہ) دنیا میں ____ اور کون ہے

جواب

(الف)	تمنا	(ب)	غایتِ اولیٰ	(ج)	جبریلؑ	(د)	نورِ اولیں	(ہ)	رحمتِ دو جہاں

۲۔ شامل کتاب نعت کے متن سے متعلق نیچے دیے ہوئے سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

(الف) سینۂ شبِ تارِ الست سے کیا پھوٹا؟

جواب: سینۂ شبِ تارِ الست سے اس کائنات کا سب سے پہلا نور پھوٹا تھا۔

(ب) شاعر کے نزدیک اس کائنات میں سب کچھ کس کے واسطے پیدا کیا گیا؟

جواب: شاعر کے نزدیک اس کائنات میں سب کچھ حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے واسطے پیدا کیا گیا۔

(ج) ''جلتے ہیں جبریلؑ کے پر کس مقام پر'' کی وضاحت واقعۂ معراج کی روشنی میں کریں۔

جواب: جب رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو جب ساتویں آسمان تک جبرائیلؑ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچے تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم یہ میرا آخری مقام ہے اس سے آگے جاؤں گا تو میرے پَر جل جائیں گے۔ چناں چہ وہاں سے جناب رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تنہا ہی سفر پر روانہ ہوئے۔

(د) شاعر کے نزدیک آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے ہاتھوں نے کسے تھام لیا؟

جواب: شاعر کے نزدیک آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے ہاتھوں نے گرتے ہوؤں کو تھام لیا۔

(ہ) شاعر کے نزدیک جس کی نظیر نہیں ملتی، وہ کون سی ہستی ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک بے نظیر اور بے مثال ہستی نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ہے۔

(و) شاعر نے ''اے تاجدارِ یثرب و بطحا'' کہہ کر کسے مخاطب کیا ہے؟

جواب: شاعر نے ''اے تاجدارِ یثرب و بطحا'' کہہ کر بلاشبہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو مخاطب کیا ہے۔

۳۔ اِعراب لگا کر درست تلفظ واضح کریں۔

شب تار الست غایت اولی یثرب وبطحا نور اولیں رحمت دو جہاں

جواب: شَبِ تارِ اَلَسْت غَایَتِ اُولیٰ یَثْرِب وبَطْحَا نُورِ اَوَّلِیں رَحمتِ دوجہاں

www.ilmkidunya.com

شعری اصطلاحات:

مصرع: لفظ ''مصرع'' کے لغوی معنی کواڑ (دروازے) کا ایک پٹ کے ہیں مگر شعری اصطلاح میں اس سے مراد آدھا شعر یا نصف بیت ہے۔ دوسرے لفظوں میں مصرع با معنی الفاظ پر مشتمل وہ سطر ہے جو اگر نثر میں ہو تو فقرہ یا جملہ کہلائے اور اگر نظم میں ہو تو مصرع۔

مثلاً: ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

مصرع کی علامت ؏ ہے۔

شعر: لفظ ''شعر'' کے لغوی معنی ہیں: کلامِ موزوں۔ دو مصرعے جو ایک وزن کے ہوں اور ایک خیال کو ظاہر کریں تو وہ شعر یا بیت ہے۔

مثلاً: ؎ زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

شعر کی علامت: ؎ ہے

قافیہ: ہر شعر کے آخر میں آنے والے الفاظ کو قافیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً: مرزا غالب کی ایک معروف غزل میں قافیہ ہے: ہُوا، دوا، ماجرا، مدعا، صدا، بُرا اور علامہ اقبال کی شاملِ کتاب نظم ''جاوید کے نام'' میں قافیہ ہے: مقام، شام، کلام، فام، نام

ردیف: لفظ ''ردیف'' کے لفظی معنی ہیں: گھڑ سوار کے پیچھے بیٹھنے والا آدمی مگر شعری اصطلاح میں قافیہ کے بعد آنے والے وہ لفظ یا الفاظ جو جُوں کے توں دہرائے جائیں، ردیف کہلاتے ہیں۔ جیسے مرزا غالب کی متذکرہ غزل کی ردیف ہے: ''کیا ہے'' اور علامہ اقبال کی شاملِ کتاب نظم ''جاوید کے نام'' کی ردیف ہے ''پیدا کر''۔

۴۔ **شاملِ کتاب ''نعت'' میں قوافی اور ردیف کی نشان دہی کریں۔**

جواب: **نعت کے قوافی:** تمنا، دنیا، اُجالا، اُولیٰ، شناسا، بطحا، تنہا

نعت کے ردیف: تمھیں تو ہو

۵۔ **صنفِ نظم ''نعت'' اور ''منقبت'' میں فرق واضح کریں۔**

جواب:

منقبت	نعت
منقبت میں اہلِ بیت، صحابہ کرام اور اولیا کرام کے اوصاف بیان کیے جاتے ہیں۔	نعت سے مراد ایسی نظم ہے جس میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعریف اور شان بیان کی جائے۔

تشریحِ اشعار: جس شعر کی تشریح کرنا مقصود ہو تو خیال رکھنا چاہیے کہ اس شعر میں بیان کی ہوئی باتوں کی وضاحت کر دی جائے۔ اگر شعر میں کوئی محاورہ یا ترکیب یا تلمیح بیان ہوئی ہے تو اُسے کھول کر بیان کر دیا جائے۔ شعر کی تشریح کی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی، یہ جامع بھی ہو سکتی ہے اور خاصی طویل بھی۔ تشریح کے ضمن میں کوئی قول بھی لکھا جا سکتا ہے اور اگر اُسی معنی و مفہوم کا کوئی اور شعر یاد ہے تو وہ بھی لکھنا چاہیے۔ شاملِ کتاب ''نعت'' کے آخری شعر کی تشریح کم و بیش یوں ہو گی:

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیں تو ہو

شاعر کا نام: مولانا ظفر علی خان

نظم کا عنوان: نعت

تشریح: مولانا ظفر علی خان رسولِ کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم سے مخاطب ہیں کہ یا رسولِ کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم! آپ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کے لیے باعثِ رحمت ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ — ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت (بنا کر) بھیجا

یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم! میرا ایمان ہے اور میرے ایمان کا حاصل یہی ہے کہ:

سب سے اعلیٰ تیری سرکار ہے، سب سے افضل
میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے مجمل

چناں چہ یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم! جس کی دنیا میں کوئی مثال یا نظیر نہیں ہے وہ بے شک آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے۔ یعنی باری تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کو صرف اس دنیا کے لیے نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کے لیے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

شاعر کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کائنات کے خالق و مالک کے بعد آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کا وجودِ مبارک سب سے عظیم ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

٦۔ **شاملِ کتاب "نعت" کے پہلے دو شعروں کی تشریح کریں۔**

جواب: **شعر 1:**

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھی تو ہو

تشریح: شاعر مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم ہمارے دلوں میں جو سب سے بڑی خواہش اور تمنا ہے وہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی ذاتِ بابرکت سے محبت ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی محبت و اطاعت ہی سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم نے خود فرمایا کہ جب تک تمھارے دل میں میری محبت تمھاری جان، مال، آبرو، اولاد اور والدین سے بڑھ کر نہ ہو تم مومن نہیں ہو سکتے۔ شاعر مزید کہتے ہیں کہ ہم جس دنیا میں جی رہے ہیں وہ دنیا بھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کے دم قدم سے آباد ہے۔ رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم سے محبت ہی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ دینِ حق کی پہلی شرط ہی اُسوۂ حسنہ پر چلنا ہے۔ اگر اسی میں خلوص اور تابعداری نہ ہو تو وہ دل زندہ نہیں بلکہ مُردہ ہے۔

شعر 2:

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اوّلیں کا اُجالا تمھی تو ہو

تشریح: اس شعر میں شاعر عالموں کو تخلیق کرنے سے پہلے عالمِ ارواح میں انسانوں کا اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی الوہیت، ربوبیت اور توحید کے اقرار کا ذکر کرتا ہے۔ سب سے پہلا نور جو "الست" کی تاریکی یعنی اندھیرے سے پھوٹا آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم اس نور کی پہلی کرن ہیں۔ قرآن میں روزِ اوّل کے قول و قرار کا ذکر آیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے۔ شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک نور پیدا کیا، پھر فرشتے اور روحیں ایک ہی روز پیدا کیں پھر ان سے پوچھا: "کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟" سب نے جواب دیا کہ "ہاں کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں"۔

www.ilmkidunya.com

سرگرمیاں:

- تمام طلبہ اس نعت کو چارٹ پر خوش خط لکھیں۔ جس کا چارٹ اول آئے اُسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔
- کوئی خوش الحان طالب علم یہ نعت ترنم کے ساتھ کلاس میں سنائے۔
- طلبہ ''کلیاتِ ظفر علی خاں''، میں سے مولانا ظفر علی خاں کی کوئی اور نعت تلاش کریں اور اسے اپنی کاپی میں لکھیں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ صنفِ نظم نعت اور منقبت میں کیا فرق ہے۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو مولانا ظفر علی خاں کے مختصر سوانحی حالات بیان کرتے ہوئے واضح کریں کہ اُردو نعتیہ شاعری میں ان کا بڑا اُونچا مقام و مرتبہ ہے۔

۳۔ اساتذہ طلبہ پر مولانا ظفر علی خاں کی سیاسی اور ہنگامی شاعری کے مختصر اُذکر کے علاوہ یہ بھی واضح کریں کہ وہ فی البدیہہ شعر کہنے پر حیرت انگیز قدرت رکھتے تھے۔

۴۔ اساتذہ طلبہ کو اُردو نعتیہ شاعری کی روایت سے بھی آگاہ کریں۔

۵۔ اساتذہ نعت کے دوسرے شعر کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن مجید کے حوالے سے قرآنی تلمیح ''اَلَسْتُ بِرَبِکُم'' کی وضاحت بھی کریں۔

۶۔ اساتذہ طلبہ کو اختصار کے ساتھ واقعۂ معراج سنائیں اور اس واقعے میں حضرت جبریلؑ کے کردار سے بھی آگاہ کریں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) اس پیاری نعت کے شاعر ہیں:

(الف) مظفر وارثی (ب) الطاف حسین حالی (ج) مولانا ظفر علی خان ✓ (د) علامہ اقبالؒ

(2) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمنا سے زندہ ہیں ہمارے:

(الف) جگر (ب) دل ✓ (ج) دماغ (د) اختیارات

(3) شعر کا ایک حصہ کہلاتا ہے اس کا:

(الف) حصہ (ب) نثرہ (ج) مصرعہ ✓ (د) قافیہ

(4) نظم میں ذکر ہے فرشتے:

(الف) اسرافیلؑ کا (ب) عزرائیلؑ کا (ج) میکائیلؑ کا (د) جبرئیلؑ کا ✓

(5) ایک مقام پر جا کر پر جلتے ہیں:

(الف) عیسیٰ علیہ السلام کے (ب) جبرئیل علیہ السلام کے ✓ (ج) اسرافیل علیہ السلام کے (د) دانیال علیہ السلام کے

(6) گرتے ہوؤں کو آ کر تھام لیا تھا:

(الف) حضرت موسیٰؑ نے (ب) حضرت شعیبؑ نے (ج) حضرت محمدؐ نے ✓ (د) حضرت عیسیٰؑ نے

(7) بابائے صحافت کا لقب ملا تھا:

(الف) سر سید احمد خان کو (ب) مولانا آزاد کو (ج) شوکت علی خان کو (د) مولانا ظفر علی خان کو ✓

www.ilmkidunya.com

(8) جس نظم میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی شان بیان کی جائے، اسے کہتے ہیں:

(الف) رباعی (ب) حمد ✓ (ج) نعت ✓ (د) منقبت

(9) ہم جس میں بس رہے ہیں وہ ________ تمھیں تو ہو:

(الف) آسمان (ب) دنیا (ج) زمانہ (د) جہان

(10) سب غایتوں کی ________ تمھیں تو ہو:

(الف) رونقِ جہاں (ب) دولتِ جہاں (ج) غایتِ اولیٰ ✓ (د) مثلِ جہاں

(11) چھوٹا جو سینہ شبِ تار ________ سے:

(الف) مست (ب) الست ✓ (ج) رحمت (د) شکست

(12) اس نورِ ________ کا اجالا تمھیں تو ہو:

(الف) آخریں (ب) آفریں (ج) ماہریں (د) اولیں ✓

جواب

(1)	(ج)	(2)	(ب)	(3)	(ج)	(4)	(د)	(5)	(ب)
(6)	(ج)	(7)	(د)	(8)	(ج)	(9)	(ب)	(10)	(ج)
(11)	(ب)	(12)	(د)	--	--	--	--	--	--

اضافی مختصر سوالات

(1) مولانا ظفر علی خاں کب اور کس شہر میں پیدا ہوئے؟

جواب: مولانا ظفر علی خاں ۱۸۷۳ء کو سیالکوٹ شہر کے قریب گاؤں ''کوٹ مہرتھ'' میں پیدا ہوئے۔

(2) انھوں نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جواب: انھوں نے ابتدائی تعلیم وزیر آباد سے اور میٹرک کا امتحان پٹیالہ سے پاس کیا۔ پھر ایف۔اے اور بی۔اے علی گڑھ سے کیا۔

(3) مولوی سراج الدین ظفر علی خان کے کیا لگتے تھے؟

جواب: مولوی سراج الدین مولانا ظفر علی خان کے والد محترم تھے۔

(4) اِن کے والد نے کون سا اخبار شروع کیا تھا؟

جواب: ان کے والد محترم نے ہفت روزہ اخبار ''زمیندار'' وزیر آباد سے نکالنا شروع کیا تھا۔

(5) مولانا ظفر علی خان کہاں سے ملازمت ترک کر کے کرم آباد اپنے آبائی گاؤں آئے؟

جواب: مولانا ظفر علی خان حیدر آباد (دکن) سے ملازمت ترک کر کے اپنے آبائی گاؤں کرم آباد آ گئے۔

(6) گرتے ہوؤں کو کس نے سنبھالا؟

جواب: گرتے ہوؤں کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے آ کر سنبھالا۔

(7) نعت کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نظم میں حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی تعریف وتوصیف بیان کی جائے اسے نعت کہتے ہیں۔

(8) قافیہ کسے کہتے ہیں

جواب: نظم یا غزل میں ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔

(9) ردیف کسے کہتے ہیں؟

جواب: شاعری میں جو الفاظ قافیہ کے بعد بار بار آئیں اسے ردیف کہتے۔

(10) شاعر کے دل کی تمنا کس ہستی کی وجہ سے زندہ ہے؟

جواب: شاعر کے دل کی تمنا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم جیسی مبارک ہستی کی وجہ سے زندہ ہے۔

(11) اللہ نے یہ جہاں کس کے لیے بنایا؟

جواب: اللہ نے یہ جہاں حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے لیے تخلیق کیا۔

(12) مولانا ظفر علی خان کو کیا لقب ملا اور کس نے دیا؟

جواب: جب چاروں طرف مولانا ظفر علی خان کے اخبار ''زمیندار'' کا چرچا ہوا تو عوام نے انہیں ''بابائے صحافت'' کا لقب دیا۔

(13) جہاں جبرئیلؑ کے پر جلتے ہیں وہاں سے آگے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کس طرح گئے؟

جواب: وہاں سے آگے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سفید بُراق پر از خود تشریف لے گئے۔

(14) اس جہان کا نورِ اولین کون ہے؟

جواب: اس جہان کا نورِ اولین بلاشبہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ہیں۔

(15) اچھی نعت کون لکھ سکتا ہے؟

جواب: جس بھی شاعر کے دل میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی محبت کا جذبہ موجزن ہو صرف وہی اچھی نعت لکھ سکتا ہے۔

(16) وعدۂ الست کسے کہتے ہیں؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے سب روحوں کو ایک ہی دن پیدا کیا اور ان سب سے پوچھا گیا تمہارا رب کون ہے؟ سب نے ایک ہی جواب دیا کہ یا اللہ بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں۔

(17) سب غایتوں کی غایت اُولیٰ کون ہے؟

جواب: سب غایتوں کی غایت اُولیٰ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ہیں۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۳ — اخلاقِ حسنہ

مصنف کا تعارف: سید سُلیمان ندوی (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء)

سید سلیمان ندوی ضلع پٹنہ (انڈیا) کے ایک گاؤں دیسنہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم دار العلوم ندوۃ العلما اعظم گڑھ، جسے علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) نے قائم کیا تھا، سے حاصل کی اور اسی ادارے سے وابستہ اور علامہ شبلی نعمانی کے خاص تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا شبلی نعمانی اپنی عظیم تصنیف "سیرت النبیؐ" ترتیب دے رہے تھے۔ وہ دو جلدیں ہی ترتیب دے پائے تھے کہ ان کا ناگہانی انتقال ہو گیا تو یہ فریضہ سید سلیمان ندوی نے اپنے ذمے لے لیا اور باقی ماندہ چار جلدوں کی بہ طریقِ احسن تکمیل کی۔

سید سلیمان ندوی کو علامہ شبلی نعمانی کی طرح تاریخ، بالخصوص تاریخِ اسلام اور ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ چناں چہ اُنھوں نے سیرت، سوانح، دینِ اسلام اور زبان و ادب کے موضوعات پر تحقیقی کام کیا۔ علامہ اقبالؒ اور سر راس مسعود کے ہم راہ حکومتِ افغانستان کی دعوت پر افغانستان گئے اور وہاں کے حالات قلم بند کیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آ گئے۔ حکومتِ پاکستان نے اُن کو علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں "نشانِ پاس" پیش کیا۔ کراچی میں انتقال کیا۔ ان کی آخری آرام گاہ اسلامیہ کالج کراچی کے عقب میں ایک احاطے میں واقع ہے۔

سید سلیمان ندوی کی تدفین کے وقت شام کے سفیر نے کہا تھا کہ ہم سید سلیمان ندوی کو دفن نہیں کر رہے بلکہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کو دفن کر رہے ہیں۔

سید سلیمان ندوی کی تصانیف میں "خطباتِ مدارس، عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی، سیرتِ عائشہؓ، حیاتِ شبلی، نقوشِ سلیمانی اور رحمتِ عالمؐ" شامل ہیں۔ شامل کتاب اقتباس اُن کی تصنیف "رحمتِ عالمؐ" سے مستعار ہے جس میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مرکزی خیال

اس سبق میں جناب رسالت مآب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اخلاق بیان کیے گئے ہیں جو قرآن کا چلتا پھرتا نمونہ ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم عدل و انصاف کے پیکر تھے۔ نہایت شفیق، ملنسار، رحم دل، سخی اور فیاض تھے۔ بے کسوں اور یتیموں کے والی تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے عورتوں کے حقوق متعارف فرمائے۔ عملِ صالح کا حقیقی نمونہ تھے اور ہمیشہ اعمالِ صالح کی تلقین فرماتے۔

خلاصہ

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم اعلیٰ درجے کے اخلاق پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ اُنھوں نے کہا: "کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا جو کچھ بھی قرآن میں ہے وہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اخلاق تھے"۔ غرض یہ کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زندگی دراصل قرآن مجید کا عملی نمونہ ہے۔ یہاں تک کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے۔ "بے شک اے محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم حسن اخلاق کے بہترین اور بہت بڑے رُتبے پر ہیں"۔

www.ilmkidunya.com

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بہت ملن سار، شفیق، رحم دل، سخی، فیاض اور بہت بڑے منصف تھے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کبھی کسی سوالی کو انکار نہ کرتے۔خود بھوکے رہتے مگر دوسروں کو کھلاتے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بہت مہمان نواز تھے۔مہمان نوازی میں کسی بھی مذہب یا فرقے کی تفریق نہ کرتے۔راتوں کو اُٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے کہ کہیں آرام میں کوئی کمی تو نہیں۔ایک مرتبہ فدک کے رئیس نے چار اُونٹ غلے کے بھر کر بھیجے۔اس کو بیچ کر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے قرض ادا کیا پھر بھی غلہ بچ رہا تو وہ رات مسجد میں بسر کی کہ جب تک پورا غلہ تقسیم نہیں ہوگا گھر نہیں جاؤں گا۔اگلے دن غلہ تقسیم ہوا تو گھر تشریف لے گئے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم گھریلو کام کاج میں مدد فرماتے۔مسجدِ نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں سب کے ساتھ مل کر کام کیا۔مظلوموں پر رحم فرماتے، بے کسوں کا سہارا بنتے، بیماروں کی تیمارداری کرتے۔پڑسیوں کی ضرورت میں مدد فرماتے، بچوں سے بہت محبت کرتے۔فصل کا نیا میوہ محفل میں موجود سب سے کم عمر بچے کو پہلے دیتے۔راستے میں بچے مل جاتے تو ان کو سب سے پہلے سلام خود کرتے۔اسلام سے پہلے عورتیں ہمیشہ ذلیل رہیں لیکن آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں بلکہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہے۔عورتیں دلیری اور بے تکلفی سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اپنے مسائل پوچھتیں اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ان کو حل فرماتے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شجاعت کی مثال یوں ہے کہ غزوۂ اُحد کے میدان میں جب ہر طرف سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر پتھروں، تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم چٹان کی مانند ڈٹے رہے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نظر میں امیر و غریب سب برابر تھے۔قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے ایک مرتبہ چوری کی تو سرداروں نے سفارش کرائی تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:"تم سے پہلے کی قومیں اس لیے برباد ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور معمولی آدمی جرم پر سزا پاتا۔خدا کی قسم اگر محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بیٹی بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے"۔دینِ حق کی تبلیغ کے لیے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم طویل آزمائشوں اور متواتر ناکامیوں کے باوجود عزم و استقلال سے ڈٹے رہے اور فرمایا:"خدا کی قسم دین اسلام اپنے کمال کے مرتبے پر پہنچ کر رہے گا۔"

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سادہ مزاج اور انتہائی صفائی پسند تھے۔ایک مرتبہ کسی شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے۔بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے۔جو بات پسند نہ ہوتی اسے ٹال دیتے۔ہنسی آتی تو صرف مسکرا دیتے۔محفل میں کبھی کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔تن پروری اور عیش و عشرت کو نہ اپنے لیے پسند فرمایا اور نہ ہی عام مسلمانوں کے لیے۔ایک بار ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی پھر فرمانے لگے:"بھائیو! اس دن کے لیے سامان کر رکھو"۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم غریبوں اور مسکینوں کی دل جوئی کرتے اور اکثر دعا مانگتے:"خداوند! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اُٹھا اور مسکینوں کے ساتھ میرا حشر کر"۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سخی	دل کھول کر خرچ کرنے والا	فیاض	بہت بڑے دل والا	داد و دہش	بخشش۔انعام
بے تکلفی	بغیر کسی تکلیف کے	مشرک	ایمان نہ لانے والا	خیرات	خدا کی راہ میں دینا
فاقہ کرنا	بھوکا رہنا	گانٹھ لینا	سی لینا	برتاؤ	سلوک
دل جوئی	تسلی دینا	مظلوموں	جن پر ظلم کیا جائے	بے کس	بے سہارا

www.ilmkidunya.com

مقروض	جس پر قرض ہو	ترکہ	جائیداد	خبرگیری	حال چال معلوم کرنا
مجمع	ہجوم	پڑوسی	ہمسایہ	نیا میوہ	نیا پھل
ذلیل	رسوا۔بدنام	برتاؤ	سلوک	حقیر	معمولی
بے پروائی	لاپروائی	گوارا	برداشت کرنا	برباد ہونا	تباہ ہونا
مسکین	محتاج	جاں نثار	جان قربان کرنا	استقلال	کسی بات پر جمے رہنا
شجاعت	بہادری	سال ہا سال	برس ہا برس	آرا	لکڑی کاٹنے کا آلہ
درخواست	عرضی	حنین	ایک غزوہ کا نام	کمال کا رتبہ	بہت شان والا
ازواجِ مطہراتؓ	نبی کریم کی بیویاں	خوشہ	گچھا	اوپر تلے	آگے پیچھے
پیوند	جوڑ لگانا	پاؤں اُکھڑ جانا	گھبرا جانا	بے ضرورت	بغیر ضرورت کے
بے رغبتی	شوق نہ ہونا	خشک مزاجی	رُوکھا مزاج	رُوکھا پن	بغیر چاہت کے
خاطر داری	لحاظ۔پاس داری	رنج	دکھ۔تکلیف	ہر لحظہ	ہر لمحہ
ہچکیاں بندھ گئیں	روتے ہوئے سانس رُک جانا	چکی چلنا	کسی چیز کا پسنا	ہانڈی اُبلنا	گڑگڑ کی آوازیں آنا

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: اسلام سے پہلے عورتیں ہمیشہ ذلیل رہی ہیں لیکن ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے اُن پر بہت احسان فرمایا۔اُن کے حقوق مقرر فرمائے اور اپنے برتاؤ سے ظاہر فرمادیا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے بلکہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے پاس ہر وقت مردوں کا مجمع رہتا تھا۔عورتیں دلیری اور بے تکلفی سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے مسائل پوچھتیں ،لیکن آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بُرا نہ مانتے ،اُن کی خاطر داری کا خیال رکھتے۔

حوالہ متن: سبق کا عنوان : اخلاقِ حسنہ

مصنف کا نام : سید سلیمان ندویؒ

تشریح: اسلام کے آنے سے پہلے معاشرے میں بہت اندھیرا تھا۔عورتوں کو بہت ذلیل یعنی ادنیٰ اور معمولی سمجھا جاتا تھا۔معاشرے میں ان کی نہ تو کوئی عزت تھی اور نہ ہی کوئی مقام۔حتیٰ کہ عرب لوگ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیتے۔لیکن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے آنے سے علم کا نور چاروں طرف پھیل گیا۔معاشرے میں تبدیلی آگئی اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے اس مظلوم طبقے پر بہت رحم فرمایا۔عورتوں کو اُن کے حقوق دلوائے اور عورتوں سے وہ مثالی سلوک کیا جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو عطا کیے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے عورتوں کے مسائل کو سُننے کے لیے ہفتے میں ایک دن مقرر کردیا۔عورتیں بغیر کسی جھجک کے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے پاس اپنی مشکلات لے کر حاضر ہوتیں ۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اُن کو تسلی دیتے ،اُن کی پاس داری کا خیال رکھتے اور مسئلے حل کرواتے۔

پیراگراف 2: غریبوں کے ساتھ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا برتاؤ ایسا ہوتا کہ ان کو اپنی غریبی محسوس نہ ہوتی ۔اُن کی مدد فرماتے اور اُن کی

www.ilmkidunya.com

دل جوئی کرتے۔ اکثر دعا مانگتے تھے کہ خداوند! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اُٹھا اور مسکینوں کے ساتھ میرا حشر کر۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم مظلوموں کی فریاد سنتے اور انصاف کے ساتھ اُن کا حق دلاتے۔ کم زوروں پر رحم کھاتے، بے کسوں کا سہارا بنتے، مقروضوں کا قرض ادا کرتے۔ حکم تھا کہ جو مسلمان مر جائے اور اپنے ذمے قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو، مَیں اس کو ادا کردوں گا اور وہ جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے، مجھے اُس سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم بیماروں کو تسلی دیتے، اُن کو دیکھنے جاتے۔ دشمن، دوست اور مومن و کافر کی اس میں کوئی قید نہ تھی۔ گناہ گاروں کو معاف کر دیتے، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔

تشریح: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم غریبوں اور مسکینوں کے والی تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اُن کی دل جوئی فرماتے اور اکثر یہ دعا مانگتے کہ: اے میرے اللہ! مجھے مسکین ہی زندہ رکھ، مسکین اُٹھا اور ان کے ساتھ ہی میرا خاتمہ کرنا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم مظلوموں کی فریاد سنتے اور ان کا حق انصاف سے انھیں دلاتے۔ قرض ادا کرنے والوں کا قرض ادا کرتے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا حکم تھا کہ جو مسلمان اپنے ذمے قرض چھوڑ کر اس دنیا سے چلا جائے تو اس کی اطلاع مجھے دی جائے کہ میں اس کا قرض اپنی گرہ سے ادا کروں گا البتہ ترکہ یعنی جائیداد سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔
آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم بیماروں کی تیمارداری بلا تفریق کرتے خواہ وہ کسی بھی قبیلے یا مذہب کا ہو۔ دشمنوں تک کے حق میں دعا فرماتے۔

پیراگراف 3: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے دس برس آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں گزارے مگر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے نہ کبھی ڈانٹا، نہ مارا، نہ یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے تمام عمر کبھی کسی کو نہیں مارا اور یہ کیا عجیب بات ہے کہ آج ایک فوج کا جرنیل، جس نے مسلسل نو برس لڑائیوں میں گزارے اور جس نے کبھی لڑائی کے میدان سے منھ نہیں موڑا، اپنے دشمن پر کبھی تلوار نہیں اُٹھائی اور نہ اپنے ہاتھ سے کسی پر وار کیا۔ اُحد کے میدان میں جب ہر طرف سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر پتھروں، تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اپنی جگہ کھڑے تھے اور جاں نثار دائیں بائیں کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

تشریح: حضرت انسؓ نے اپنی زندگی کے دس برس حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں گزار دیے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان طویل دس برسوں میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے نہ کبھی مجھے ڈانٹا، نہ مارا، نہ یہ پوچھا کہ تم نے فلاں فلاں کام کیوں نہ کیا۔ بلکہ کوئی استفسار کرتا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم فرماتے: ''انس ابھی بچہ ہے سیکھ جائے گا''۔ تمام عمر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ ایک اور عجیب اور ناقابلِ یقین بات یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ایک ایسی فوج کے جرنیل تھے جس فوج نے مسلسل نو برس مختلف غزوات میں گزارے۔ مگر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے نہ تو کبھی حق کی خاطر لڑائی سے منھ موڑا اور نہ ہی کبھی اپنے دشمن پر تلوار اُٹھائی۔ جنگِ اُحد میں جب دشمن آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر چاروں طرف سے تیروں، پتھروں اور تلواروں سے حملہ آور تھے تب بھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اپنی جگہ پر چٹان کی طرح ڈٹ کر کھڑے رہے۔

مشق

ا۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) رسولِ کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ساری زندگی قرآن مجید کی تھی:

(الف) تشریح　(ب) وضاحت　(ج) تفسیر　(د) عملی تفسیر ✓

(ii) فدک کے رئیس نے غلہ بھیجا:

(الف) دو اُونٹوں پر　(ب) تین اُونٹوں پر　(ج) چار اُونٹوں پر ✓　(د) پانچ اُونٹوں پر

www.ilmkidunya.com

(iii) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا فرمان ہے: "خدا کی قسم! وہ مومن نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی ______ سے بچا ہوا نہ ہو۔"

(الف) ریشہ دوانیوں (ب) فتنہ انگیزیوں (ج) سازشوں (د) شرارتوں ✓

(iv) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم فصل کا میوہ سب سے پہلے عطا فرماتے:

(الف) کم عمر بچے کو ✓ (ب) نوجوان کو (ج) اُدھیڑ عمر کو (د) ضیف العمر کو

(v) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا عرصہ لڑائیوں میں بسر ہوا:

(الف) آٹھ برس (ب) نو برس ✓ (ج) دس برس (د) گیارہ برس

(vi) حضرت ______ کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے گھر آنے کی خبر ہوئی تو وہ باغ سے جا کر کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ لائے:

(الف) عثمان غنیؓ (ب) ابوایوب انصاریؓ ✓ (ج) ابوعبیدہؓ (د) سلمان فارسیؓ

جواب

(i)	(ii)	(iii)	(iv)	(v)	(vi)
(د)	(ج)	(د)	(الف)	(ب)	(ب)

۲۔ سبق "اخلاقِ حسنہ" کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) کس سے پوچھا گیا کہ حضورِ انور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟

جواب: اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضورِ انور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے۔

(ب) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم گھر کے کس نوعیت کے کام کاج کرنے کو عار نہیں سمجھتے تھے؟

جواب: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم گھر کے تمام کام کر لیتے، پھٹے کپڑے سی لیتے، جوتے گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہ لیتے۔

(ج) خندق کھودتے وقت آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے کیا کام انجام دیا۔

جواب: خندق کھودتے وقت آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے سب مزدوروں کے ساتھ مل کر برابر کا کام کیا۔

(د) اگر کسی ایسے شخص کا انتقال ہوتا جس کے ذمے قرض ہوتا اور اس کے بارے میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا کیا ارشاد تھا؟

جواب: جب کسی ایسے شخص کا انتقال ہو جاتا جس کے ذمے قرض ہوتا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اس کا قرض ادا کر دیتے مگر اس کے ترکے میں اس کے رشتے داروں کا حق ہوتا۔

(ہ) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا پڑوسیوں کے بارے میں کیسا سلوک روا رکھنے کا فرمان ہے؟

جواب: آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے پڑوسیوں کے بارے میں نیک سلوک روا رکھنے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ یہاں تک کہا کہ جس کے پڑوسیوں کی شرارت سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا۔

۳۔ نیچے دی ہوئی تراکیب کے معانی لکھیں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

حضورِ انورؐ حسنِ اخلاق داد و دہش مسجدِ نبویؐ چہرۂ مبارک عزم و استقلال

جواب:

تراکیب	معانی	جملے
حضورِ انورؐ	سراپا نور حضورؐ	حضورِ انورؐ تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔

www.ilmkidunya.com

حسنِ اخلاق	اچھی عادات	ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں حسنِ اخلاق سے کام لینا چاہیے۔
دادودہش	سخاوت۔ فیاضی	آپؐ نے ہر موقع پر دادودہش سے کام لیا۔
مسجدِ نبوی	نبی کی مسجد	آپؐ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر میں خود آگے بڑھ کر سب کے ساتھ کام کیا۔
چہرۂ مبارک	جو چہرہ مبارک ہو جسے دیکھ کر خوش ہوں	میں نے اپنے بچپن کے دوست کو بہت دیر بعد دیکھ کر کہا یہ چہرۂ مبارک کہاں سے نکل آیا۔
عزم واستقلال	مضبوط ارادہ	قائداعظم نے اپنے عزم واستقلال کی وجہ سے ہمارے لیے ایک الگ ملک بنالیا۔

۴۔ دیے ہوئے واحد الفاظ کے جمع لکھیں۔

اخلاق معجزہ فرمان رئیس مسکین سفارش جاں نثار باغ اعلان

جواب:

واحد	جمع
اخلاق	اخلاقیات
فرمان	فرامین
مسکین	مساکین
جاں نثار	جاں نثاروں
اعلان	اعلانات
معجزہ	معجزے
رئیس	رُؤسا
سفارش	سفارشیں
باغ	باغات
—	—

۵۔ دیے ہوئے جمع الفاظ کے واحد لکھیں۔

ہچکیاں گناہ گاروں عنہم صحابہ ازواج وارثوں مسائل کنگھیاں کھجوروں

جواب:

جمع	واحد
ہچکیاں	ہچکی
عنہم	عنہُ
ازواج	زوجہ
مسائل	مسئلہ
کھجوروں	کھجور
گناہ گاروں	گناہ گار
صحابہ	صحابی
وارثوں	وارث
کنگھیاں	کنگھی
—	—

نثر پارے کی تشریح

۶۔ **نیچے دیے ہوئے نثر پارے کی تشریح کریں۔ تشریح سے پہلے مصنف کا نام، سبق کا عنوان اور خط کشیدہ الفاظ کے معنی بھی لکھیں۔**

"مزاج مبارک میں سادگی بہت تھی۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اُٹھنے بیٹھنے، کسی چیز میں تکلف پسند نہ تھا۔ پہننے کے لیے موٹا جھوٹا جو مل جاتا، اس کو پہن لیتے۔ زمین پر، چٹائی پر، فرش پر، جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ خدا کی نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ اُٹھانے کی اجازت آپ نے

www.ilmkidunya.com

ضروری لیکن تن پروری اور عیش نہ اپنے لیے پسند فرمائی نہ عام مسلمانوں کے لیے۔"

مصنف کا نام : سید سلیمان ندوی

سبق کا نام : اخلاقِ حسنہ

مشکل الفاظ کے معنی: مزاجِ مبارک۔ بابرکت طبیعت — نعمتوں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں

تکلف۔ ظاہرداری، بناوٹ — تن پروری۔ بدن کو پالنا، آرام طلبی

تشریح: زیرِ تشریح نثر پارے میں مصنف (سید سلیمان ندوی) رسولِ پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی طبیعت کے طور طریقے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی طبیعت میں سادگی بہت تھی اور وہ ہر کام میں سادگی پسند کرتے تھے۔ اُٹھنے بیٹھنے کا معاملہ ہوتا، کھانے پینے کا یا پھر لباس پہننے اور اوڑھنے کا، کسی چیز میں بھی آرام طلب نہ تھے اور نہ ہی آرام طلبی کو اپنے نزدیک آنے دیتے تھے۔ سید سلیمان ندوی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی عادات واطوار کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی طبیعت میں سادگی اس قدر زیادہ تھی کہ جو کچھ کھانے پینے کو سامنے آجاتا، بغیر کسی ناگواری کا اظہار کیے خوش دلی کے ساتھ کھا پی لیتے اور جو کچھ لباس پہننے کو مل جاتا خوشی خوشی پہن لیتے۔ اگر بیٹھنا ہوتا تو جہاں جگہ ملتی، وہیں بیٹھ جاتے اور یہ کبھی نہیں کہا تھا کہ میں تو صرف چٹائی پر یا پکے فرش پر بیٹھوں گا۔

مصنف آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی سادگی کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ چیزوں کو جائز طریقے سے استعمال کرنے کی اجازت ضرور دی لیکن ان چیزوں سے نہ تو خود ناجائز فائدہ اُٹھایا اور نہ ہی مسلمانوں کو ناجائز فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی۔ اگر کوئی مسلمان چیزوں سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اس کو ہرگز پسند نہ فرماتے۔

۷۔ مندرجہ بالا نثر پارے کی تشریح کی روشنی میں درج ذیل نثر پارے کی تشریح کریں اور مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی دیں۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے یہاں مسلمان، مشرک اور کافر سب ہی مہمان ہوتے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سب کی خاطر کرتے اور خود ہی سب کی خدمت کرتے۔ کبھی ایسا نہ ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا، وہ اُن کو کھلا پلا دیا جاتا اور پورا گھر فاقہ کرتا۔ راتوں کو اُٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے کہ ان کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ گھر میں رہتے تو گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ اپنے پھٹے کپڑے آپ سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے کو خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے۔ مجمع میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے۔ مسجدِ نبوی کے بنانے اور خندق کھودنے میں سب مزدوروں کے ساتھ مل کر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے بھی کام کیے۔

جواب: دیکھیے سبق کی تشریحات۔

سرگرمیاں:

- طلبہ ہجرتِ مدینہ اور مؤاخاتِ مدینہ کے موضوع پر اپنے خیالات کلاس میں پیش کریں۔
- "آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک" پر ایک پیراگراف لکھیں۔

www.ilmkidunya.com

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ سوانح عمری اور سیرت نگاری میں کیا فرق ہے۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو سید سلیمان ندوی کے سوانحی حالات بیان کرتے ہوئے اُنھیں آگاہ کریں کہ مولانا شبلی نعمانی "سیرت النبیؐ" کی چھ جلدوں میں سے پہلی دو جلدوں کی تکمیل ہی کر پائے تھے کہ ناگہانی طور پر ان کا انتقال ہو گیا اور باقی ماندہ جلدیں ان کے شاگردِ رشید سید سلیمان ندوی نے ان کے فراہم کردہ مواد سے مکمل کیں۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ سید سلیمان ندوی نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر "رحمتِ عالمؐ" بچوں، خصوصاً طالب علموں کے لیے لکھی ہے۔

۴۔ اساتذہ طلبہ کو اعلانِ نبوت سے پہلے عربوں کے ناگفتہ بہ حالات وواقعات سے آگاہ کریں اور انھیں "مسدس حالی" پڑھنے کی ترغیب دیں۔

۵۔ اساتذہ طلبہ سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق و عادات کے حوالے سے ایک فہرست مرتب کرائیں جس میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی کسی بھی عادت کا ایک بار سے زیادہ ذکر نہ ہو۔

اضافی معروضی سوالات

(1) اس سبق کے مصنف کا نام ہے:
(الف) الطاف حسین حالی (ب) سید سلیمان ندوی ✓ (ج) ابن عربی (د) علامہ اقبالؒ

(2) حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم چلتا پھرتا ہیں:
(الف) حدیث (ب) قرآن ✓ (ج) فرمان (د) احسان

(3) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم فائز ہیں بہت بڑے مرتبے پر:
(الف) حسنِ اخلاق کے (ب) حسن و جمال کے ✓ (ج) بیت المال کے (د) مکہ مدینہ کے

(4) فِدک کے رئیس نے اونٹ بھیجے:
(الف) چار ✓ (ب) پانچ (ج) سات (د) آٹھ

(5) فِدک کے رئیس کے بھیجے گئے غلے کو بیچ کر ادا کر دیا گیا:
(الف) اُدھار (ب) ایڈوانس (ج) قرضہ ✓ (د) گروی رکھا سامان

(6) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: وہ مومن نہ ہوگا جس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو اس کا:
(الف) بھائی (ب) دوست (ج) پڑوسی ✓ (د) رشتہ دار

(7) آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم فصل کا پہلا میوہ سب سے پہلے دیتے:
(الف) اپنے اہل خانہ کو (ب) اپنے دوستوں کو (ج) اپنے ہمسایوں کو (د) چھوٹے بچوں کو ✓

(8) قبیلہ مخزوم کی عورت پر الزام تھا:
(الف) بدزبانی کا (ب) بے ایمانی کا (ج) چوری کا ✓ (د) رشوت کا

www.ilmkidunya.com

(9) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کسی لڑائی میں کس پر نہ اٹھائی:

(الف) بندوق　(ب) تلوار ✓　(ج) چھری　(د) آری

(10) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے سامان تیار رکھنے کا کہا:

(الف) گھر کا　(ب) جنگ کا　(ج) قبر کا ✓　(د) دوسروں کا

(11) حضرت ابوایوب انصاری نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے پکائی:

(الف) مچھلی ✓　(ب) مرغی　(ج) بکری　(د) اونٹنی

(12) قبیلہ مخزوم کی عورت کی سفارش کے لیے آئے:

(الف) حضرت زیدؓ　(ب) حضرت علیؓ　(ج) حضرت اسامہؓ ✓　(د) حضرت بلالؓ

جواب

(1)	(ب)	(2)	(ب)	(3)	(ب)	(4)	(الف)	(5)	(ج)
(6)	(ج)	(7)	(د)	(8)	(ج)	(9)	(ب)	(10)	(ج)
(11)	(الف)	(12)	(ج)	--	--	--	--	--	--

اضافی مختصر سوالات

(1) سید سلیمان ندوی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: سید سلیمان ندوی ۱۸۸۴ء کو ہندوستان کے ضلع پٹنہ کے گاؤں دیسنہ میں پیدا ہوئے۔

(2) سید سلیمان ندوی کے والد محترم کا کیا نام تھا؟

جواب: سید سلیمان ندوی کے والد محترم کا نام سید ابوالحسن تھا۔

(3) سید سلیمان ندوی دینی تعلیم حاصل کرنے کہاں گئے؟

جواب: سید سلیمان ندوی دینی تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلما اعظم گڑھ سے حاصل کرنے گئے۔

(4) سید سلیمان ندوی کے اُستاد گرامی کون تھے؟

جواب: سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی نعمانی کی شاگردی میں رہ کر علم کی معراج حاصل کی۔

(5) سید سلیمان ندوی نے اپنے استاد کے کس کام کو مکمل کیا؟

جواب: سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم'' کو بہت عقیدت مکمل کیا۔

(6) سید سلیمان ندوی نے ''سیرت النبی'' کی کتنی جلدیں ترتیب دیں؟

جواب: علامہ شبلی نعمانی ''سیرت النبی'' کی دو جلدیں لکھ کر دنیا سے کوچ کر گئے تو سید سلیمان ندوی نے اس کی باقی چار جلدیں مکمل کیں۔

(7) سید سلیمان ندوی کے خاص موضوعات کون سے تھے؟

جواب: سید سلیمان ندوی کے خاص موضوعات تاریخ، ادب، سیرت نگاری، سوانح نگاری اور عالم اسلام کی تاریخ تھے۔

www.ilmkidunya.com

(8) **سید سلیمان ندوی افغانستان کس کے ساتھ گئے؟**

جواب: سید سلیمان ندوی افغانستان علامہ اقبال اور سر راس مسعود کے ساتھ گئے۔

(9) **سید سلیمان ندوی پاکستان آنے کے بعد کہاں مقیم ہوئے؟**

جواب: سید سلیمان ندوی پاکستان آنے کے بعد کراچی میں مقیم ہوئے۔

(10) **سید سلیمان ندوی کا انتقال کب اور کہاں ہوا؟**

جواب: سید سلیمان ندوی کا انتقال ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ہوا۔

(11) **سید سلیمان ندوی کی تدفین کے وقت شام کے سفیر نے کیا کہا تھا؟**

جواب: سید سلیمان ندوی کی تدفین کے وقت شام کے سفیر نے کہا تھا کہ ''ہم آج سید سلیمان ندوی کو دفن نہیں کر رہے بلکہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کو دفن کر رہے ہیں''۔

(12) **سید سلیمان ندوی کو حکومت پاکستان کی طرف سے کون سا اعزاز دیا گیا؟**

جواب: سید سلیمان ندوی کو حکومت پاکستان کی طرف سے ''نشانِ سپاس'' دیا گیا۔

(13) **حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے صحابیؓ کے ولیمے کے لیے کیا انتظام فرمایا؟**

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے صحابیؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اپنے ولیمے کے لیے آٹے کی ٹوکری لے آئے۔

(14) **پڑوسی سے حسن سلوک کے بارے میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا کیا فرمان ہے؟**

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: ''خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے تنگ ہوگا''۔

(15) **حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا جانوروں کے ساتھ کیسا سلوک تھا؟**

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم جانوروں پر بھی رحم فرماتے تھے۔

(16) **حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے حضرت اُسامہؓ کے سفارش کرنے پر کیا فرمایا؟**

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے حضرت اُسامہؓ کے سفارش کرنے پر فرمایا: ''تم سے پہلی قومیں اس لیے برباد ہوگئیں کہ کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی آدمی جرم کرتا تو سزا پاتا۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا''۔

(17) **تکالیف کی شکایت کرنے والے صحابیؓ کو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے جواب میں کیا فرمایا؟**

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے، اُنھیں آرے سے چیرا گیا۔ ان کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں جس سے گوشت پوست سب کٹ جاتا لیکن یہ تکلیفیں بھی ان کو حق سے باز نہ رکھ سکیں''۔

(18) **بھوک کی حالت میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کس صحابی کے گھر تشریف لے گئے؟**

جواب: بھوک کی حالت میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم صحابی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے۔

(19) **حضرت ابوایوب انصاریؓ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں کیا غذا پیش کی؟**

جواب: حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے لیے کھجور کا خوشہ لائے اور بکری ذبح کر کے کھانا تیار کروایا۔

www.ilmkidunya.com

(20) کسی شخص کو میلے کپڑوں میں دیکھ کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کیا فرمایا؟

جواب: کسی شخص کو میلے کپڑوں میں دیکھ کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے۔

(21) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دنیا سے لاتعلقی کا کیا عالم تھا؟

جواب: دنیا سے لاتعلقی کا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم یہ عالم تھا کہ گھر میں جو بھی چیز آتی اسے فوراً خیرات کردیتے۔

(22) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم مہمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے؟

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بہت مہمان نواز تھے۔ جو کچھ گھر میں ہوتا ان کے سامنے پیش کردیتے تھے۔

(23) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا گھر میں کیا معمول ہوتا تھا؟

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے۔ اپنے پھٹے کپڑے سی لیتے، اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے اور بکریوں کا دودھ تک دوہ لیتے تھے۔

(24) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کن موقعوں پر مزدوروں کے ساتھ مل کر برابر کا کام کیا؟

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی کے موقع پر مزدوروں کے ساتھ مل کر برابر کا کام کیا۔

(25) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بیماروں کے کیسا رویہ تھا؟

جواب: حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بیماروں کی تیمارداری کو تشریف لے جاتے اس میں کافر یا مسلمان کی تفریق نہیں فرماتے تھے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۴ | # اپنی مدد آپ

مصنف کا تعارف: سر سید احمد خاں (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء)

سر سید احمد خاں کی جائے ولادت دہلی ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنی والدہ سے حاصل کی جو خاصی تعلیم یافتہ اور روشن خیال تھیں۔ تعلیم پانے کے بعد پہلے مغلیہ دربار سے وابستہ ہوئے، بعد ازاں انگریزی عمل داری میں ملازمت اختیار کر لی اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر محکمہ انصاف میں ترقی کر کے صدر الصدور (منصفِ اعلیٰ) کے عہدے پر فائز ہوئے۔

سر سید احمد خاں کی زندگی کا اہم مشن ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد اُس وقت شروع ہوا جب کچھ زعما کو مسلمانوں کے رو بہ زوال ہونے کا شدت سے احساس ہوا۔ سر سید نے جنگِ آزادی کی ناکامی اور مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر غور کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اُمتِ مسلمہ کے احیا اور اس کی ترقی جدید تعلیمات کے حصول میں مضمر ہے اور جب تک مسلمان قوم جدید علوم و فنون خصوصاً سائنسی علوم میں مہارت حاصل نہ کرے گی، وہ ترقی نہیں کر سکتی، چناں چہ وہ اس مقصد کے حصول کے لیے پورے انہماک سے جادۂ عمل پر گامزن ہو گئے۔ اس ضمن میں اُنھوں نے دوسرے اقدامات کے لیے علی گڑھ میں انگریزی طرز کے ایک سکول کی بنیاد رکھی جسے ۱۸۷۷ء میں کالج کا درجہ دے دیا گیا اور جو تھوڑے ہی عرصے میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علوم و فنون کے احیا کا مرکز قرار پایا۔

سر سید احمد خاں کے دوسرے اہم کارناموں میں ۱۸۷۰ء میں رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کا اجرا شامل ہے جس میں سر سید نے مسلمانوں کے اصلاحِ احوال اور تہذیب و ترقی کے لیے خود بھی ان گنت مضامین لکھے اور اپنے ہم عصر انشا پردازوں کو بھی اس طرف راغب کیا۔ جب سر سید احمد خاں نے انتقال کیا تو قوم کسی حد تک اپنے خوابِ گراں سے جاگ چکی تھی۔

سر سید احمد خاں نہ صرف اُردو مضمون نویسی کے بانی ہیں بلکہ جدید اُردو نثر کے بیشتر رویوں کا آغاز بھی انھوں نے ہی کیا۔ ان کی تحریروں میں عقلیت، مقصدیت، استدلال اور سادگی کی تمام صفات موجود ہیں۔ ان کی تصانیف میں ''آثار الصنادید'' اور ''خطباتِ احمدیہ'' کے علاوہ وہ ان گنت مضامین شامل ہیں جو ''مقالاتِ سر سید'' کے عنوان سے سولہ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ شاملِ کتاب سبق ''اپنی مدد آپ''، ''مقالاتِ سر سید'' کی جلد پنجم میں سے ایک ہے جس کا مرکزی خیال یہ قول ہے: ''خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔''

مرکزی خیال

دنیا میں موجود ہر شخص کامیاب ہونا چاہتا ہے لیکن کامیاب وہی ہے جو اپنی مدد آپ کا جذبہ رکھتا ہے۔ جس میں اکیلے چلنے کا حوصلہ ہو اور جو کسی سہارے کا محتاج نہ ہو۔ وہ لوگ جو زندگی کے کسی بھی شعبے میں دوسروں پر انحصار کرتے ہیں ہمیشہ ناکامی کا منہ ہی دیکھتے ہیں۔ یاد رکھیں بہادر اور جرأت مند لوگ اپنے زورِ بازو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ تنہا چلنا شروع کرتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد ان کے پیچھے لشکر ہوتے ہیں اور تاریخ ایسے ہزار ہا واقعات کے ساتھ بھری پڑی ہے۔

خلاصہ

اپنی مدد آپ ایک عمدہ مقولہ ہے۔ اس میں قوموں اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ ایک شخص میں ایسا جذبہ سچی ترقی کی بنیاد ہے۔ جب کہ بہت سے اشخاص میں یہ جذبہ قومی مضبوطی اور ترقی کی جڑ ہے۔ جب کسی شخص کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس میں یہ جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ اگر گروہ میں یہ

جذبہ ختم ہو تو منزل کے ساتھ ساتھ اس میں سے غیرت اور عزت بھی جاتی رہتی ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی مدد آپ کے حصول کو ترک کر دے تو وہ دنیا میں ذلیل اور بے عزت ہو جاتی ہے۔ قانونِ فطرت ہے کہ جیسی قوم ہو اس طرح کے قوانین ہوتے ہیں اور ویسی ہی ان کی حکومت ہوتی ہے۔ کسی ملک کی خوبی اور عمدگی کا انحصار وہاں کی حکومت کی بجائے رعایا کے اخلاق و عادات پر ہوتا ہے۔ کیوں کہ قوم شخصی حالتوں کے مجموعے کا نام ہے۔ قومی ترقی شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری اور شخصی ہمدردی کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح قومی تنزلی شخصی بے عزتی، بے ایمانی، خود غرضی اور شخصی برائیوں کا مجموعہ ہے۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کسی بیرونی کوشش کی بجائے شخصی جماعتوں کی ترقی سے ممکن ہے۔ اے ہم وطنو! قوم کی آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ قوم کی عزت کے لیے محنت کرو۔ قوم کو ترقی دو تا کہ معزز بن سکو۔ وہ شخص غلام نہیں ہے، جس کا آقا ظالم ہو یا حاکم جابر ہو بلکہ حقیقی غلام وہ ہے جو خود غرض اور جہالت کی غلامی میں مبتلا ہو کر قومی ہمدردی سے عاری ہو۔ لوگوں کا خیال ہے کہ کوئی فقیر ملے جو ان کی قوم کی اصلاح کرے۔ حکومت ہمارے مسائل حل کرے۔ گویا ہر چیز ہمارے لیے کی جائے اور ہم کچھ نہ کریں۔ یہ خیال انسانی بدنیتی کی تعلیم دیتا ہے اور اسی کا نام ذلت ہے۔ ایک نسل دوسری نسل کی محنت پر عمارت بناتی ہے اور اسے اعلیٰ درجے تک پہنچاتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔ اس کو ترقی دیں اور آئندہ نسلوں کے لیے بہتر حالت میں چھوڑیں۔ ایک مسکین شخص جو اپنے ساتھیوں کی محنت، ایمان داری اور پرہیزگاری کی نظیر دکھاتا ہے۔ اس کا اثر دوسروں میں جاتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے نظیر بن جاتا ہے۔ گویا شخصی چال چلن عمدہ ہتھیار ہے۔ یہ تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے اور اپنی عاقبت سنوارنے کا درس دیتی ہے۔ یہ تعلیم کسی کتاب یا کسی درس گاہ سے نہیں ملتی۔ عمدہ چال چلن اور عمل صالح ہی انسان کو معزز اور قابلِ ادب بناتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عمدہ	اچھا	آزمودہ	آزمایا ہوا	مقولہ	بات
فقرے	جملے	جوش	جذبہ	مٹتی جاتی ہے	ختم ہوتی جاتی ہے
قوت	طاقت	بھروسہ	اعتماد	باہمی	ایک ساتھ
سبب	وجہ	بیش بہا	قیمتی	پارلیمنٹ	منتخب نمائندوں کی جماعت
چال چلن	کردار	برتاؤ	سلوک	قوی	طاقت ور
تکمیل	مکمل ہونا	معمل	عمل کرنے کی جگہ	مانع	رُکاوٹ
رُتبہ	مرتبہ	دانش مندی	عقل مندی	ثمر	پھل۔ نتیجہ
بے خطر	بے خوف	محافظ	حفاظت کرنے والا	رعیت	رعایا
تائب	توبہ کرنے والا	نفس کشی	نفس کو مارنا	نیچر	فطرت
قاعدہ	طریقہ	موافق	مطابق	پنسال	ہموار سطح
اکھڑ	سخت	قدر و منزلت	عزت و قدر	نادانی	بے وقوفی
شائستگی	تہذیب یافتہ	منحصر ہونا	کسی پر انحصار کرنا	تنزل	زوال

www.ilmkidunya.com

آقا	مالک	معاشرت	طرزِ رہن سہن	بدیوں	برائیوں
بیرونی	باہر کی	اصلاح	درستی	نیست ونابود کرنا	تباہ وبرباد کرنا
معزز	باوقار	وضع	شکل	حاشاوکلا	ہرگز نہیں
شغل واشغال	مشاغل	ضامن	ضمانت دینے والا	پچھلا	پہلا
خضر	راہ نما	فیاض	سخی	ہادی	ہدایت دینے والا
عاقبت سنوارنا	آخرت سنوارنا	پرستش	پوجا کرنا	طاق	ماہر
پوجا	عبادت	لائق	قابل	معزز	قابلِ عزت
مخالف	اُلٹ	برباد کرنا	تباہ کرنا	اجرا	جاری کرنا
خواہش	تمنا	قدیمی	پرانا	قوی	مضبوط۔ طاقت ور
صرافہ	سنار	مکتب	مدرسہ	--	--

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: یہ ایک نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقینی اسی کے موافق اس کے قانون اور اسی کے مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پانی خود اپنی پنسال میں آجاتا ہے اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل وخراب و ناتربیت یافتہ رعایا پر ویسی ہی اکھڑ حکومت کرنی پڑتی ہے۔

حوالہ متن: سبق کا عنوان : اپنی مدد آپ

مصنف کا نام : سرسید احمد خاں

سیاق وسباق: سرسید احمد خاں اپنی مدد آپ کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کی معزز قوموں نے جس خوبی کی بنا پر عزت اور ترقی پائی وہ اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ اگر اقوام اپنی مدد آپ نہیں کرتیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد نہیں کرتا۔ لیکن جو اقوام اپنی مدد آپ کے اُصول پر کاربند ہو کر محنت کرتی ہیں انھیں دنیا کی کوئی طاقت ترقی کرنے سے روک نہیں سکتی۔ وہ قوم دنیا کے لیے ایک کامیاب اور معزز قوم بن کر اُبھرتی ہے۔ کیوں کہ قومی ترقی کی بنیاد شخصی محنت، شخصی عزت اور شخصی ایمان داری پر منحصر ہوتی ہے اور دوسروں کی مدد پر انحصار کرنا بدترین غلامی ہے۔

تشریح: سرسید احمد خاں کسی قوم کی ترقی اور زوال کی اصل وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قانونِ قدرت ہے کہ کسی قوم کے افراد کا جو طرزِ عمل ہوگا اسی کے مطابق اس ملک کے قوانین بنائے جائیں گے اور اسی کے مطابق حکومت ہوگی۔ یعنی جیسی رعایا اور اس کا چال چلن ہوگا ویسے ہی وہاں کے قوانین اور حکمران ہوں گے۔ سرسید احمد خاں اس کی وضاحت ایک مثال سے کرتے ہیں کہ جس طرح پانی خود اپنی ڈھلان میں آتا ہے اسی طرح اگر عوام اچھے، مہذب اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں گے تو وہاں کی حکومت بھی اچھی اور مہذب ہوگی۔ سرسید احمد خاں کے مطابق کسی قوم کی ترقی کا راز اس کے افراد کی محنت، سچائی، دیانت داری اور بہادری میں پوشیدہ ہے۔ ایسی اقوام دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی ہیں۔ لیکن اگر عوام جاہل، بداخلاق اور غیر مہذب ہوں گے۔ سستی، خودغرضی اور بے عزتی جیسی برائیوں کا شکار ہوں گے تو ان پر ویسی ہی خودغرض، خراب اور جاہل حکومت مسلط ہوگی جسے قوم کی خرابی، بے عزتی، غلامی، بداخلاقی اور ناکامی کا بالکل خیال نہ ہوگا۔

www.ilmkidunya.com

پیراگراف 2: قومی ترقی کا مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری اور شخصی ہمدردی کا۔ اسی طرح قومی تنزلی مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خود غرضی اور شخصی برائیوں کا۔ ناتہذیبی وبدچلنی جو اخلاقی وتمدنی یا باہمی معاشرت کی بدیوں میں شمار ہوتی ہے درحقیقت وہ خود اسی شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے ان برائیوں کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالیں اور نیست ونابود کردیں تو یہ برائیاں کسی اور صورت میں اس سے بھی زیادہ زوروشور سے پیدا ہوجائیں گی۔ جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالت کو ترقی نہ دی جاوے۔

سیاق وسباق: سرسید احمد خاں اپنی مدد آپ کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کی معزز قوموں نے جس خوبی کی بنا پر عزت اور ترقی پائی وہ اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ اگر اقوام اپنی مدد آپ نہیں کرتیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد نہیں کرتا۔ لیکن جو اقوام اپنی مدد آپ کے اُصول پر کاربند ہو کر محنت کرتی ہیں انھیں دنیا کی کوئی طاقت ترقی کرنے سے روک نہیں سکتی۔ وہ قوم دنیا کے لیے ایک کامیاب اور معزز قوم بن کر اُبھرتی ہے۔ کیوں کہ قومی ترقی کی بنیاد شخصی محنت، شخصی عزت اور شخصی ایمان داری پر منحصر ہوتی ہے اور دوسروں کی مدد پر انحصار کرنا بدترین غلامی ہے۔

تشریح: سرسید احمد خاں بڑے مدلل انداز میں قومی ترقی اور قومی تنزلی کو بیان کرتے ہیں۔ جس قوم کے افراد اپنی مدد آپ کے اصول پر کاربند ہوں انھیں ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا اور وہ قوم کبھی ناکام نہیں ہوتی۔ اس لیے قومی ترقی کی اصل بنیاد افراد کی ذاتی محنت، عزت، ایمان داری اور ہمدردی پر منحصر ہوتی ہے۔ اسی طرح قومی تنزلی، ناکامی اور غلامی کا اصل سبب اس کے افراد کی ذاتی پستی، بے غیرتی اور خود غرضی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر اقوام کی طرح ان کی کوئی قدرومنزلت نہیں ہوتی اور اگر بیرونی کوششوں سے ان برائیوں کا خاتمہ کرنا چاہیں تو یہ برائیاں کسی اور صورت میں معاشرے میں پھیل جاتی ہیں۔ اس لیے بیرونی مدد کی بجائے ہمیں اپنے شخصی چال چلن کو بہتر بنا کے ان برائیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔

مشق

ا۔ سبق ''اپنی مدد آپ'' کے متن کے حوالے سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) ''خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔'' یہ ایک نہایت آزمودہ ہے:

(الف) ترکیب (ب) مقولہ ✓ (ج) محاورہ (د) ضرب المثل

(ii) ایک شخص میں اپنی مدد آپ کرنے کا جوش ہے اُس کی:

(الف) تنزلی کی بنیاد (ب) شہرت کی بنیاد (ج) عزت کی بنیاد (د) ترقی کی بنیاد ✓

(iii) جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقینی اس کے قانون اور مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔ یہ ایک قاعدہ ہے:

(الف) ہر ملک کا (ب) ہر قوم کا (ج) ہر معاشرے کا (د) نیچر کا ✓

(iv) انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگوں کو خیال ہے کہ ملے کوئی:

(الف) مصر ✓ (ب) سخی (ج) حکمران (د) وزیر باتدبیر

(v) ''اوروں پر بھروسا'' اور ''اپنی مدد آپ'' یہ دونوں اُصول ایک دوسرے کے ہیں:

(الف) بالکل مخالف ✓ (ب) بالکل موافق (ج) قطع حسب حال (د) بالکل ہم وار

جواب

(i)	(ب)	(ii)	(د)	(iii)	(د)	(iv)	(الف)	(v)	(الف)

۲۔ سبق "اپنی مدد آپ" کے متن کے مطابق سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) وہ کون سا آزمودہ مقولہ ہے، جس میں انسانوں کا اور قوموں کا تجربہ جمع ہے؟

جواب: خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ یہ وہ آزمودہ مقولہ ہے جس میں قوموں اور انسانوں کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ جب یہ جذبہ بہت سے شخصوں میں پایا جائے تو وہ قومی ترقی بن جاتی ہے۔

(ب) سرسید احمد خاں کے خیال میں کون سی قوم ذلیل و بے عزت ہو جاتی ہے؟

جواب: سرسید احمد خاں کے نزدیک جو قوم اپنی مدد آپ کا جذبہ بھول جائے تو اس کی عزت از خود چلی جاتی ہے۔ جب ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ قوم ذلیل اور بے عزت ہو جاتی ہے۔

(ج) نیچر کا قاعدہ کیا ہے؟

جواب: نیچر کا قاعدہ یہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے اسی کے موافق اس کے قانون اور اس کے مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔

(د) بیرونی کوششوں سے برائیوں کو ختم کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: بیرونی کوششوں کی مدد سے اگر ہم ترقی کرنا چاہیں گے اور شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی کاہلی اور شخصی خود غرضی سے باہر نہ نکل سکیں گے۔ جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن بہتر نہ ہوگا ترقی ہرگز نہیں ہو سکے گی۔

(ہ) دُنیا کی معزز قوموں نے کس خوبی کی بنا پر عزت پائی ہے؟

جواب: دُنیا کی معزز قوموں نے اپنی مدد آپ کے تحت ترقی کی اور عزت پائی۔

۳۔ سبق "اپنی مدد آپ" کے متن کو مدنظر رکھتے ہوئے جملے مکمل کریں۔

(الف) خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی ________ کرتے ہیں۔

(ب) جس طرح کہ پانی خود اپنی ________ میں آجاتا ہے۔

(ج) قوم شخصی ________ کا مجموعہ ہے۔

(د) قوم کی سچی ہمدردی اور سچی ________ کرو۔

(ہ) ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ کوئی ________ ملے۔

جواب

(الف)	مدد	(ب)	سطح	(ج)	حالتوں	(د)	خیر خواہی	(ہ)	خضر

الف بائی ترتیب اور لغات کا استعمال

اگر الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا جائے کہ حروفِ تہجی کی ترتیب میں آنے والے حروف سے شروع ہونے والے الفاظ پہلے اور بعد میں آنے والے حروف سے شروع ہونے والے الفاظ بعد میں لکھے جائیں تو الفاظ کی ایسی ترتیب کو "حروفِ تہجی" یا "الف بائی ترتیب" کہتے ہیں۔ اُردو، انگریزی اور دیگر تمام زبانوں کی لغات میں الفاظ کو اسی ترتیب سے لکھا جاتا ہے۔ اس طرح لفظوں کی تلاش اور انھیں مرتب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

۴۔ الف بائی ترتیب کے تصور کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل الفاظ کو الف بائی ترتیب سے لکھیں۔

تجربہ نیچر تہذیب پُرکھوں فیاض پرستش آزمودہ پنسال خیرخواہی خضر معمار آیندہ

جواب:

آزمودہ	آیندہ	پُرکھوں	پرستش	پنسال	تجربہ	تہذیب	خیرخواہی	خضر	فیاض	معمار	نیچر

متلازم یا گروہی الفاظ

کچھ الفاظ اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد ہو جاتے ہیں اور جب ہم اُن الفاظ کو اپنی زبان پر لاتے ہیں تو اُن سے متعلق یا منسلک بہت سے دیگر الفاظ ذہن میں آجاتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو متلازم یا گروہی الفاظ کہتے ہیں۔ مثلاً: چڑیا گھر کا لفظ ذہن میں آتے ہی بہت سارے جانور ہمارے تصور میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح کسی درخت کا خیال آتے ہی اس کی شاخیں، پتے، پھول، تنا اور جڑ وغیرہ کا خیال ذہن میں آجاتا ہے۔

۵۔ ذیل میں کچھ ایسے ہی متلازم یا گروہی الفاظ دیے جارہے ہیں۔ آپ اُن سے متعلق یعنی اُن کی رعایت سے کم از کم چار الفاظ سوچ کر لکھیں۔

جواب:

(الف)	چمن:	شجر، پودے، پھَل، پھُول، گھاس، پرندے، مالی، گملے
(ب)	گھر:	کمرے، دالان، باورچی خانہ، ڈیوڑھی، ماں باپ، بہن بھائی
(ج)	مدرسہ:	جماعتیں، اساتذہ، طالب علم، ہیڈ ماسٹر
(د)	دفتر:	میز، کرسیاں، کمپیوٹر، کلرک، سپرنٹنڈنٹ، چپڑاسی، افسر
(ہ)	سمندر:	لہریں، مچھلیاں، ساحل، بحری جہاز
(و)	ویگن:	پہیے، سواریاں، سٹیرنگ وہیل، ڈرائیور

مضمون لکھنا:

مضمون نثر کی ایک ایسی قسم ہے جس میں کسی بھی موضوع پر اظہارِ خیال کیا جاسکتا ہے۔ مضمون میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس موضوع پر آپ لکھ رہے ہیں، اس کے بارے میں آپ کتنی معلومات رکھتے ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار کس طرح کرتے ہیں؟ یاد رکھیے ہر مضمون ہمیشہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے:

۱۔ ابتدائیہ ۲۔ نفسِ مضمون ۳۔ اختتامیہ

ابتدائیہ: موضوع کے انتخاب کے بعد مضمون کی ابتدا میں موضوع کا تعارف لکھا جاتا ہے۔ ابتدائیہ نہایت جامع اور مختصر ہونا چاہیے اور ایسے دل نشین انداز میں لکھنا چاہیے کہ اس کے پڑھنے کے بعد قاری نہ صرف نفسِ مضمون سے ایک حد تک آگاہ ہو جائے بلکہ وہ اپنے آپ کو آیندہ مضمون پڑھنے کے لیے بھی آمادہ پائے۔

نفسِ مضمون: یہ حصہ مضمون کی مرکزی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ مضمون نگار کو چاہیے کہ وہ اپنے خیالات کو ایک خاص ترتیب کے مطابق پیراگرافوں میں تقسیم کر کے لکھے۔ مشکل الفاظ کے بجائے سادہ، عام فہم اور بول چال کی زبان لکھے۔ البتہ جہاں ضروری ہو، وہاں تشبیہات، اشعار، ضرب الامثال، مشاہیر کے قول اقوال، احادیث اور قرآنی آیات سے بھی کام لے مگر ایک بات کو بار بار نہ دہرائے۔ زبان کی اغلاط سے بچے، کیوں کہ زبان کی اغلاط سے مضمون کا حسن غارت ہو جاتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

اختتامیہ: مضمون کے خاتمے پر مضمون کی تمام تفصیلات کو سمیٹ کر چند سطروں میں بیان کرنا چاہیے۔ مضمون کا خاتمہ ایسا مؤثر اور دل پذیر ہونا چاہیے کہ موضوع کے تمام ضروری نکات قاری کی نظروں کے سامنے آجائیں۔

مرکزی خیال یا خلاصہ لکھنا

کسی سبق کا مرکزی خیال تو فقط تین یا چار سطروں پر مشتمل ہوتا ہے مگر سبق کا خلاصہ خاصا طویل ہوتا ہے اور بعض اوقات سبق کے برابر یا اس سے بھی طویل ہو جاتا ہے۔ دراصل خلاصے میں اسی ترتیب کے ساتھ وہ باتیں لکھی جاتی ہیں جو سبق میں بیان کی جاتی ہیں مگر ایک تو خلاصہ سرخیاں دے کر نہیں لکھا جاتا، دوسرے خلاصے میں کوئی شعر بھی نہیں لکھا جاتا کیوں کہ کوئی شعر یا کوئی واقعہ وغیرہ لکھنا ضروری ہوتا تو مصنف اس کا اندراج خود کرتا۔

۶۔ **مرکزی خیال یا خلاصہ لکھنے کے اُصولوں کی روشنی میں سبق ''اپنی مدد آپ'' کا خلاصہ لکھیں۔**

جواب: اپنی مدد آپ ایک عمدہ مقولہ ہے۔ اس میں قوموں اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ ایک شخص میں ایسا جذبہ سچی ترقی کی بنیاد ہے۔ جب کہ بہت سے اشخاص میں یہ جذبہ قومی مضبوطی اور ترقی کی جڑ ہے۔ جب کسی شخص کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس میں یہ جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ اگر گروہ میں یہ جذبہ ختم ہو تو منزل کے ساتھ ساتھ اس میں سے غریت اور عزت بھی جاتی رہتی ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی مدد آپ کے حصول کو ترک کر دے تو وہ دنیا میں ذلیل اور بے عزت ہو جاتی ہے۔ قانونِ فطرت ہے کہ جیسی قوم ہو اس طرح کے قوانین ہوتے ہیں اور ویسی ہی ان کی حکومت ہوتی ہے۔ کسی ملک کی خوبی اور عمدگی کا انحصار وہاں کی حکومت کی بجائے رعایا کے اخلاق و عادات پر ہوتا ہے۔ کیوں کہ قوم شخصی حالتوں کے مجموعے کا نام ہے۔ قومی ترقی شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری اور شخصی ہمدردی کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح قومی تنزلی، شخصی بے عزتی، بے ایمانی، خودغرضی اور شخصی برائیوں کا مجموعہ ہے۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کسی بیرونی کوشش کی بجائے شخصی جماعتوں کی ترقی سے ممکن ہے۔ اے ہم وطنو! قوم کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ قوم کی عزت کے لیے محنت کرو۔ قوم کو ترقی دو تا کہ معزز بن سکو۔ وہ شخص غلام نہیں ہے جس کا آقا ظالم ہو یا حاکم جابر ہو بلکہ حقیقی غلام وہ ہے جو خودغرض اور جہالت کی غلامی میں مبتلا ہو کر قومی ہمدردی سے عاری ہو۔ لوگوں کا خیال ہے کہ کوئی فقیر ملے جو ان کی قوم کی اصلاح کرے۔ حکومت ہمارے مسائل حل کرے۔ گویا ہر چیز ہمارے لیے کی جائے اور ہم کچھ نہ کریں۔ یہ خیال انسانی بدنیتی کی تعلیم دیتا ہے اور اسی کا نام ذلت ہے۔ ایک نسل دوسری نسل کی محنت پر عمارت بناتی ہے اور اسے اعلیٰ درجے تک پہنچاتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔ اس کو ترقی دیں اور آئندہ نسلوں کے لیے بہتر حالت میں چھوڑیں۔ ایک مسکین شخص جو اپنے ساتھیوں کی محنت، ایمان داری اور پرہیزگاری کی نظیر دکھاتا ہے۔ اس کا اثر دوسروں میں جاتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے نظیر بن جاتا ہے۔ گویا شخصی چال چلن عمدہ ہتھیار ہے۔ یہ تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے اور اپنی عاقبت سنوارنے کا درس دیتی ہے۔ یہ تعلیم کسی کتاب یا کسی درس گاہ سے نہیں ملتی۔ عمدہ چال چلن اور عمل صالح ہی انسان کو معزز اور قابلِ ادب بناتے ہیں۔

۷۔ **درج ذیل اقتباس کی تشریح لکھیں۔ تشریح سے پہلے مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی دیں۔**

(الف) قومی ترقی کا مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری اور شخصی ہمدردی کا۔ اسی طرح قومی تنزلی مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خودغرضی اور شخصی برائیوں کا۔ ناتہذیبی و بدچلنی جو اخلاقی و تمدنی یا باہمی معاشرت کی بدیوں میں شمار ہوتی ہے درحقیقت وہ خود اسی شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے ان برائیوں کو جڑ سے اُکھاڑ ڈالیں اور نیست و نابود کر دیں تو یہ برائیاں کسی اور صورت میں اس سے بھی زیادہ زور و شور سے پیدا ہو جائیں گی۔ جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتوں کو ترقی نہ دی جاوے۔

سبق کا عنوان: اپنی مدد آپ

مصنف کا نام: سر سید احمد خاں

تشریح:

سر سید احمد خاں بڑے مدلل انداز میں قومی ترقی اور قومی تنزلی کو بیان کرتے ہیں۔ جس قوم کے افراد اپنی مدد آپ کے اصول پر کاربند ہوں انھیں ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا اور وہ قوم کبھی ناکام نہیں ہوتی۔ اس لیے قومی ترقی کی اصل بنیاد افراد کی ذاتی محنت، عزت، ایمان داری اور ہمدردی پر منحصر ہوتی ہے۔ اسی طرح قومی تنزلی، ناکامی اور غلامی کا اصل سبب اس کے افراد کی ذاتی پستی، بے عزتی اور خودغرضی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر اقوام کی طرح اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی اور اگر بیرونی کوششوں سے ان برائیوں کا خاتمہ کرنا چاہیں تو یہ برائیاں کسی اور صورت میں معاشرے میں پھیل جاتی ہیں۔ اس لیے بیرونی مدد کی بجائے ہمیں اپنے شخصی چال چلن کو بہتر بنا کے ان برائیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔

(ب) بڑا سچا مسئلہ اور نہایت مضبوط جس سے دنیا کی معزز قوموں نے عزت پائی وہ اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ جس وقت لوگ اس کو اچھی طرح سے سمجھیں گے اور کام میں لاویں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈنا بھول جاویں گے۔ اوروں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔ پچھلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پہلا خود انسان کو۔

تشریح:

اس پیراگراف میں سر سید اپنی مدد آپ کے مقولے پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت پر مبنی مسئلہ ہے۔ غور کیا جائے تو دنیا کی عزت دار اور ترقی یافتہ قوموں نے عزت صرف اور صرف اپنی مدد آپ کے اوپر عمل کر کے حاصل کی۔ ہماری قوم بھی جب اس مقولے کی اہمیت کو سمجھے گی اور عمل شروع کرے گی تو پھر کسی خضر کا انتظار نہیں کرے گی۔ اپنی مدد آپ کرنا اور دوسروں پر انحصار کرنا دو متضاد چیزیں ہیں۔ اوروں پر بھروسہ کرنے والا اپنے آپ کو برباد کر لیتا ہے اور اپنی مدد آپ کرنے والا ترقی کی راہ پر چلتا ہے۔

سرگرمیاں:

- کلاس کا ایک طالب علم سکول کی لائبریری یا کہیں اور سے مقالات سر سید کی جلد پنجم حاصل کرے اور اس میں سے ایک اور مضمون ''آزادی رائے''، پڑھ کر اپنے ساتھیوں کو سنائے۔
- کلاس کے تمام طالب علم مولانا ظفر علی خاں کے اس شعر کو:

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

چارٹ کی صورت میں لکھیں جس کا چارٹ اوّل آئے، اُسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔

- جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن دُرست
اللّٰہ آبرو سے رکھے اور تن دُرست

نظیر اکبر آبادی کے اس شعر کے مفہوم کے مدِّنظر ''صحت و صفائی'' یا ''تن درستی ہزار نعمت ہے'' کے موضوع پر ایک مضمون لکھیں اور اس مضمون کو جماعت میں سُنائیں۔

www.ilmkidunya.com

اشاراتِ تدریس:

ا۔ اساتذہ طلبہ کو مقولہ ''خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں اور طلبہ کو اس ضمن میں قرآنی تعلیمات سے بھی آگاہ کریں۔

۲۔ اساتذہ طلبہ سے ''اپنی مدد آپ'' کے اُصول کے پیشِ نظر علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی تشریح کروائیں:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

۳۔ اساتذہ ''پاکستان کی معاشی پس ماندگی کے اسباب'' میں سے چند اسباب طالب علموں کے گوش گزار کریں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) سبق ''اپنی مدد آپ'' کے مصنف ہیں:

(الف) سید سلیمان ندوی (ب) علامہ شبلی نعمانی (ج) سرسید احمد خاں ✓ (د) مولوی عبدالحق

(2) نہایت آزمودہ اور عمدہ ہے: ''خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔''

(الف) محاورہ (ب) قول (ج) کہاوت (د) مقولہ ✓

(3) اپنی مدد آپ کرنے کی تمنا اگر دل سے مٹ جائے تو:

(الف) غیرت و عزت کھو جاتی ہے ✓ (ب) بدنامی ہوتی ہے
(ج) تن آسانی پیدا ہو جاتی ہے (د) ہمت ختم ہو جاتی ہے۔

(4) شخصی سُستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی اور شخصی برائی مجموعہ ہے:

(الف) قومی تنزلی کا ✓ (ب) شخصی آزادی کا (ج) شخصی مخدوشی کا (د) ذاتی ناکامی کا

(5) سرسید کے نزدیک عمدہ حکومت کا انحصار ہے:

(الف) عمدہ رعایا پر (ب) عدلیہ پر (ج) قومی چال چلن پر ✓ (د) قانونی حکمرانی پر

(6) عمدہ حکومت کرنی پڑتی ہے:

(الف) جاہل رعایا پر (ب) اکھڑ رعایا پر (ج) عمدہ رعایا پر ✓ (د) جاہل رعایا پر

(7) شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری اور شخصی ہمدردی مجموعہ ہے:

(الف) قومی تنزلی کا (ب) قومی ترقی کا ✓ (ج) قومی خود غرضی کا (د) قومی آوارگی کا

(8) جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی ترقی نہ ہوگی ملک:

(الف) ترقی کرے گا (ب) ترقی نہیں کرے گا ✓ (ج) خود غرضی نہیں ہوگی (د) لالچ نہیں ہوگی

(9) انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگوں کا خیال ہے کہ ہمیں ملے:

(الف) کوئی دشمن (ب) کوئی لیڈر (ج) کوئی خضر ✓ (د) کوئی طبیب

www.ilmkidunya.com

(10) جو شخص خودغرضی کی غلامی میں مبتلا ہو اور قومی ہمدردی سے بے پروا ہو وہ شخص:
(الف) اصلی آزاد ہے (ب) اصلی غلام ہے ✓ (ج) اصل نکما ہے (د) اصلی بداخلاق ہے

(11) دنیا کی معزز قوموں نے ترقی پائی:
(الف) خودغرضی کے تحت (ب) سچائی کے تحت (ج) دوسروں کی مدد کے تحت (د) اپنی مدد آپ کے تحت ✓

(12) محنتی اور مستقل مزاج حاصل کر لیتا ہے ایک دن:
(الف) ناکامی (ب) کامیابی ✓ (ج) مشکل (د) پرہیزگاری

(13) ایک نسل نے دوسری نسل کی محنت پر بنائی ہے ایک:
(الف) عمارت ✓ (ب) کٹیا (ج) جھونپڑی (د) مکان

(14) انسان کی اصل زندگی ہے:
(الف) حکومت سے (ب) اعمال سے (ج) عزت سے ✓ (د) لالچ سے

(15) ولیم ڈراگن آئرلینڈ کا تھا:
(الف) صدر (ب) وزیراعظم ✓ (ج) وزیراعلیٰ (د) ایم این اے

(16) سرسید احمد خاں کے نزدیک انسان کو عظیم بناتا ہے:
(الف) اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا (ب) اپنی مدد آپ کرنا ✓ (ج) سچ بولنا (د) وعدہ وفائی کرنا

(17) پانی خود آجاتا ہے اپنی:
(الف) کھیت میں (ب) چال میں (ج) پنسال میں ✓ (د) ڈھلان میں

(18) ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی محنت سے حاصل کی گئی جائیداد کو:
(الف) بے دریغ لٹانا چاہیے (ب) ترقی دینی چاہیے ✓ (ج) غنیمت سمجھنا چاہیے (د) حفاظت کرنی چاہیے

(19) سرسید احمد خاں کے نزدیک عمدہ عملی تعلیم ہے:
(الف) محنت سے جی چرانا (ب) شخصی چال چلن بہتر کرنا ✓ (ج) بے توقیری کرنا (د) لاپرواہی کرنا

(20) سرسید احمد خاں کہتے ہیں کہ دوسروں پر بھروسہ کرنا انسان کو:
(الف) باعزت بنا دیتا ہے (ب) بے اختیار بنا دیتا ہے (ج) معزز بنا دیتا ہے (د) بے غیرت بنا دیتا ہے ✓

(21) شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ہمدردی اور شخصی ایمان داری مجموعہ ہے:
(الف) بہتر مستقبل کا (ب) بہتر زندگی کا (ج) قومی ترقی کا ✓ (د) قومی تنزلی کا

(22) کسی شخص میں اپنی مدد آپ کرنے کا جذبہ ہے اس کی سچی:
(الف) ترقی کی بنیاد ✓ (ب) تنزلی کی بنیاد (ج) دنیاوی بنیاد (د) کامیابی کی بنیاد

(23) سرسید احمد خاں کے نزدیک کسی فرد کی حقیقی اصلاح کون کر سکتا ہے؟
(الف) لیڈر (ب) والدین (ج) وہ خود ✓ (د) دوست

www.ilmkidunya.com

جواب

(1)	(ج)	(2)	(د)	(3)	(الف)	(4)	(الف)	(5)	(الف)
(6)	(ج)	(7)	(ب)	(8)	(ب)	(9)	(ج)	(10)	(ب)
(11)	(د)	(12)	(ب)	(13)	(الف)	(14)	(ج)	(15)	(ب)
(16)	(ب)	(17)	(ج)	(18)	(ب)	(19)	(ب)	(20)	(د)
(21)	(ج)	(22)	(الف)	(23)	(ج)	--	--	--	--

اضافی مختصر سوالات

(1) سرسید احمد خاں کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: سرسید احمد خاں ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔

(2) سرسید احمد خاں نے ابتدائی تعلیم و تربیت کس سے حاصل کی؟

جواب: سرسید احمد خاں نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنی والدہ سے حاصل کی جو خاصی تعلیم یافتہ اور روشن خیال تھیں۔

(3) تعلیم پانے کے بعد سرسید احمد خاں کس دربار سے وابستہ ہو گئے تھے؟

جواب: تعلیم پانے کے بعد سرسید احمد خاں مغلیہ دربار سے وابستہ ہو گئے تھے۔

(4) سرسید احمد خاں کی زندگی کا اہم مشن کب شروع ہوا؟

جواب: سرسید احمد خاں کی زندگی کا اہم مشن 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد شروع ہوا۔

(5) سرسید احمد خاں نے کہاں کہاں سکول کھولے؟

جواب: سرسید احمد خاں مراد آباد اور غازی آباد میں سکول کھولے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے علی گڑھ کالج بھی قائم کیا۔

(6) سائنٹفک سوسائٹی کا کیا مقصد تھا؟

جواب: کتابوں کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرنے کے لیے سائنٹفک سوسائٹی قائم کی گئی۔

(7) سرسید احمد خاں نے کون سا رسالہ جاری کیا؟

جواب: سرسید احمد خاں علمی و ادبی رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔ جس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

(8) سرسید احمد خاں کی اہم تصانیف کے نام بتائیں۔

جواب: سرسید احمد خاں کی اہم تصانیف میں "آثار الصنادید، تبیین الکلام، خطباتِ احمدیہ اور تفسیر قرآن" شامل ہیں۔

(9) سرسید احمد خاں کب فوت ہوئے؟

جواب: سرسید احمد خاں 27 مارچ 1898ء کو فوت ہوئے۔

www.ilmkidunya.com

(10) سرسید کی نظر میں قومی ترقی کیسے ممکن ہے؟

جواب: سرسید کی نظر میں پوری قوم میں اپنی مدد آپ کا جوش پایا جائے تو پھر قومی ترقی ممکن ہے؟

(11) کوئی قوم دوسری قوموں کی نظروں میں ذلیل اور بے عزت کب ہوتی ہے؟

جواب: اگر کسی قوم میں اپنی مدد آپ کا جوش نہ رہے تو اس کی غیرت وحمیت ختم ہو جاتی ہے۔ یوں وہ سب کی نظروں میں ذلیل ہو جاتی ہے۔

(12) کسی ملک کی خوبی وعمدگی کس بات پر منحصر ہوتی ہے؟

جواب: کسی ملک کی خوبی وعمدگی وہاں کے عوام کے چال چلن پر منحصر ہوتی ہے۔

(13) سرسید احمد قومی ترقی کا مجموعہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: سرسید احمد خان کی نظر میں قومی ترقی شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری اور شخصی ہمدردی کا مجموعہ ہے۔

(14) مصنف نے قومی تنزل کس کو کہا ہے؟

جواب: مصنف نے قومی تنزل شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی اور شخصی خود غرضی کو کہا ہے۔

(15) سرسید نے اپنے ہم وطنوں کو کیا نصیحت کی ہے؟

جواب: سرسید نے اپنے ہم وطنوں کو قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کی نصیحت کی ہے۔

(16) سرسید احمد خان کے مطابق اصلی غلام کون ہے؟

جواب: سرسید احمد خان کے مطابق جو بد اخلاقی، خود غرضی، جہالت اور کاہلی کا مطیع ہو وہی اصلی غلام ہے۔

(17) انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگ کسے ڈھونڈتے ہیں؟

جواب: انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگ کسی خضر یا سخی گورنمنٹ کو ڈھونڈتے ہیں۔

(18) دنیا کی قوموں نے کس چیز سے عزت پائی ہے؟

جواب: دنیا کی قوموں نے اپنی مدد آپ سے عزت پائی ہے۔

(19) اپنی مدد آپ اور دوسروں پر بھروسے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: اپنی مدد آپ سے انسان کی کمزوریاں ختم ہو جاتی ہیں، جب کہ دوسروں کی مدد لینے سے انسان بے غیرت بن جاتا ہے۔

(20) سرسید کے مطابق انسان کی موجودہ ترقی کیسے ممکن ہوئی ہے؟

جواب: سرسید کے مطابق انسان کی موجودہ ترقی انسانوں کے نسل در نسل کے کاموں سے ممکن ہوئی ہے۔

(21) مثلِ مارِ سرِ گنج سے کیا مراد ہے؟

جواب: مثلِ مارِ سرِ گنج سے مراد بے حد کنجوس ہونا ہے جیسا کہ سانپ بن کر خزانے پر بیٹھا ہوا اور اسے کسی کو استعمال نہیں کرنے دیتا۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۵ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

مصنف کا تعارف: ڈپٹی نذیر احمد (۱۸۳۶ء - ۱۹۱۲ء)

مولوی نذیر احمد جن کو ادبی دنیا میں ڈپٹی نذیر احمد کہا جاتا ہے، ضلع بجنور (یوپی، انڈیا) کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''ریہڑ'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی میں اپنے والد سے، جو گاؤں میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، حاصل کی اور پھر دہلی جا کر دہلی کالج میں داخلہ لے لیا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

ڈپٹی نذیر احمد بچپن ہی سے ڈپٹی کلکٹر بننے کا، جو اُس زمانے میں بہت ترقی یافتہ عہدہ خیال کیا جاتا تھا، خواب دیکھتے تھے، جو ایک روز پورا بھی ہو گیا۔ اُنھوں نے اس مقام و مرتبہ کو پانے کے لیے سخت محنت کی اور زمانے کے بڑے نشیب و فراز دیکھے۔ اُنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو بھی بہت قریب سے دیکھا کیوں کہ اُن دنوں آپ دہلی میں مقیم تھے۔ آپ سر سید احمد خاں کے افکار سے بہت متاثر تھے اس لیے ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان اشراف کی تعلیمی حالت کو سدھارنے کے لیے لکھنے لکھانے کا کام کیا اور اپنی کوششوں میں کسی حد تک کامیاب رہے۔

ڈپٹی نذیر احمد ناول پڑھنے کے بے حد شائق تھے مگر اُن کے سامنے اُردو میں ناول کا کوئی نمونہ موجود نہ تھا، البتہ اُنھوں نے اپنے طور پر کوشش کی اور اُردو ناول نگاری کے میدان میں پہلا قدم رکھا۔ وہ چوں کہ ایک معاملہ فہم، زیرک اور زبان و بیان پر قدرت رکھنے والے زبردست آدمی تھے اس لیے اُنھوں نے انھی خوبیوں کی بدولت اُردو ناول نگاری کی داغ بیل ڈالی۔ اُنھوں نے متعدد اصلاحی ناول لکھے جن میں ''مراۃ العروس''، ''بنات النعش''، ''توبۃ النصوح''، ''فسانۂ مبتلا''، ''ابن الوقت''، ''رویائے صادقہ'' اور ''ایامیٰ'' شامل ہیں جو تمام کے تمام اصلاحی ناول ہیں۔ جن کے کرداروں کے ذریعے خاص طور پر اچھائی یا برائی کا فرق اور مسلمان اشراف گھرانوں کی عورتوں کی گھریلو زندگی کی عکس بندی اور اُن کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔

شاملِ کتاب اقتباس ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' اُن کے ناول ''توبۃ النصوح'' سے مستعار ہے۔ ناول کے اس حصے میں خاندان کے سربراہ نصوح کے بڑے بیٹے کلیم کا ذکر ہے جو اپنے وقت کا معروف شاعر ہے مگر اپنے حال میں مست رہتا تھا اور تمسخر کے انداز کے میں اس کے دوست: مرزا ظاہر دار بیگ کا بیان ہے جس کا ظاہر اُس کے باطن سے قطعی مختلف تھا۔

مرکزی خیال

''توبۃ النصوح'' ڈپٹی نذیر احمد کا ایک معاشرتی ناول ہے۔ اس ناول سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک باپ کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مترادف ہے۔ بچوں کو اپنے والدین کا مطیع و فرماں بردار ہونا چاہیے۔ اگر وہ نافرمانی کریں گے تو اذیت و رسوائی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ کلیم شاعری کے میدان میں بلند مقام رکھتا ہے لیکن معمولی سی بات پہ باپ سے ناراض ہو کر گھر سے نکل جاتا ہے اور اس کا قریبی دوست مرزا ظاہر دار بیگ بھی اس کی کوئی مدد نہیں کرتا اور وہ رُسوا ہو کر گھر کو لوٹتا ہے۔

خلاصہ

کلیم نصوح کا بڑا بیٹا ہے جس میں بہت سی برائیاں موجود ہیں۔ کلیم دہلی کے ایک نامور رئیس کا بیٹا ہے۔ گھر کے لاڈ پیار اور بُری صحبت نے اس میں بہت سی بُرائیاں پیدا کر دیں۔ اسے شعر و شاعری اور کھیل تماشوں کا شوق ہے۔ کام کاج کی ذمہ داریوں سے وہ جی چراتا ہے۔ اس کے باپ کی دولت

www.ilmkidunya.com

کی وجہ سے خود غرض لوگ اس کے دوست بن گئے۔ نصوح کی شدید خواہش تھی کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت بہترین دینی احکام کے مطابق کرے لیکن کلیم اپنے بُرے طور طریقوں کو چھوڑنے پر ہر گز تیار نہیں ہوتا۔ کئی مرتبہ باپ نے بڑے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ ایک دن باپ نے کلیم کو اپنے پاس نصیحت کے لیے بُلایا تو اس نے نافرمانی کی تب ماں نے زیادہ اصرار کیا تو وہ سب سے آنکھ بچا کر بنا بتائے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ گھر سے وہ سیدھا اپنے ایک دوست مرزا ظاہر دار بیگ کے گھر ہولیا۔ یوں تو مرزا ظاہر دار بیگ غریب آدمی تھا مگر اپنے آپ کو بہت امیر ظاہر کیا کرتا تھا۔ ہر وقت رئیس زادوں کی طرح بنا ٹھنا رہتا تھا۔ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ گہرے دوست تھے۔ اس نے اپنے گہرے دوست کلیم کو بتا رکھا تھا کہ وہ بے حد امیر ہے اور اس کے بہت سارے دیوان خانے، سرائیں، پائیں باغ، کٹڑے، حمام اور محل سرائیں۔ کلیم اسی خیال کو ذہن میں لیے جمعدار صاحب کی محل سرا میں پہنچا۔ لونڈی نے بتایا کہ مرزا تو پچھواڑے میں اُپلوں کی ٹال کے برابر ایک کچے مکان میں رہتا ہے۔ لہٰذا اسے یوں معلوم پڑتا ہے کہ وہ کوئی رئیس زادہ نہیں بلکہ ایک کنگال شخص ہے۔ مرزا ننگ دھڑنگ گھر سے باہر آیا اور کلیم کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا۔ کلیم نے بتایا کہ وہ وہیں اس کے پاس رات کو ٹھہرے گا۔ مرزا اس کو ایک پرانی چھوٹی سی مسجد میں ٹھہرانے لے گیا۔ مسجد وحشت ناک، ہزار ہا چمگادڑیں اور فرش پر پڑی بیٹیں جیسے کھڑنجے کے فرش کا سماں پیش کر رہی ہوں۔ کلیم حیرت زدہ رہ گیا کہ مرزا کی عمارت کہاں گئی۔ مرزا نے آنے کی بابت پوچھا تو کلیم نے باپ کی طلب، بھائی کی التجا، ماں کا اسرار اور اپنے انکار کا ماجرا سنایا۔ کلیم نے پوچھا کہ تمھاری امارات اور جاہ و حشمت کا قصہ کیا ہوا؟ مرزا نے بتایا کہ جمعدار مرحوم نے مجھے اپنا جانشین مقرر کیا مگر لوگوں نے اس میں رخنہ ڈالا۔ اب آپ آرام فرمائیے میں گھر سے بچھونا بھجواتا ہوں۔ کلیم نے کہا پہلے ایک چراغ تو بھجوا دیں کہ تاریکی ہے۔ مرزا نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی چاند نکلنے والا ہے روشنی ہو جائے گی۔ کلیم چوں کہ گھر سے بھوکا ہی چل پڑا تھا اور منتظر تھا کہ مرزا کھانے کا ضرور پوچھے گا لیکن مرزا نے مطلق پرواہ نہ کی۔ آخر اس نے خود ہی ڈھیٹ بن کر کھانے کا تقاضا کیا۔ مرزا نے کہا کہ اب تو سب دکانیں بند ہو گئیں اور گھر میں آج کچھ نہیں۔ چلو میں چھدامی بھڑ بھونجے سے گرما گرم خستہ چنے بھنوا لاتا ہوں۔ دھیلے کے چنے لا کر مرزا چنوں کی خوب تعریفیں کرنے لگا دیکھو کیسی سوندھی خوش بو آرہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے خوش قطع اور سڈول چنے کیا تم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے۔ کلیم چوں کہ بھوکا تھا اس لیے اسے چنے مزیدار معلوم ہوئے۔ مرزا نے گھر جا کر ایک میلی سی دری اور گندا تکیہ بھیج دیا۔ کلیم کو یہ رات عبرت محسوس ہوئی کہ عشرت وخلوت سے اُٹھ کر ایک مسجد میں آپڑا۔ اگلی صبح دن چڑھے جاگا تو دیکھتا ہے کہ مسجد کے فرش پر پڑا ہے اور کوئی عیار اس کی ٹوپی، جوتی، رومال، چھڑی، تکیہ، دری سب لے کر چمپت ہوا۔ مسجد ویران تھی اور پانی تک نہ تھا۔ کلیم صبر سے بیٹھا مرزا کا انتظار کرتا رہا مگر اُس کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ دوپہر کو کوئی لڑکا کھیلتا ہوا آنکلا کلیم نے پکارا تو خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔

ناچار کلیم نے وہ دن فاقے سے گزارا۔ رات ہوئی تو سیدھا مرزا کے مکان پر گیا پتہ چلا کہ وہ تو سویرے ہی قطب صاحب چلا گیا ہے۔ کلیم نے سوچا کہ منہ ہاتھ دھونے کو پانی مانگ لوں اور مرزا کی پرانی جوتی اور ٹوپی مانگ لوں تو کہا کہ مرزا ظاہر دار بیگ میرا دوست ہے اس کی وجہ سے میں نے رات مسجد میں کاٹی۔ گھر سے آواز آئی مرزا زبردست بھاگو! اس سے تکیہ اور دری تو لے لو کہیں چلا نہ جائے۔ یہ سن کر کلیم تیزی سے بھاگا تو زبردست نے فوراً پیچھا کرتے ہوئے گلی کی نکڑ پر "چور چور" کہہ کر پکڑ لیا اور کوتوالی لے گیا۔

کلیم نے اپنا حسب نسب بتایا تو کوتوال نے کہا کہ کلیم تو نصوح کا بڑا بیٹا ہے اور اس کی شاعری کی دھوم ہے اور تم تو ننگے سر اور ننگے پاؤں ہو۔ کلیم نے کہا کہ میں ہی وہ بدنصیب ہوں کل شب مسجد و مرزا کی شان میں جو کہا سُنا دیا۔ کلام سُن کر کوتوال نے اتنی رعایت دی کہ دو سپاہی کلیم کے ہمراہ بھیجے کہ نصوح اگر اس کو اپنا بیٹا بتائیں تو چھوڑ دینا ورنہ واپس حوالات میں رکھنا۔

سپاہی نے جب نصوح کے پاس جا کر کلیم کے متعلق پوچھا تو اس نے آنکھیں نیچی کر کے کہا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ڈوبتے دم تک بیٹا ہی کہا تھا تو اس کے فرزند ہونے سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی
لونڈیاں	خادمائیں، نوکرانیاں
پائیں باغ	محل کے پیچھے کا باغ
کرنجی	نیلی
متنفس	جان دار
تسبیح بے ہنگام	بے وقت کا شور
دفع دخل	پیش بندی
خفقان کا عارضہ	دل کی بیماری
روگ	بیماری
قصداً	جان بوجھ کر
بھڑ بھونجے	اناج بھوننے والا
سوندھی سوندھی	دھیمی خوش بو
کثیف	میلا، گندہ
گجردم	صبح سویرے
چمپت ہوا	بھاگ گیا
احتمال	شک
رخنہ اندازیاں	رکاوٹیں
بھبھوت	راکھ
تامل	ہچکچاہٹ
کوتوالی	تھانہ
شہرہ	شہرت

الفاظ	معانی
اشتداد	شدت
محل سرا	امیروں کے رہنے کی جگہ
کٹڑے	کئی مکانوں کا مجموعہ
مسجدِ ضرار	منافقین کی تعمیر کردہ مسجد
چاروناچار	مجبوراً
نیتِ شب حرام	رات کے وقت کی نیت اچھی نہیں ہوتی
استراحت	آرام
غشی	بے ہوشی
بھوک سہارنا	بھوک برداشت کرنا
دھیلے کا	آدھے پیسے کا
حضورِ والا کا خاصہ	بادشاہ کے کھانے میں
خلوت خانہ	سونے کا کمرا
ہجو	وہ نظم جس میں بُرائی بیان کی گئی ہو
شمہ	ذرا سا
متبنّیٰ	لے پالک
استقلال مزاجی	مستقبل مزاجی
ضماد	لیپ
چشم زدن میں	فوراً
حسب نسب	خاندانی سلسلہ
قطب صاحب	دہلی کا ایک بلند مینار

الفاظ	معانی
جمعدار	رئیس، سردار
حوض اور حمام	تالاب اور نہانے کی جگہ
ہم رکاب	ہم راہ، ساتھ
متصرف	قبضہ کرنے والا
کھڑنجے کا فرش	کھڑی اینٹ کا فرش
علیل	بیمار
اختلاجِ قلب	دل کی دھڑکن
ناملائم	ناگوار
دیو اشتہا	بھوک کا دیو
بھاڑ	دانے بھوننے کی بھٹی
بسنتی	پیلا
مونس	ہمدرد
منکف	جدا، الگ
سخن سازی	بات بنانا
رؤسا	رئیس کی جمع، امیر لوگ
معترض	اعتراض کرنے والا
ہیئت کذائی	بُری حالت
زبردست کا ٹھینگا سر پر	طاقت ور اپنی بات منوا لیتا ہے
باور	یقین
الوان نعمت	طرح طرح کے کھانے

www.ilmkidunya.com

تنبیہ پکڑنا	نصیحت حاصل کرنا
دھیلہ	آدھا پیسہ
بندہ نوازی	غریب پروری
لمبی تان کر سونا	بے فکر ہو کر سونا
راسخ	سچا
عیوب	عیب، برائیاں
ماجرا	قصہ، کہانی
کنارہ کش ہونا	دامن بچانا
مذکورہ	جس کا ذکر کیا گیا ہو
تذکرہ	ذکر
ماکولات	کھانے کی چیزیں
افعال	فعل کی جمع، کام
سڈول	خوب صورت
مطلق	بالکل
خوش قطع	عمدہ تراشے ہوئے
دندان آز تیز ہیں	مرد لالچ کرتے ہیں
چڑ چڑا ہونا	بے باکانہ باتیں کرنا
قلب ماہیت	حالت تبدیل ہونا
دوزخِ شکم	پیٹ کا دوزخ

قصیدہ	وہ نظم جس میں کسی کی تعریف کی گئی ہو
خودستائی	اپنی تعریف کرنا
متعدد	کئی، بہت سے
ترکہ	مرتے وقت چھوڑی ہوئی جائیداد
ڈیل	جسم
کترانا	دامن بچانا
دیوان خانہ	بیٹھک
ابابیل	ایک پرندے کا نام
گنج	خزانہ، گودام
ماہتاب	چاند
بے باکانہ	شوخی سے
طیش	غصہ
ظریف	مسخرہ
آنتوں کا قل اللہ پڑھنا	سخت بھوک لگنا
تیرِ ستم چلنا	ظلم ہونا
شعر گوئی	شعر کہنا
سڑی	پاگل، دیوانہ
تعارف	جان پہچان
خستگی	بھربھرا پن

مثنوی	شعر کی کہانی
ہرچند	اگرچہ
خود پسندی	اپنے آپ کو پسند کرنا
خوشامد	جھوٹی تعریف
لگن	شوق
جواب ندارد	جواب غائب
مِلک	جائیداد
دستک دینا	کھٹکھٹانا
جاہ وحشمت	شان وشوکت
صدہا	سینکڑوں
چرب زبانی	چکنی چپڑی باتیں کرنا
غایت درجے کی	حد درجے کی
بے بہرہ	بے اجر
زیر کرنا	مطیع کرنا
بار آور ہونا	پھل لانا
قطع وبرید	کانٹ چھانٹ
سنگین	شدید
افکار تازہ	نئے خیالات
--	--

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ نہایت پرانی چھوٹی سی مسجد ہے، مسجد ضرار کی طرح ویران وحشت ناک ۔ نہ کوئی حافظ ہے، نہ طالب علم، نہ مسافر۔ ہزار ہا چمگادڑیں اس میں رہتی ہیں کہ اُن کی تسبیحِ بے ہنگام سے کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ فرش پر اس قدر بیٹ پڑی ہے کہ بجائے خود کھڑنجے کا فرش بن گیا ہے۔ مرزا کے انتظار میں چار و ناچار اِسی مسجد میں ٹھہرنا پڑا۔ مرزا آئے بھی تو اتنی دیر کے بعد کہ کلیم مایوس ہو چکا

تھا۔ قبل اس کے کہ کلیم شکایت کرے مرزا صاحب بطورِ دفع دخل مقدر فرمانے لگے کہ بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت علیل ہے۔ خفقان کا عارضہ، اختلاجِ قلب کا روگ ہے۔ اب جو میں آپ کے پاس سے گیا تو اُن کو غشی میں پایا۔ اسی وجہ سے دیر ہوئی۔ پہلے تو یہ فرمایئے کہ اس وقت بندہ نوازی فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ کلیم نے باپ کی طلب، اپنا انکار، بھائی کی التجا، ماں کا اصرار تمام ماجرا کہہ سنایا۔

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

مصنف کا نام : ڈپٹی نذیر احمد

ماخذ : توبۃ النصوح

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ویران	اُجاڑ	وحشت ناک	خوف ناک	چمگادڑ	ایک کالے رنگ کا بدنما سا پرندہ جو رات کو نظر آتا ہے۔
تسبیح بے ہنگام	بے موقع کی تکرار	کھڑے نچے کا فرش	کھڑی اینٹ کا فرش	علیل	بیمار
خفقان کا عارضہ	دل کی دھڑکن	--	--	--	--

سیاق و سباق: کلیم شہر کے رئیس کا بیٹا ہے۔ ایک رات اپنے گھر والوں سے لڑ جھگڑ کر اپنے دوست مرزا ظاہر دار بیگ کی محل سرا پہنچا تو پتہ چلا وہ پیچھے اُپلوں کی ٹال کے پاس رہتا ہے۔ مرزا اُسے گھر کی بجائے قریبی ویران سی مسجد میں ٹھہرانے لے گیا۔ کھانے میں اسے سوکھے چنے کھلا کر اور گندی سی دری اور تکیہ بھیج کر غائب ہو جاتا ہے۔ اگلی شام تک کلیم اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ نہ آیا تو سیدھا اس کے گھر پہنچا۔ گھر والوں نے دری اور تکیہ مانگنے کا تقاضا کیا تو کلیم بھاگ نکلا مگر زبردست بیگ نے چور سمجھ کر کوتوالی کے حوالے کر دیا۔ کلیم نے اپنا تعارف کروایا تو کوتوالی کو یقین نہ آیا کیوں کہ وہ کپڑوں اور حلیے سے مفلوک الحال معلوم پڑتا تھا۔ کوتوالی نے کہا کہ ابھی رات ہے حوالات میں رکھو صبح اس کے باپ کے پاس لے جانا اگر وہ مان لے تو ٹھیک ورنہ حوالات میں واپس لے آنا۔

تشریح: مرزا ظاہر دار بیگ کلیم کو ایک پرانی سی مسجد میں چھوڑ گیا جو مسجد ضرار مدینہ کی طرح لگتی تھی جسے مدینہ کے منافقین نے اسلام کو زک پہنچانے کے لیے بنوائی تھی۔ مگر نہ تو وہاں کوئی حافظ قرآن تھا، نہ مولوی اور نہ ہی طالب علم۔ کلیم کو لگا کہ وہ مسجد بھی اسی طرح کی تھی جہاں ہزاروں چمگادڑوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے جن کے شور سے کان پھٹے جا رہے تھے۔ فرش پر پرندوں کی اتنی بیٹیں تھیں کہ وہ کھڑی اینٹ کا فرش معلوم پڑتا تھا۔ کلیم مجبوراً مرزا کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ بہت دیر بعد جب مرزا آیا تو قبل اس کے کہ کلیم پہلے اپنا شکوہ کرتا مرزا فوراً گویا ہوا کہ میری بیوی کئی دنوں سے بیمار ہے اسے دل کے بہت تیزی سے دھڑکنے کی بیماری ہے۔ یہاں سے اب جو میں گھر گیا تو وہ وہاں بے ہوش پڑی تھی اس لیے مجھے دیر ہو گئی۔ ہاں! تو اب فرمایئے کہ اس وقت مجھے عزت دینے کی کیوں تکلیف فرمائی۔ جواب میں کلیم نے اپنے باپ کی خواہش، ماں کا اصرار اور بھائی کی التجا سب کہانی کہہ سنائی۔

پیراگراف 2: ابھی کلیم کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ مرزا جلدی سے اُٹھ باہر گئے اور چشم زدن میں چنے بھنوا لائے۔ مگر ڈھیلے کا کہ کر گئے تھے، یا تو کم کے لائے یا راہ میں دو چار پھنکے لگا لیے، اس واسطے کہ کلیم کے روبرو دو تین مٹھی چنے سے زیادہ نہ تھے۔ یار، ہو تم بڑے خوش قسمت کہ اس وقت بھاڑ مل گیا۔ ذرا، واللہ ہاتھ تو لگاؤ، دیکھو تو کیسے بھلس رہے ہیں اور سوندھی سوندھی خوش بو بھی عجیب دلفریب ہے کہ بس بیان نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے

خس اور مٹی کا عطر نکالا مگر بھُنے ہوئے چنوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ کوئی فن ہو، کمال بھی کیا چیز ہے۔ دیکھیے، اتنی تو رات گئی ہے مگر چھدامی کی دکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بندے نے بڑا تحقیق کیا ہے کہ حضور والا کے خاصے میں چھدامی کی دکان کا چنا بلا ناغہ لگ کر جاتا ہے۔ اور واقعی میں آپ ذرا غور سے دیکھیے، کیا کمال کرتا ہے کہ بھننے میں چنوں کو سڈول بنا دیتا ہے۔ بھئی! تمھیں میرے سر کی قسم سچ کہنا، ایسے خوب صورت، خوش قطع، سڈول چنے تم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے؟ دال بنانے میں اس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر خراش تک نہیں، ٹوٹنے پھوٹنے کا کیا مذکور اور دانوں کی رنگت دیکھیے۔ کوئی بسنتی ہے کوئی پستئی غرض دونوں رنگ خوش نما۔ یوں تو صدہا قسم کے غلے اور پھل زمین سے اُگتے ہیں لیکن چنے کی لذت کو کوئی نہیں پاتا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بھاڑ	چنے بھوننے کی بھٹی	واللہ	خدا کی قسم	چشمِ زدن	آنکھ جھپکتے ہی
پھنکے	مٹھی بھر کھانا	بھلس رہے ہیں	گرم گرم ہیں	چھدامی	تام
تعجب	حیرانی	خوش قطع	خوش نما	سڈول	سمارٹ
خراش	معمولی لکیر	--	--	--	--

سیاق و سباق: کلیم شہر کے رئیس کا بیٹا ہے۔ ایک رات اپنے گھر والوں سے لڑ جھگڑ کر اپنے دوست مرزا ظاہر دار بیگ کی محل سرا پہنچا تو پتہ چلا وہ پیچھے اُپلوں کی ٹال کے پاس رہتا ہے۔ مرزا اُسے گھر کی بجائے قریبی ویران سی مسجد میں ٹھہرانے کے بعد کھانے میں اسے سوکھے چنے کھلا کر اور گندی سی دری اور تکیہ بھیج کر غائب ہو جاتا ہے۔ اگلی شام تک کلیم اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ نہ آیا تو سیدھا اس کے گھر پہنچا۔ گھر والوں نے دری اور تکیہ مانگنے کا تقاضا کیا تو کلیم بھاگ نکلا مگر زبردست بیگ نے چور سمجھ کر کوتوالی کے حوالے کر دیا۔ کلیم نے اپنا تعارف کروایا تو کوتوالی کو یقین نہ آیا کیوں کہ وہ کپڑوں اور حلیے سے مفلوک الحال معلوم پڑتا تھا۔ کوتوالی نے کہا کہ ابھی رات ہے حوالات میں رکھو صبح اس کے باپ کے پاس لے جانا اگر وہ مان لے تو ٹھیک ورنہ حوالات میں واپس لے آنا۔

تشریح: کلیم مزید کچھ کہتا مرزا جھٹ سے گئے اور پلک جھپکتے ہی چنے بھنوا کر لے آئے۔ کہا تو دھیلے کا تھا مگر شاید اس کے پاس پیسے نہ تھے لہٰذا دو تین مٹھی برابر چنے تھے۔ مرزا فرمانے لگے کہ یار تم بہت خوش قسمت ہو کہ اس وقت بھی بھٹی گرم تھی واللہ! ذرا ہاتھ تو لگاؤ دیکھو کتنے گرم اور خستہ ہیں۔ ان چنوں کی سوندھی سوندھی خوش بو بھی کتنی مزے دار ہے کہ منھ میں پانی آیا چاہتا ہے۔ بلکہ مجھے تو حیرت ہے کہ عطار لوگوں نے خس اور مٹی کا عرق تو نکالا ہے مگر بھُنے چنوں کی خوش بو کی طرف کیوں دھیان نہیں دیا۔ اگر اس کا عطر بنایا جائے تو کمال کی خوش بو ہو۔ اس وقت کافی رات بیت چکی ہے مگر حضورِ والا چھدامی کی دکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ مجھے بڑی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ آپ کے عشرت خانے میں چھدامی کا چنا روزانہ جاتا ہے۔ تمھیں میرے سر کی قسم! بتاؤ کیا ایسے خوش نما اور صاف ترشے ہوئے چنے پہلے تم نے کبھی دیکھے تھے؟ میرے خیال میں ہرگز نہ دیکھے ہوں گے۔ اور ہاں! دال بنانے میں اس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر رگڑ تک نہیں ٹوٹنے کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ چنے کے دانوں کی رنگ تو دیکھو کوئی زرد ہے تو کوئی پستے جیسا ہرا دونوں خوب صورت رنگ۔ یوں تو ہماری زمین سینکڑوں قسم کے غلے اُگتی ہے مگر جو چنوں کا ذائقہ اور مزہ ہے وہ کسی اور میں کہاں!

پیراگراف 3: تکیہ اور دری کا نام سن کر تو کلیم بہت چکرایا اور ابھی جواب دینے میں تامل تھا کہ اندر سے آواز آئی: ”مرزا زبردست بیگ! دیکھنا یہ مردوا کہیں چل نہ دے، دوڑ کر تکیہ دری تو اس سے لے لو۔“ کلیم یہ سن کر بھاگا۔ ابھی گلی کی نکڑ تک نہیں پہنچا تھا کہ زبردست نے ”چور چور“ کر کے جالیا۔

www.ilmkidunya.com

ہر چند کلیم نے مرزا ظاہر دار بیگ کے ساتھ اپنے حقوقِ معرفت ثابت کیے مگر زبردست کا ٹھینگا سر پر، اس نے ایک نہ مانی اور پکڑ کر کوتوالی لے گیا۔ کوتوال نے سرسری طور پر دونوں کا بیان سنا اور کلیم سے اس کا حسب نسب پوچھا۔ ہر چند کلیم اپنا پتا بتانے میں جھینپتا تھا مگر چارونا چار اس کو بتانا پڑا۔ لیکن اس کی حالتِ ظاہری ایسی ابتر ہو رہی تھی کہ اس کا سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ کوتوال نے سن کر یہی کہا کہ میاں نصوح جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو، میں ان کو خوب جانتا ہوں اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ ان کے بڑے بیٹے کا یہی نام ہے جو تم نے اپنا بیان کیا ہے۔ محلے کا پتا اور گھر کا نشان بھی جو تم نے کہا، سب ٹھیک ہے۔ مگر کلیم تو ایک مشہور و معروف آدمی ہے۔ آج شہر میں اس کی شاعری کی دھوم ہے۔ تمھاری یہ حیثیت کہ ننگے سر، ننگے پاؤں، بدن پر کیچڑ تھپی ہوئی۔ مجھ کو باور نہیں ہوتا۔ ان کو حوالات میں رکھو۔ صبح ہو تو میں ان کے والد کو بلواؤں تو ان کے بیان کی تصدیق ہو۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
متامل	جھجک	مردوا	بھلامانس	ہر چند	بہرطور۔ کتنا ہی
حقوقِ معرفت	جان پہچان کا حق	کوتوالی	پولیس اسٹیشن	کوتوال	بڑا افسر
حسب نسب	خاندانی سلسلہ	جھینپنا	شرمندگی محسوس کرنا	چارونا چار	جب کوئی اور حل نہ ہو
باور	اعتماد۔ بھروسہ	--	--	--	--

سیاق و سباق: کلیم شہر کے رئیس کا بیٹا ہے۔ ایک رات اپنے گھر والوں سے لڑ جھگڑ کر اپنے دوست مرزا ظاہر دار بیگ کی محل سرا پہنچا تو پتہ چلا وہ پیچھے اُپلوں کی ٹال کے پاس رہتا ہے۔ مرزا اُسے گھر کی بجائے قریبی ویران سی مسجد میں ٹھہرانے لے گیا۔ کھانے میں اسے سوکھے چنے کھلا کر اور گندی سی دری اور تکیہ بھیج کر غائب ہو جاتا ہے۔ اگلی شام تک کلیم اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ نہ آیا تو سیدھا اس کے گھر پہنچا۔ گھر والوں نے دری اور تکیہ مانگنے کا تقاضا کیا تو کلیم بھاگ نکلا مگر زبردست بیگ نے چور سمجھ کر کوتوالی کے حوالے کر دیا۔ کلیم نے اپنا تعارف کروایا تو کوتوالی کو یقین نہ آیا کیوں کہ وہ کپڑوں اور حُلیے سے مفلوک الحال معلوم پڑتا تھا۔ کوتوالی نے کہا کہ ابھی رات ہے حوالات میں رکھو صبح اس کے باپ کے پاس لے جانا اگر وہ مان لے تو ٹھیک ورنہ حوالات میں واپس لے آنا۔

تشریح: مرزا کے گھر پہنچ کر جب کلیم نے مرزا کے بارے میں پوچھا تو اندر سے تکیہ اور دری کے بارے میں پوچھا گیا تو کلیم ابھی جواب دینے میں جھجک ہی رہا تھا کہ آواز آئی مرزا زبردست بیگ دیکھو یہ بھلا مانس کہیں بھاگ نہ جائے اس سے تکیہ اور دری تو لو۔ کلیم یہ سنتے ہی بگٹٹ بھاگا۔ لیکن گلی کی نکڑ تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ زبردست نے چور چور کہہ کر پکڑ لیا۔ کلیم نے بہتیرا اپنی دوستی کا بتایا مگر اس نے ایک نہ سنی اور پکڑ کر پولیس اسٹیشن لے گیا۔ بڑے افسر نے دونوں کا بیان سنا اور کلیم سے اس کے خاندانی سلسلے کا پوچھا۔ کلیم نے شرمندہ شرمندہ اپنے بارے میں بتایا لیکن اس کی ظاہری بُری حالت دیکھ کر افسر نے کہا: ''میاں جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو انھیں میں خوب جانتا ہوں اور ان کے بڑے بیٹے کا نام بھی کلیم ہی ہے مگر وہ تو ایک نامور شاعر ہے۔ شہر میں اس کی شاعری کی دھوم مچی ہے، مگر تمھارے ننگے سر، ننگے پاؤں دیکھ کر مجھے بھروسہ نہیں ہوتا''۔ یہ کہہ کر اس نے سپاہی سے کہا: ''ان کو حوالات میں رکھو صبح میں ان کے والد کو بلوا کر پوچھوں گا اگر ان کے بیان کی تصدیق ہو تو اسے چھوڑ دینا''۔

www.ilmkidunya.com

مشق

۱۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو جس مسجد میں ٹھہرایا وہ تھی:

(الف) آباد اور پُر رونق (ب) کشادہ اور خوش گوار (ج) تنگ و تاریک (د) ویران اور وحشت ناک ✓

(ii) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو بتایا کہ آج اُن کی بیوی ہے شدید:

(الف) علیل ✓ (ب) غصے میں (ج) فکرمند (د) دباؤ میں

(iii) مرزا ظاہر دار بیگ نے کہا کہ آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہونا ہے:

(الف) سخت غصہ کی بات (ب) سخت تعجب کی بات ✓ (ج) تشویش ناک بات (د) سخت حیرت کی بات

(iv) مرزا ظاہر دار بیگ نے بھنے ہوئے چنے کلیم کو بتا کر کھلائے:

(الف) لذیذ پراٹھے (ب) مزے دار مٹھائی (ج) گھی کی تلی دال ✓ (د) بیسنی روٹی

(v) مرزا ظاہر دار بیگ جو چنے لے کر آئے، وہ تھے:

(الف) ایک مٹھی ✓ (ب) دو تین مٹھی (ج) ایک پاؤ (د) آدھی سیر

(vi) کلیم کے پیچھے جو شخص بھاگا، اس کا نام تھا:

(الف) مرزا ظاہر دار بیگ (ب) مرزا زبردست بیگ ✓ (ج) مرزا طاقت ور بیگ (د) مرزا جان دار بیگ

جواب

(i)	(د)	(ii)	(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(v)	(الف)	(vi)	(ب)

۲۔ سبق ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' کے متن کے مطابق سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) سبق ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' ڈپٹی نذیر احمد کے کس ناول سے مستعار ہے؟

جواب: سبق ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' ڈپٹی نذیر احمد کے مشہور ناول ''توبۃ النصوح'' سے مستعار ہے۔

(ب) مرزا ظاہر دار بیگ کا مکان کہاں واقع تھا اور کیسا تھا؟

جواب: مرزا ظاہر دار بیگ کا مکان چھوٹا اور کچا تھا اور جمعدار کی محل سرائے کے عین پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر میں تھا۔

(ج) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو ایک رات کے لیے کس جگہ ٹھہرایا؟

جواب: مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو رات کے لیے مسجدِ ضرار جو مدینہ میں منافقین نے بنوائی تھی اور ویران تھی اسی طرح کی اُجاڑ اور وحشت ناک سی مسجد میں ٹھہرایا۔

(د) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو رات کا کھانا کس طور پر کھلایا؟

جواب: مرزا ظاہر دار بیگ نے رات کے کھانے کے طور پر فقط مٹھی بھر بھنے ہوئے چنے کھلائے اور اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔

(و) مرزا ظاہردار بیگ نے کلیم کو اپنے بارے میں کیا بتایا تھا اور وہ کیا نکلا؟

جواب: مرزا ظاہردار بیگ نے اپنے آپ کو رئیس زادہ ظاہر کیا تھا اور جمعدار صاحب کا بیٹا بتایا تھا کہ جس کی بہت سی محل سرائیں، دیوان خانے، دکانیں ہیں۔ لیکن اصل حقیقت میں وہ کنگلا نکلا جس کے پلے کچھ بھی نہیں تھا۔

(و) جب مرزا زبردست بیگ کلیم کے پیچھے بھاگا تو کلیم کس حلیے میں تھا؟

جواب: جب مرزا زبردست بیگ کلیم کے پیچھے بھاگا تو اُس کی حالت کچھ ایسی تھی: رات بھر ویران مسجد کے صحن میں پڑا رہنے سے چمگادڑوں کی بیٹ اور ڈھیر سی گرد اس کے بدن پر تھپی پڑی تھی جس کی وجہ سے وہ انسان کی بجائے بھتنا لگ رہا تھا۔

۳۔ اِعراب کی مدد سے ان الفاظ کا دُرست تلفظ واضح کریں۔

اپلوں سوندھی شمہ متصرف متنفس خفقان حشمت متعرض اشتداد سخن سازی

جواب: اُپلوں سَوندِھی شَمّہ مُتَصَرِّف مُتَنَفِّس خَفَقان حَشْمَت مُتَعَرِّض اِشْتِدَاد سُخَن سَازی

۴۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیں۔

اپنے تئیں قلب ماہیت ہیئت کذائی دیوا شتہا اختلاجِ قلب

حقوقِ معرفت مرغِ نو گرفتار سخن سازی چاروناچار تسبیح بے ہنگام

جواب:

الفاظ	معانی
اپنے تئیں	خود کو
قلبِ ماہیت	کسی شے کی حقیقت
ہیئت کذائی	مکروہ حالت
دیوا شتہا	بھوک کا جن
اختلاجِ قلب	دل کی تیز چلتی ہوئی دھڑکن

الفاظ	معانی
حقوقِ معرفت	جان پہچان کے حقوق
مرغِ نو گرفتار	نیا قید ہوا پرندہ
سخن سازی	باتیں بنانا
چاروناچار	مجبوری سے
تسبیح بے ہنگام	بے وقت کا شور

۵۔ درج ذیل میں سے لفظ منتخب کر کے سبق کے متن کے مطابق جملے مکمل کریں۔

بندہ نوازی اپنے تئیں علیل ہم رکاب سخن سازی سڈول ماہتاب شمہ

(الف) ________ بہت بنائے سنوارے رہا کرتے ہیں۔

(ب) میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ________ چلوں۔

(ج) بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت ________ ہے۔

(د) یہ فرمائیے کہ اس وقت ________ فرمانے کی کیا وجہ ہے؟

(ہ) میں اُس جاہ و حشمت کا ایک ________ بھی نہیں دیکھتا۔

(و) آپ کو میری نسبت ________ کا احتمال ہونا سخت تعجب کی بات ہے۔

(ز) تھوڑی دیر صبر کیجیے کہ ________ نکلا چلا آتا ہے۔

(ح) بھننے میں چنوں کو ________ بنا دیتا ہے۔

جواب

(الف)	اپنے تئیں	(ب)	ہم رکاب	(ج)	علیل	(د)	بندہ نوازی	(ہ)	شمہ
(و)	سخن سازی	(ز)	ماہتاب	(ح)	سڈول	--	--	--	--

روزمرہ اور محاورہ

- **روزمرہ:** روزمرہ اُس بول چال اور اسلوبِ بیان کو کہتے ہیں جو خاص اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ سماعت پر دارومدار ہے۔ مثلاً: بلاناغہ پر قیاس کر کے اس کے بجائے بے ناغہ اور روز روز کی جگہ دن دن نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ اہلِ زبان کے یہاں یہ الفاظ بول چال میں اس طرح کبھی نہیں آتے۔
- **محاورہ:** محاورہ بھی روزمرہ کی طرح اہلِ زبان ہی کا اسلوب بیان ہی ہے مگر محاورے میں کم از کم دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک لفظ عموماً مصدر ہوتا ہے اور جملے میں اس مصدر کے تمام مشتقات استعمال کیے جا سکتے ہیں مگر محاورہ ہمیشہ اپنے مجازی معنی دیتا ہے اور اس میں بھی قیاس تبدیلی کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ جیسے: گُل کھلانا ایک محاورہ ہے اس کی جگہ ہم پھُول کھلانا نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح گھوڑے بیچ کر سونا کی جگہ گھوڑے فروخت کر کے سونا ہرگز درست نہ ہوگا۔

نوٹ: یاد رہے کہ اُردو میں روزمرہ اور محاورے کے حوالے سے ڈپٹی نذیر احمد کی زبان کو سند کی حیثیت حاصل ہے۔

۶۔ درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

واویلا مچنا — آنکھ لگنا — چکرا جانا — استغفار کرنا — تنبیہ پکڑنا — چمپت ہونا — دھوم ہونا — آنتوں کا قل ہو اللہ پڑھنا

جواب:

محاورے	جملے
واویلا مچنا	بھوک کے مارے چھوٹے بچے نے واویلا مچا دیا۔
آنکھ لگنا	مَیں بس ذرا دم کو بیٹھی ہی تھی کہ آنکھ لگ گئی۔
چکرا جانا	اُونچائی دیکھ کر اس کا سر چکرا گیا۔
استغفار کرنا	ہمیں اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرنا چاہیے۔
تنبیہ پکڑنا	افسوس! تم نے اپنے غلط کاموں سے کوئی تنبیہ نہ پکڑی۔
چمپت ہونا	چور میری سائیکل لے کر چمپت ہو گیا۔
دھوم ہونا	شہر میں نئے ڈاکٹر کی بڑی دھوم ہے۔
آنتوں کا قل ہو اللہ پڑھنا	بھوک سے میری آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں۔

سرگرمیاں:

- مختلف بچوں کو سبق میں آنے والے کرداروں خصوصاً اُردو زبان کے دوَر سیا بچوں کو کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ کا کردار اور ایک مستعد بچے کو مرزا زبردست بیگ کا کردار دے کر یہ سبق مکالماتی انداز میں بلند آواز میں پڑھیں۔

www.ilmkidunya.com

کلاس کے تمام بچے "بڑوں کا احترام" کے موضوع پر ایک مضمون لکھیں، جس کا مضمون اوّل آئے اُسے چارٹ پر لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔

اشارات تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو داستان اور ناول کا فرق بتائیں اور اُردو ناول کی ابتدائی صورت سے آگاہ کریں۔
۲۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ ڈپٹی نذیر احمد کے تمام ناول اصلاحی ہیں اور ان کے ناولوں کے کردار کے نام اسم بامسمّٰی ہیں۔
۳۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ تمام لوگ ڈپٹی نذیر احمد کی زبان کو مستند مانتے ہیں اور ان کے روزمرہ اور محاورے کے آگے سب سر جھکاتے ہیں۔
۴۔ طلبہ کو ڈپٹی نذیر احمد کی دیگر تصانیف کا تعارف کرائیں۔
۵۔ اساتذہ بچوں کو تلقین کریں کہ جب وہ "بڑوں کا احترام" کے موضوع پر مضمون لکھیں تو اپنے مضمون میں یہ حدیث ضرور درج کریں:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی توقیر نہیں کرتا"۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ: ۴۲۳)

اور بچوں کو نصیحت کریں کہ وہ زندگی بھر اپنا رویہ یہی رکھیں اور اس حوالے سے ڈپٹی نذیر احمد کے ناول: "توبۃ النصوح" کا حوالہ دیں کہ جب کلیم نے اپنے والد نصوح کی باتوں پر کان نہیں دھرا تو اُس کو کس طرح سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

اضافی معروضی سوالات

(1) "کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ" کے مصنف ہیں:
(الف) سرسید احمد خان (ب) فاروق سرور (ج) ڈپٹی نذیر احمد ✓ (د) سلیمان ندوی

(2) یہ کہانی ماخذ ہے:
(الف) بنات النعش (ب) توبۃ النصوح ✓ (ج) مراۃ العروس (د) ابن الوقت

(3) کلیم مرزا ظاہر دار بیگ کو ملنے پہنچا ______ کی محل سرا میں:
(الف) رئیس کی (ب) راجا کی (ج) جمعدار کی ✓ (د) نواب اچھن کی

(4) مرزا ظاہر دار بیگ گھر سے باہر آیا پہن کر:
(الف) دھوتی (ب) شلوار (ج) پتلون (د) جانگیا ✓

(5) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو ٹھہرایا:
(الف) دیوان خانے میں (ب) پرانی مسجد میں ✓ (ج) سرائے میں (د) اپنے گھر میں

(6) جس مسجد میں کلیم ٹھہرا تھا اس کی مثال تھی:
(الف) مسجدِ سلطان جیسی (ب) مسجدِ کرار جیسی (ج) مسجدِ ضرار جیسی ✓ (د) فیصل مسجد جیسی

(7) مرزا ظاہر دار بیگ نے بتایا کہ اس کی بیوی کو عارضہ ہے:
(الف) ملیریا کا (ب) جگر کا (ج) خفقان کا ✓ (د) بے خوابی کا

(8) کلیم نے بوجہ اندھیرا مرزا سے تقاضا کیا ایک:

(الف) موم بتی کا　(ب) چراغ کا ✓　(ج) لحاف کا　(د) فانوس کا

(9) کلیم نے کھانا مانگا تو مرزا لے آیا:

(الف) بریانی　(ب) حلیم　(ج) چنے ✓　(د) مرغ مسلّم

(10) مرزا زبردست بیگ کلیم کو پکڑ کر لے گیا:

(الف) مقبرہ نور جہاں　(ب) بارہ دری　(ج) کوتوال ✓　(د) جامع مسجد

(11) کوتوالی نے سلیم کے ساتھ بھیجے تین:

(الف) اردلی　(ب) سپاہی ✓　(ج) داروغے　(د) کلرک

(12) کوتوالی نے کہا سلیم کو چھوڑ دینا اگر نصوح اسے تسلیم کرے اپنا:

(الف) ہمسایہ　(ب) واقف کار　(ج) بیٹا ✓　(د) بھائی

جواب

(1)	(ج)	(2)	(ب)	(3)	(ج)	(4)	(د)	(5)	(ب)
(6)	(ج)	(7)	(ج)	(8)	(ب)	(9)	(ج)	(10)	(ج)
(11)	(ب)	(12)	(ج)	--	--	--	--	--	--

اضافی مختصر سوالات

(1) ڈپٹی نذیر احمد کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: ڈپٹی نذیر احمد ۱۸۳۶ء کو بجنور کے ایک چھوٹے سے گاؤں "ریہڑ" میں پیدا ہوئے۔

(2) ڈپٹی نذیر احمد تعلیم کے بعد کس شعبے سے وابستہ ہوئے؟

جواب: ڈپٹی نذیر احمد تعلیم مکمل کر کے گجرات کے سکول میں مدرس بھرتی ہوئے اور پھر ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہو گئے۔

(3) ڈپٹی نذیر احمد کو تحصیل دار کس وجہ سے بنایا گیا تھا؟

جواب: ڈپٹی نذیر احمد کو انڈین پینل کوڈ کے ترجمے کی وجہ سے تحصیل دار مقرر کیا گیا، بعد میں افسر بندوبست بن گئے۔

(4) ڈپٹی نذیر احمد نے زندگی کے آخری ایام کہاں گزارے؟

جواب: ڈپٹی نذیر احمد نے زندگی کے آخری ایام دلی میں گزارے۔

(5) ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کی خاص بات کیا تھی؟

جواب: ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کی خاص بات ان کا وہ اصلاحی انداز ہے جس سے انھوں نے مشرقی، دینی اور معاشرتی اصلاح کا کام لیا۔

(6) ڈپٹی نذیر احمد کی تحریروں زبان کیسی تھی؟

جواب: ڈپٹی نذیر احمد تحریروں کی زبان عوامی ہونے کے ساتھ ساتھ علمی بھی تھی انھیں عورتوں کے مخصوص محاورات پر خاص دسترس حاصل تھی۔

www.ilmkidunya.com

(7) اُردو کے پہلے ناول نگار کا نام کیا ہے؟

جواب: اُردو کے پہلے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد ہیں۔

(8) ڈپٹی نذیر احمد کے چند مشہور ناولوں کے نام بتائیں۔

جواب: ڈپٹی نذیر احمد کے مشہور ناولوں میں ''مراۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح، فسانۂ مبتلا اور ابن الوقت'' شامل ہیں۔

(9) کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ میں دوستی کیسے ہوئی؟

جواب: کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ ایک مشاعرے میں ملاقات کے بعد مرزا صاحب کلیم کے مکان پر باقاعدہ آنے لگے۔ اس طرح ان کے درمیان گہری دوستی ہو گئی۔

(10) مرزا ظاہر دار بیگ نے اپنے بارے میں کلیم کو کیا بتایا تھا؟

جواب: مرزا ظاہر دار بیگ نے اپنے بارے میں بتایا تھا کہ وہ جمعدار کا وارث اور مختار ہے۔ اس لیے اس کے پاس محل سرا، دیوان خانے اور نوکر چاکر سب موجود ہیں۔

(11) کلیم گھر سے نکل کر سیدھا مرزا ظاہر دار بیگ کی طرف کیوں گیا؟

جواب: کلیم کو غلط فہمی تھی کہ وہ محل سرا اور دیوان خانوں کا مالک ہے۔ لہٰذا وہ اس کے گھر رہنے چلا گیا۔

(12) مرزا ظاہر دار بیگ کا مکان کیسا تھا؟

جواب: مرزا ظاہر دار بیگ کا مکان اُپلوں کے ٹال کے برابر چھوٹا سا اور نہایت خستہ حال تھا۔

(13) ظاہر دار کس حلیے میں گھر سے باہر آیا؟

جواب: کلیم کے آواز دینے پر ظاہر دار ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے باہر آیا۔

(14) کلیم جس مسجد میں سویا اس کی کیا حالت تھی؟

جواب: کلیم جس مسجد میں سویا وہ ایک چھوٹی اور پرانی سی مسجد تھی۔ نہ کوئی ملا تھا اور نہ ہی کوئی طالب علم یا مسافر۔ ہر طرف چمگادڑیں اُڑ رہی تھیں۔

(15) مسجد میں کلیم کی طبیعت کس وجہ سے گھبرا رہی تھی؟

جواب: اندھیرے کی وجہ سے کلیم کی طبیعت گھبرا رہی تھی۔ اس لیے اس نے ظاہر دار سے کہا کہ چراغ بھیج دینا۔

(16) چراغ لانے کی بجائے ظاہر دار نے کلیم سے کیا کہا؟

جواب: ظاہر دار نے کہا کہ اگر چراغ جلے گا تو اس پر پروانے اور ابابیلیں آئیں گی۔ لہٰذا چراغ رہنے دیجیے ابھی کچھ ہی دیر میں چاند نکل آئے گا۔

(17) کلیم نے بے غیرت بن کر ظاہر دار سے کیا کہا؟

جواب: کلیم چونکہ بھوکا تھا اور ظاہر دار بیگ نے کھانے کے بارے میں نہیں پوچھا لہٰذا کلیم نے بے غیرت بن کر خود ہی اسے کھانے کا کہہ دیا۔

(18) ظاہر دار کلیم کے کھانے کے لیے کیا لایا؟

جواب: ظاہر دار کلیم کے کھانے کے لیے چھدامی بھڑ بھونجے سے چنے بھنوا لایا اور لگا چنوں کی تعریف کے پُل باندھنے۔

(19) کلیم کو چنے زیادہ مزے دار کیوں لگے؟

جواب: کلیم بہت بھوکا تھا، اس لیے اسے چنے زیادہ مزے دار معلوم ہوئے۔

(20) مرزا ظاہر دار نے کلیم کے لیے کیسا بستر بھیجا؟

جواب: مرزا نے کلیم کے لیے ایک میلی سی دری اور ایک کثیف سا تکیہ بھیجا۔

(21) کلیم مرزا کے گھر سے کیا لینا چاہتا تھا؟

جواب: کلیم چاہتا تھا کہ اسے منہ ہاتھ دھونے کے لیے پانی مل جائے اور کوئی پرانی جوتی اور ٹوپی تاکہ گلی میں چلنے کے قابل ہو سکے۔

(22) مرزا کے گھر والوں نے کلیم سے کیا کہا؟

جواب: مرزا کے گھر والوں نے کہا کہ مرزا تو قطب صاحب چلے گئے ہیں۔ انھوں نے دری اور تکیے کا پوچھا اور ساتھ ہی زبردست بیگ سے کہا کہ اسے پکڑ لو کہیں بھاگ نہ جائے۔

(23) زبردست بیگ کلیم کو پکڑ کر کہاں لے گیا؟

جواب: زبردست بیگ کلیم کو پکڑ کر سیدھا کوتوالی لے گیا۔

(24) کوتوال کلیم کی بات پر یقین کیوں نہیں کر رہا تھا؟

جواب: کلیم کی ظاہری حالت اتنی مخدوش تھی کہ کسی کو بھی اس کی بات پر یقین نہ تھا کہ وہ نصوح کا بیٹا ہے۔

(25) کوتوال نے سپاہیوں کو کیا نصیحت کی؟

جواب: کوتوال نے کہا کہ جا کر میاں نصوح سے پوچھیں۔ اگر وہ کلیم کو اپنا بیٹا مانیں تو وہیں چھوڑ آنا ورنہ لا کر حوالات میں بند کر دینا۔

(26) کلیم پولیس کے ہتھے کیسے چڑھا اور اسے نجات کیسے ملی؟

جواب: کلیم مرزا کو زبردست بیگ نے پکڑ کر کوتوال کے حوالے کر دیا۔ سپاہی اسے میاں نصوح کے پاس لے گئے یوں باپ کی شناخت پر اسے نجات ملی۔

www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com

سبق ۶ نام دیو۔ مالی

مصنف کا تعارف: مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء-۱۹۶۱ء)

مولوی عبدالحق ضلع میرٹھ (یوپی، انڈیا) کے ایک گاؤں ہاپوڑ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد سکول اور کالج کی تعلیم علی گڑھ میں ہوئی جہاں سر سید احمد خاں، مولانا حالی، مولانا شبلی نعمانی، پروفیسر تھامس آرنلڈ اور نواب محسن الملک جیسے صاحبانِ علم و فضل سے استفادے کا موقع ملا۔ ملازمت کا آغاز حیدرآباد (دکن) میں ایک سکول سے کیا۔ بعد ازاں صدرِ مہتمم تعلیمات تعینات ہو کر اورنگ آباد منتقل ہو گئے مگر کچھ ہی عرصے بعد یہ ملازمت ترک کر دی اور عثمانیہ کالج اورنگ آباد کے پرنسپل بن گئے اور ۱۹۳۰ء میں اس عہدے سے سبک دوش ہوئے۔

مولوی عبدالحق ۱۹۱۲ء میں ''انجمن ترقی اُردو'' کے سیکرٹری منتخب ہوئے تو اُنھوں نے اس انجمن کو ایک فعال علمی ادارہ بنا دیا۔ وہ ۱۹۳۵ء تک حیدرآباد (دکن) میں اور ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک دہلی میں اسی حیثیت پر فائز رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں انجمن ترقی اُردو کا دفتر لے کر کراچی آ گئے۔

مولوی عبدالحق کی تمام تر زندگی خدمت و ایثار اور عزم و استقلال کی داستان ہے۔ اُنھوں نے اپنی ساری عمر اُردو زبان کی خدمت میں اس کی ترقی و بقا کے لیے طرح طرح کی لڑائیاں لڑنے میں بسر کی۔ کہا کرتے تھے: ''میرا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا اور پڑھنا لکھنا، دوستی، تعلق، روپیا پیسا، سب کچھ اُردو کے لیے مختص ہے۔'' اس لیے انھوں نے اردو کے اہتمام میں کراچی میں اُردو آرٹس کالج، اُردو سائنس کالج، اُردو کامرس کالج، اُردو لاء کالج اور اُردو یونی ورسٹی کے قیام کو عملی جامہ پہنایا اور اُردو کے دو رسالے ''اُردو''، ''قومی زبان'' جاری کیے جو آج بھی اُردو زبان و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔

مولوی عبدالحق کی اَن گنت تصانیف ہیں۔ ان کی تحریر میں بے ساختگی اور ستھرا پن ہے اور وہ جگہ جگہ بڑی خوب صورتی سے ہندی کے کومل لفظوں کا استعمال بھی کرتے ہیں اور ان کی تحریر بول چال کی زبان نظر آتی ہے۔

''چند ہم عصر'' ان کی ایسی تصنیف ہے جس میں انھوں نے اپنے ۲۴ ہم عصروں کے خاکے لکھے ہیں۔ شاملِ کتاب خاکہ ''نام دیو۔ مالی'' اسی کتاب سے مستعار ہے اور جیسا کہ خاکے کے نام ہی سے ظاہر ہے یہ ایک ایسے مالی کا خاکہ ہے جس کا اوڑھنا بچھونا اس کے پودے تھے۔

مرکزی خیال

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے یہ پیغام دیا ہے کہ محنت ہی کسی انسان کو درجہ کمال تک لے جاتی ہے۔ کسی کام کو فرض سمجھ کر ادا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ نام دیو مالی پیشہ کے لحاظ سے مالی تھا۔ لیکن کام کے ساتھ لگن، شوق اور محبت اُسے دلوں میں امر کر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف صلاحیتیں عطا کر رکھی ہیں، اگر ہم سچے جذبے کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کا استعمال کریں گے تو لوگ ضرور ہماری قدر کریں گے۔

خلاصہ

نام دیو مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد کے باغ میں مالی تھا۔ وہ کم تر ہونے کے باوجود سچا اور کھرا انسان تھا۔ مقبرے کا باغ مولوی عبدالحق کی نگرانی میں تھا اور ان کا مکان اس باغ کے احاطے میں تھا۔ نام دیو کا کام ان کے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا تھا۔ مولوی صاحب اندر کمرے میں کام

www.ilmkidunya.com

کرتے رہتے اور جب کبھی نظر اُٹھا کر دیکھتے تو نام دیو کو ہر وقت کام میں مصروف پاتے۔ یہ کبھی پودے کا تھانولا صاف کرتا تو کبھی انھیں آہستہ آہستہ پانی ڈالتا اور پھر پیچھے مڑ کر انھیں دیکھتا اور دل ہی دل میں خوش ہوتا۔ اسے کام میں مگن دیکھ کر مجھے اس میں دلچسپی ہوگئی۔ نام دیو کی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے وہ اپنے پودوں کو اپنی اولاد سمجھتا اور ان کی پرورش کرتا۔ انھیں پیار کرتا، ان سے ہی باتیں کرتا اور ان کو پھلتا پھولتا دیکھ کر ایسے خوش ہوتا جیسے باپ اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

اگر کبھی کسی پودے کو بیماری لگ جاتی تو اسے فکر لاحق ہو جاتی۔ وہ دوائیں لاتا یا داروغہ سے کہہ کر منگواتا، پودوں کا علاج کرتا اور ہزار جتن سے اپنے باغ کو سرسبز و شاداب رکھتا۔ باغ میں رہنے سے اسے جڑی بوٹیوں کی شناخت ہوگئی تھی اور بچوں کے علاج کرنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ دُور دُور سے لوگ اپنے بچوں کے علاج کے لیے آتے۔ وہ جڑی بوٹیوں سے مفت علاج کرتا تھا۔ وہ خود صاف ستھرا رہتا اور اپنے باغ کو بھی صاف رکھتا۔ وقت پر اس کی کانٹ چھانٹ اور سینچائی کرتا۔ نام دیو کو اپنے کام سے اتنا لگاؤ تھا کہ اسے کبھی کچھ کہنے سننے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ وہ بغیر کسی انعام کے اپنا کام کرتا تھا۔ ایک سال بارشیں کم ہوئیں۔ کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی برائے نام رہ گیا جس سے کچھ پودے اور پیڑ سوکھ گئے لیکن اس کا باغ ہرا بھرا تھا۔ کیونکہ وہ دُور دُور سے پانی کا ایک ایک گھڑا اپنے سر پر اُٹھا کر لاتا اور پودوں کی پیاس بجھاتا۔ مصنف نے اس کی محنت دیکھ کر اُسے انعام دینا چاہا لیکن اُس نے یہ کہہ کر انعام لینے سے انکار کر دیا کہ بھلا کوئی اپنے بچوں کو پالنے میں انعام کا مستحق ہوتا ہے۔

جب اعلیٰ حضرت کو اورنگ آباد کی خوش گوار آب و ہوا میں باغ لگانے کا خیال آیا تو یہ کام ڈاکٹر سید سراج الحسن کے ذمے کیا گیا۔ ان کا باغبانی کا ذوق مشہور تھا۔ وہ نام دیو کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اسے مقبرے سے شاہی باغ لے گئے۔ جہاں دور دور سے آئے ہوئے بیسیوں مالی کام کرتے تھے، نام دیو نے یہاں بھی ویسے ہی دل لگا کر کام کیا۔ اس کے پاس فنِ باغبانی کا کوئی بھی ڈپلومہ نہیں تھا۔ وہ ہر وقت اپنی دھن میں کام میں لگا رہتا۔ دوسرے مالی لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ اس کی ایسی کوئی سرگرمی نہ تھی۔ بس ہر وقت اپنے کام میں مصروف رہتا۔

ایک دن شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی سب مالی بھاگ کر چھپ گئے، نام دیو بے خبر اپنے کام میں مگن تھا اسے خبر بھی نہ ہوئی موت اس کے سر پر ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلڑ اس پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا کہ بے دم ہو گیا اور آخر جان دے دی۔ وہ بہت سادہ طراح، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی۔ اسے کام سے عشق تھا آخر کام کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

وہ ہر موسم میں برابر کام کرتا رہتا۔ اسے اپنے کام پر کبھی غرور نہ ہوتا تھا۔ اُس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ کوئی نیکی کر رہا ہے کیونکہ نیکی اُس وقت ختم ہو جاتی ہے جب انسان کو اس کا احساس ہونے لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی۔ اس صلاحیت کو عروج تک پہنچانا ہی نیکی ہے۔ یہی کام نام دیو نے کیا تھا۔ اس کے اندر جو صلاحیت تھی اسے درجۂ کمال تک پہنچانے کی کوشش میں جان کی بازی لگا دی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آئینہ بنا رکھا تھا	شیشے کی طرح صاف ستھرا بنا رکھا تھا	آفت ٹوٹ پڑنا	مصیبت آنا
آرام طلبی	سستی، کاہلی	آس پاس	اردگرد
آبِ حیات	ایسا پانی جسے پی کر ہمیشہ کی زندگی مل جائے۔ زندگی بخش پانی	امتیاز	فرق، تمیز

www.ilmkidunya.com

اُلٹے پاؤں	پیچھے ہٹ کر	احاطہ	چار دیواری
استعداد	صلاحیت	اُپج	نئی بات۔انوکھی بات۔ایجاد
اورنگ آباد	اورنگ زیب عالمگیر کے نام پر بسا شہر۔دکن کا شہر	اعتبار سے	سلسلے سے۔لحاظ سے
بیگار	اُجرت کے بغیر کام لینا۔زبردستی کا کام	برائے نام	بہت کم
بے مثل	لاثانی	بھولا بھالا	سیدھا سادہ۔معصوم
بڑائی	بزرگی	بیڑی پینا	سگریٹ پینا
باولی	ایسا کنواں جس میں سیڑھیاں اُترتی ہوں	بدولت	کی وجہ سے
بیسیوں	بہت سے	بے دم ہو جانا	بے جان ہو جانا
بساط	ہمت۔حیثیت	بیر	دشمنی
بشاشت	خوشی	بلا تامل	بغیر کسی ہچکچاہٹ کے۔بغیر سوچے سمجھے
پیڑ	درخت	پرکھنا	پہچاننا
پٹاپٹ	بھرا	پھولنا پھلنا	بڑھنا۔پھل لانا
پرورش	پالنا	پالنا پوسنا	پرورش کرنا
پروا	خیال	پروان چڑھنا	پھلنا پھولنا۔بڑھنا
تھانولا	پودے کے گرد کا احاطہ۔ پودوں کو پانی دینے کی جگہ	تنگی ترشی	مشکل حالات
ترتیب وتعمیر	سجاوٹ اور بناوٹ	تعجب	حیرانی
تلف ہونا	ضائع ہونا	تفویض	سپرد۔ذمہ داری دینا
توانا	طاقت ور	تمنا	خواہش۔آرزو
ٹھاٹ	شان وشوکت	ٹانٹا	مضبوط
جتن	کوشش	جانچ پڑتال	حساب کتاب
جاڑا	سردی	جھکڑ	جھنڈ،غول
جھاڑنا بہارنا	صاف کرنا۔جھاڑ دینا	جھاڑ جھنکار	فالتو جڑی بوٹیاں
جلاپا	حسد	چوکا	ہندوؤں کا باورچی خانہ۔چبوترہ
چمن	پھولوں کا باغ	حیرت	حیرانی

www.ilmkidunya.com

حُسن	خوب صورتی ۔ بھلائی	حوض	تلاب
خلق اللہ	اللہ کی مخلوق	خاص کر	خاص طور پر
دل بڑھنا	حوصلہ ہونا	دنیا و مافیہا	دنیا اور جو کچھ اس میں ہے
دِق	تپ دِق ۔ ٹی بی	دنیا سے رخصت ہونا	مر جانا
درجۂ کمال	انتہائی درجے تک	داروغہ	نگہبان ۔ محافظ
دھن	لگن	ڈھو ڈھو کر لانا	سر پر اُٹھا کر لانا
ڈول	کنوئیں سے پانی نکالنے کا برتن	ڈھیل	سستی ۔ کمزوری ۔ نرمی
ڈپلومہ	سرٹیفکیٹ	ڈھیڑ	ہندوؤں کی ایک ذات جنہیں "شودر" قرار دیا جاتا ہے
ڈانٹ ڈپٹ کرنا	بُرا بھلا کہنا	ذات	قوم
ذوق	شوق ۔ لگاؤ	روش	پگڈنڈی ۔ کیاری
رُخ	جانب ۔ پہلو ۔ انداز	رنگ	انداز
رسوئی	کھانا پکانے کی جگہ (ہندوانہ)	روگ	مرض، بیماری
رابعہ	اورنگ زیب عالمگیر کی بیوی کا نام	رفتہ رفتہ	آہستہ آہستہ
سیوا	خدمت	سجاگاؤ	محبت
سیندھی شراب	کھجور کے رس سے تیار کی جائے والی شراب	ساؤں	چھاؤں
سند	ڈگری	سنسان	ویران ۔ اُجاڑ
ستائش	تعریف	سپرد	حوالے
سینچائی	پودوں کو پانی دینا	شفقت	محبت ۔ ہمدردی
شناخت	پہچان	شامی	ملک شام کے رہنے والے
صلاحیت	قابلیت	صلہ	بدلہ، انعام
عزیز	پیارا	غضب ناک	غصے میں بھرا ہوا
فطرتاً	عادت، پیدائش طور پر	فنِ باغبانی	باغ لگانے کا فن
فیض	برکت، فائدہ	فکر	پریشانی
قیس	عرب کے قبیلہ بنو عامر کا فرد ۔ مجنوں ۔ لیلیٰ کا عاشق	قحط	کال ۔ خشک سالی
قلت	کمی	قدر دان	قدر جاننے والا

www.ilmkidunya.com

قضا	موت	کوہ کن	پہاڑ کاٹنے والا۔ شیریں کا عاشق فرہاد
کانٹ چھانٹ کرنا	اضافی شاخوں کو کاٹنا	کھینچ تان کر کام لینا	زبردستی کام لینا
کارگزار	اچھا کام کرنے والے	کاہل	ست
کام چور	محنت سے جی چرانے والا	کارگزاری	اچھا کام
کمال	مہارت	گدلا	مٹی والا۔ گندا
لذت	لطف، مزا	مالی	باغ کی نگہبانی کرنے والا
مقبرہ	مزار، قبر	مصنوعی	بناوٹی۔ جعلی
میراث	ورثہ۔ ترکہ	مگن	مصروف
مہارت	قابلیت	مجال	جرأت۔ ہمت
مستعد	ہوشیار۔ پھرتیلا	موروثی	باپ دادا کی طرف سے ملنے والی
مرجھائے ہوئے	کملائے ہوئے	میسر آنا	ملنا
مستحق	حق دار	مسکن	ٹھکانہ
محفوظ ہونا	لطف اندوز ہونا	منکسر المزاج	نرم طبیعت۔ عاجز
معیار	پیمانہ۔ کسوٹی	مہاکاج	بڑا کام۔ عمدہ کام
نیچ	گھٹیا۔ کمتر	نگران کار	کام کی نگرانی کرنے والے
نگرانی	حفاظت۔ نگہبانی	نسلی	نسل سے متعلق، نسل در نسل
نگہداشت کرنا	دیکھ بھال کرنا	نوبت	موقع، حالت
نڈھال	کمزور	ودیعت کرنا	عطا کرنا
ہمہ تن	مکمل طور پر	ہم عصر	ہم زمانہ
ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا	بے کار بیٹھنا	یورش	حملہ

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: نام دیو، مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد (دکن) کے باغ میں مالی تھا۔ ذات کا ڈھیڑ جو بہت نیچ قوم خیال کی جاتی ہے۔ قوموں کا امتیاز مصنوعی ہے اور رفتہ رفتہ نسلی ہو گیا ہے۔ سچائی، نیکی، حُسن کسی کی میراث نہیں۔ یہ خوبیاں نیچی ذات والوں میں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی اونچی ذات والوں میں۔

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : نام دیو۔ مالی

مصنف کا نام : مولوی عبدالحق

ماخذ : چند ہم عصر

www.ilmkidunya.com

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نام دیو	مالی کا نام	ڈھیڑ	ہندوؤں کی ایک کمتر ذات
نیچ	کم تر، کم حیثیت	امتیاز	فرق، تمیز
نسلی	خاندانی	--	--

سیاق وسباق: مولوی عبدالحق نے اپنی ساری زندگی اُردو کی خدمت میں گزار دی۔ وہ ماہر لسانیات اور صاحب طرز انشا پرداز تھے۔ وہ انجمن ترقی اُردو کے سیکرٹری تھے۔ اس سبق میں اُنھوں نے ایک ایسے مالی کو متعارف کروایا جس کا کام سب مالیوں سے جُدا تھا۔ وہ بچوں کی طرح پودوں سے پیار کرتا اور ہر وقت اپنے کام میں جُتا رہتا۔ جڑی بوٹیوں سے بچوں کا مفت علاج کیا کرتا۔ ایک دن شہد کی مکھیوں نے باغ پر حملہ کر دیا مگر نام دیو کام میں جُتا رہا حتیٰ کہ مکھیوں کی یورش سے اُس کی موت واقع ہوگئی۔

تشریح: دکن کے شہر اورنگ آباد میں مغلیہ خاندان کے عظیم بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی ملکہ رابعہ دورانی کے مزار کے اردگرد ایک باغ تھا۔ مصنف بتاتے ہیں کہ یہ باغ میری نگرانی میں تھا۔ جس کی دیکھ بھال کے لیے ایک مالی نام دیو رکھا ہوا تھا۔ وہ ذات کا ڈھیڑ تھا۔ ہندوؤں میں یہ قوم انتہائی گھٹیا اور کمتر سمجھی جاتی ہے۔ دراصل قوموں کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہونا مصنوعی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ فرق پکا ہوگیا۔ ہمیشہ سچائی، بھلائی اور خوب صورتی جیسی صفات انسان کو ماں باپ کی طرف سے وراثت میں نہیں ملتیں بلکہ یہ خوبیاں اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہیں۔ یہ خوبیاں نیچ ذات والوں کو بھی اتنی ہی عطا ہوتی ہیں جتنی کہ اعلیٰ ذات کے افراد کو۔ اللہ کی عطا کردہ ان خوبیوں کو استعمال کرنے والا نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں بلکہ دنیا والوں میں باعزت ہوتا ہے۔

پیراگراف 2: مَیں نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا۔ لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا، مثلاً کیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا، اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کی اور ہر رُخ سے پودے کو مڑ مڑ کر دیکھا۔ پھر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اُسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اُسی وقت ہوتا ہے، جب اُس میں لذت آنے لگے، بے مزہ کام نہیں، بیگار ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نگرانی	نگہبانی، حفاظت	احاطے	چار دیواری
چمن	باغ	سپرد کرنا	حوالے کرنا
ہمہ تن	پوری توجہ سے	حرکتیں	عادتیں
تعجب	حیرانی	تھانولہ	پودے کے گرد بنا ہوا کم گہرا گڑھا
ڈول درست کرنا	پودے کے گرد بنے گڑھے کے کناروں کو درست کرنا	بیگار	بلا مزدوری، بغیر اجرت کے کام کرنا

www.ilmkidunya.com

سیاق و سباق: مولوی عبدالحق نے اپنی ساری زندگی اُردو کی خدمت میں گزار دی۔ وہ ماہر لسانیات اور صاحب طرز انشا پرداز تھے۔ وہ انجمن ترقی اُردو کے سیکرٹری تھے۔ اس سبق میں انھوں نے ایک ایسے مالی کو متعارف کروایا جس کا کام سب مالیوں سے جُدا تھا۔ وہ بچوں کی طرح پودوں سے پیار کرتا اور ہر وقت اپنے کام میں جُتا رہتا۔ جڑی بوٹیوں سے بچوں کا مفت علاج کیا کرتا۔ ایک دن شہد کی مکھیوں نے باغ پر حملہ کر دیا مگر نام دیو کام میں جُتا رہا حتیٰ کہ مکھیوں کی یورش سے اُس کی موت واقع ہوگئی۔

تشریح: مصنف لکھتے ہیں کہ ریاست حیدر آباد دکن کے شہر اورنگ آباد میں مغلیہ خاندان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی ملکہ رابعہ دورانی کا مزار تھا۔ اس مزار کے اردگرد ایک باغ تھا۔ اس باغ کی زیبائش اور حفاظت کی ذمے داری حکومت کی طرف سے مجھے سونپ دی۔ باغ کی دیکھ بھال کے لیے وہاں ایک مالی نام دیو رکھا ہوا تھا۔ نام دیو بہت محنتی تھا۔ جس کمرے میں کام کرتا تھا اس کھڑکی کے قریب میری کرسی اور لکھنے پڑھنے والی میز تھی۔ میں اپنے لکھنے پڑھنے کے کام میں مصروف رہتا تھا اور جب کبھی بھی لکھتے لکھتے کھڑکی سے باہر پھولوں کی کیاری کی طرف دیکھتا تو مجھے نام دیو مالی اپنے کام میں مصروف نظر آتا تھا۔ اس کی کچھ عادتیں دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ ایک بار میں نے مطالعہ کے دوران میں کھڑکی سے باہر دیکھا تو نام دیو مالی اک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا گڑھا صاف کر رہا ہے۔ تاکہ اسے پانی اور کھاد اچھی طرح مل سکے۔ اس کے بعد اس نے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ پودوں کو پانی دینا شروع کر دیا۔ پانی ڈالنے کے بعد کنارے درست کیے اور پودے کا دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے بغور جائزہ لیا۔ پھر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اُسے محبت سے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر میں حیران بھی ہوا اور خوش بھی، میں سوچنے لگا کہ ایسا کام جس کام کے کرنے میں لطف آنے لگے وہ مشکل اور بوجھ نہیں لگتا بلکہ اس کے کرنے میں آسانی اور خوشی محسوس ہوتی ہے اور انسان ساری کوفت اور تھکن بھول جاتا ہے۔

پیراگراف 3: ڈاکٹر صاحب کو آدمی پرکھنے میں بھی کمال تھا۔ وہ نام دیو کے بڑے قدردان تھے۔ اُسے مقبرے سے شاہی باغ میں لے گئے۔ شاہی باغ آخر شاہی باغ تھا۔ کئی کئی نگران کار اور بیسوں مالی اور مالی بھی کیسے کیسے، ٹوکیو سے جاپانی، تہران سے ایرانی اور شام سے شامی آئے تھے۔ اُن کے بڑے ٹھاٹ تھے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی اُپج تھی۔ وہ شاہی باغ کو حقیقت میں شاہی باغ بنانا چاہتے تھے۔ یہاں بھی نام دیو کا وہی رنگ تھا۔ اُس نے نہ فنِ باغ بانی کی کہیں تعلیم پائی تھی اور نہ اس کے پاس کوئی سند یا ڈپلومہ تھا، البتہ کام کی دُھن تھی۔ کام سے سچا لگاؤ تھا اور اسی میں اس کی جیت تھی۔ شاہی باغ میں بھی اسی کا کام مہا کاج رہا۔ دوسرے مالی لڑتے جھگڑتے، سیندھی شراب پیتے، یہ نہ کسی سے لڑتا جھگڑتا، نہ سیندھی شراب پیتا۔ یہاں تک کہ کبھی بیڑی بھی نہ پی۔ بس یہ تھا اور اس کا کام۔

مشکل الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
جانچنا	پرکھنا	کھجور کا رس	سیندھی
دیکھ بھال کرنے والے	نگران کار	قدر کرنے والے	قدردان
انوکھی بات	اُپج	رعب شان۔ و شوکت	ٹھاٹ
لگن	دھن	ڈگری	سند
عمدہ کام۔ بڑا کام	مہا کاج	سچی محبت	سچا لگاؤ

www.ilmkidunya.com

سیاق و سباق: مولوی عبدالحق نے اپنی ساری زندگی اُردو کی خدمت میں گزار دی۔ وہ ماہر لسانیات اور صاحب طرز انشاپرداز تھے۔ وہ انجمن ترقی اُردو کے سیکرٹری تھے۔ اس سبق میں انھوں نے ایک ایسے مالی کو متعارف کروایا جس کا کام سب مالیوں سے جُدا تھا۔ وہ بچوں کی طرح پودوں سے پیار کرتا اور ہر وقت اپنے کام میں جُتا رہتا۔ جڑی بوٹیوں سے بچوں کا مفت علاج کیا کرتا۔ ایک دن شہد کی مکھیوں نے باغ پر حملہ کر دیا مگر نام دیو کام میں جُتا رہا حتیٰ کہ مکھیوں کی یورش سے اُس کی موت واقع ہوگئی۔

تشریح: ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہچاننے اور پرکھنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔ وہ آدمی کو دیکھ کر اس کی خوبیوں کو جانچ لیتے تھے۔ اپنی پہلی ملاقات میں ہی انھوں نے نام دیو مالی کی صلاحیتوں کو پرکھ لیا اور اسے مقبرے سے شاہی باغ میں لے گئے۔ شاہی باغ مغلیہ خاندان کے اعلیٰ ذوق کا نمونہ تھا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے دنیا کے مختلف ممالک سے کئی مالی بلائے گئے۔ کسی کا تعلق جاپان کے شہر ٹوکیو سے تھا تو کوئی ایران سے اور کوئی شام سے تھا۔ اُن کی بڑی شان و شوکت تھی مگر یہ ڈاکٹر صاحب کی اعلیٰ بصیرت اور مردم شناسی تھی کہ اس باغ کو شاہی باغ بنانے کے لیے انھوں نے نام دیو مالی کا انتخاب کیا۔ انھیں پورا یقین تھا کہ صرف نام دیو مالی ہی اس باغ کو بے مثل بنا سکتا ہے۔ اس نے اپنی محنت کے سبب شاہی باغ کو اس کی شاہانہ شان و شوکت عطا کرنے کے لیے کوئی کمی نہ چھوڑی۔ اس نے کسی ادارے سے باغبانی کی باقاعدہ تعلیم اور تربیت حاصل نہیں کی تھی نہ ہی اس کے پاس کسی ادارے کی سند یا سرٹیفکیٹ تھا۔ البتہ خلوص نیت، محنت اور اپنے کام سے سچی لگن جیسی صفات کی بنا پر وہ دوسروں مالیوں پر برفوقیت لے گیا۔ شاہی باغ میں اس کا کام دوسرے مالیوں سے زیادہ اچھا ہوتا تھا۔ دوسرے مالی ایک دوسرے سے خوب لڑتے جھگڑتے، الزام تراشی کرتے تھے اور کھجور کے رس سے بنی ہوئی شراب پیتے مگر نام دیو نہ کسی سے لڑتا جھگڑتا اور نہ ہی کبھی کھجور کے رس کی بنی ہوئی شراب پیتا تھا بلکہ وہ تو بیڑی تک نہیں پیتا تھا۔ وہ دن رات اپنے کام میں مگن رہتا تھا۔ اپنا کام کر کے اُسے اطمینان اور سکون ملتا تھا۔

مشق

ا۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) نام دیو پودوں اور پیڑوں کو سمجھتا تھا:

(الف) اپنا دوست (ب) اپنا دشمن (ج) اپنا بجن (د) اپنی اولاد ✓

(ii) نام دیو کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ:

(الف) تلف ہوئے (ب) پروان چڑھے ✓ (ج) سوکھ کر رہ گئے (د) ویسے کے ویسے رہے

(iii) نام دیو بچوں کا علاج کرتا تھا:

(الف) تعویذ گنڈوں سے (ب) ٹونے ٹوٹکوں سے (ج) جڑی بوٹیوں سے ✓ (د) دوا دارو سے

(iv) نام دیو کی موت واقع ہوئی:

(الف) دل کے عارضے سے (ب) ٹانگ ٹوٹنے سے

(ج) درخت پر سے گرنے سے (د) شہد کی مکھیوں کی یورش سے ✓

(v) ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی رکھی ہے:

(الف) استعداد (ب) خوبی (ج) صلاحیت ✓ (د) بڑائی

جواب

(i)	(د)	(ii)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(v)	(ج)

۲۔ سبق "نام دیو۔ مالی" کے متن کے مطابق سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) نام دیو۔ مالی کا تعلق کس ذات سے تھا؟

جواب: نام دیو۔ مالی کا تعلق ہندوؤں کی ایک بہت نیچ ذات ڈھیٹر سے تھا۔

(ب) نام دیو کو اپنے پودوں سے کس حد تک لگاؤ تھا؟

جواب: نام دیو کو اپنے لگائے ہوئے پودوں سے بہت محبت تھی۔ وہ ایک ایک پودے کی دیکھ بھال کرتا۔ پودوں کے پاس بیٹھتا، ان کو پیار کرتا اور ان سے باتیں کرتا۔ چوں کہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی وہ اپنے پودوں کی نگہداشت اپنے بچوں کی طرح کرتا۔

(ج) نام دیو کا اگر کوئی پودا بیمار پڑ جاتا تو وہ اس کے لیے کیا کیا جتن کرتا تھا؟

جواب: نام دیو مالی کا اگر کوئی پودا بیمار پڑ جاتا تو وہ بے حد فکر مند ہو جاتا۔ باغ کے داروغہ سے کہہ کر دوائی منگواتا۔ پودے کی دل و جان سے سیوا کرتا۔ ہزار ہا جتن کر کے پودے کو بچا لیتا۔ حتیٰ کہ قحط کے دنوں میں بھی دُور دُور سے پانی لا کر پودوں کو دیتا۔ کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح نام دیو اپنے پودوں کی دیکھ بھال کرتا۔

(د) نام دیو کی موت کیسے واقع ہوئی؟

جواب: ایک دن باغ میں نام دیو اور دوسرے مالی کام کر رہے تھے کہ شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ باقی سب مالی ڈر سے بھاگ کر چھپ گئے مگر نام دیو اپنے کام میں اتنا مگن تھا کہ اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کے جھلڑ نے اسے اتنا خوف ناک کاٹا کہ وہ بے دم ہو گیا۔ آخر اسی میں اس نے جان دے دی۔

(ہ) نیکی اور بڑائی کا معیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں بے شمار صلاحیتیں رکھی ہیں۔ اپنی ان خوبیوں کو درجۂ کمال تک پہنچانے میں نیکی اور بڑائی کا ہاتھ ہوتا ہے۔ نیکی اس وقت تک نیکی رہتی ہے جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیکی کر رہا ہے۔ جہاں اس نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے تو وہ نیکی، نیکی نہیں رہتی بلکہ بڑائی بن جاتی ہے۔

۳۔ سبق "نام دیو۔ مالی" کے پیش نظر خالی جگہیں پُر کریں۔

(الف) کام اُسی وقت ہوتا ہے جس اس میں لذت آنے لگے۔ بے مزہ کام، کام نہیں ________ ہے۔

(ب) اُس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ ________ چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

(ج) باغوں میں رہتے رہتے اُسے ________ کی بھی شناخت ہو گئی تھی۔

(د) اپنے ________ کو پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔

(ہ) ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کی ________ ہوئی۔

www.ilmkidunya.com

جواب

(الف)	بیگار	(ب)	پروان	(ج)	جڑی بوٹیوں	(د)	بچوں	(ہ)	یورش

تفہیم عبارت:

بات کو دوسروں تک پہنچانے میں زبان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ امتحان میں طلبہ کی قابلیت کا جائزہ لینے کے لیے کسی تحریر کا اقتباس اور اس کے آخر میں چند سوالات دیے جاتے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس تحریر کے مفہوم کو کس حد تک سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں چند باتیں ہمیشہ ملاحظہ رکھیں:

- عبارت کے نفسِ مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں۔
- سوالوں کے جوابات عبارت کے مجموعی تاثر کے پیشِ نظر دیں۔
- جتنا سوال پوچھا گیا ہے، اُتنا جواب دیں۔ جواب اپنے الفاظ میں لکھیں اور عبارت آرائی سے گریز کریں۔

۴۔ **درج ذیل عبارت کو پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیں۔**

ایک مغربی مؤرخ سٹینلے والپرٹ (Stanley Wolpert) نے قائداعظمؒ کے بارے میں لکھا: ''دنیا میں فقط چند افراد ہی ایسے ہوں گے جنھوں نے انفرادی طور پر معنی خیز انداز میں تاریخ کے دھارے کو تبدیل کر دیا ہو۔ شاید گنتی کے چند لوگ ہی ہوں گے جنھوں نے دنیا کے نقشے میں ترمیم کر دی ہو اور شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جس نے کسی بکھری ہوئی قوم کو ایک بنا کر اُسے ایک ملک دے دیا ہو۔ محمد علی جناحؒ نے یہ تینوں کارنامے انجام دیے۔''

قائداعظمؒ کی مسلسل جان فشانیوں کے بعد بالآخر حکومتِ برطانیہ اور کانگرس نے ۳ جون ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کا مطالبہ تسلیم کر لیا اور اسی روز قائداعظمؒ نے آل انڈیا ریڈیو سے اپنی تقریر میں مسلم لیگ کے نقطۂ نظر کے ساتھ پاکستان زندہ باد کے الفاظ کا اعلان کر دیا۔ اس طرح ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مملکتِ خداداد پاکستان وجود میں آگئی۔ قوم نے اپنے عظیم محسن کی گراں قدر خدمات کے اعتراف کے طور پر اُنھیں ''قائداعظمؒ'' اور ''بابائے قوم'' اور ان کی بہن فاطمہ جناح کو جدوجہدِ آزادی میں اپنے بھائی کی شریک کار تھیں ''مادرِ ملت'' کے القابات دیے۔

سوالات:

(الف) معروف مغربی مؤرخ سٹینلے والپرٹ (Stanley Wolpert) نے قائداعظمؒ کے بارے کیا لکھا؟

جواب: معروف مغربی مؤرخ سٹینلے والپرٹ (Stanley Wolpert) نے قائداعظمؒ کے بارے میں لکھا: ''دنیا میں فقط چند افراد ہی ایسے ہوں گے جنھوں نے انفرادی طور پر معنی خیز انداز میں تاریخ کے دھارے کو تبدیل کر دیا ہو۔ شاید گنتی کے چند لوگ ہی ہوں گے جنھوں نے دنیا کے نقشے میں ترمیم کر دی ہو اور شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جس نے کسی بکھری ہوئی قوم کو ایک بنا کر اُسے ایک ملک دے دیا ہو۔ محمد علی جناحؒ نے یہ تینوں کارنامے انجام دیے۔''

(ب) قائداعظمؒ نے ''پاکستان زندہ باد'' کے الفاظ کا استعمال کب کیا؟

جواب: قائداعظمؒ کی مسلسل جان فشانیوں کے بعد بالآخر حکومتِ برطانیہ اور کانگرس نے ۳ جون ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کا مطالبہ تسلیم کر لیا اور اسی روز قائداعظمؒ نے آل انڈیا ریڈیو سے اپنی تقریر میں مسلم لیگ کے نقطۂ نظر کے ساتھ پاکستان زندہ باد کے الفاظ کا اعلان کر دیا۔

www.ilmkidunya.com

(ج) مملکتِ خداداد پاکستان کب وجود میں آئی؟

جواب: مملکتِ خداداد پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آئی۔

(د) قوم نے قائداعظمؒ کی بہن محترمہ فاطمہ جناح کو کیا لقب دیا؟

جواب: قوم نے قائداعظمؒ کی بہن محترمہ فاطمہ جناح کو جو جدوجہدِ آزادی میں اپنے بھائی کی شریکِ کار تھیں "مادرِ ملت" کے لقب دیا۔

(ہ) اس تحریر کا ایک عنوان تحریر کریں۔

جواب: ایک منفرد عظیم لیڈر

تذکیروتانیث:

اُردو میں اسم کی صرف دو جنسیں ہیں: مذکر اور مونث۔ یعنی ہر اسم چاہے جان دار کے لیے ہو یا بے جان کے لیے یا تو مذکر ہوگا یا مونث۔ اُردو میں مذکر سے مونث اور مونث سے مذکر کے کوئی حتمی اُصول نہیں اور عام طور پر لفظوں کی تذکیروتانیث زبان دان لوگوں کے ذریعے اور چلن کی بنیاد ہی پر معلوم ہوتی ہے، تاہم قواعد جاننے والوں نے اس کے کچھ قاعدے قانون بھی بنائے ہیں۔ ان میں سے غیر حقیقی اسموں کی تذکیروتانیث کے چند اُصول یہ ہیں:

- سوائے جمعرات کے تمام دنوں کے نام مذکر ہیں۔
- منٹ، گھنٹہ، دن، مہینا، سال مذکر ہیں، البتہ "رات" مونث ہے۔
- پہاڑوں، پتھروں اور کانوں کی تمام قسموں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں۔
- شہروں اور ملکوں کے نام مذکر ہیں۔
- تمام دریاؤں کے نام مذکر، البتہ ندیوں کے نام مونث بولے جاتے ہیں۔
- تمام ستاروں اور سیاروں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں۔
- تمام زبانوں اور نمازوں کے نام مونث بولے جاتے ہیں۔
- بول چال کی زبان میں ان الفاظ کو مذکر بولا جاتا ہے: بے ہوش، درد، نسخہ، پرہیز، عیش، فوٹو، اخبار، لالچ، تار، لفافہ، خط، ٹکٹ، کارڈ، مریض، مزاج، علاج، مرہم، ماضی، انتظار، کلام، ارتقا۔
- ان الفاظ کو مونث بولا جاتا ہے: زبان، دوا، بھوک، پیاس، ترازو، کرسی، راہ، گھاس، سرسوں، کیچڑ، پتنگ، سائیکل، چھت، دیوار، آواز

۵۔ درج ذیل اسما میں سے مذکر اور مونث الگ الگ کریں۔

مقبرہ قوم کھڑکی بات پیڑ مہارت باغ مکان پانی

سوگ جڑی بوٹیاں علاج مالی میز پودا جتن شناخت بارش

جواب:

مذکر	
مقبرہ	باغ
مالی	پودا
مکان	پانی

مونث	
قوم	میز
کھڑکی	بات
جڑی بوٹیاں	شناخت

www.ilmkidunya.com

سوگ	جتن
پیڑ	علاج

مہارت	بارش
--	--

۶۔ درج ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے، تشریح سے پہلے مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی لکھیے۔

(الف) وہ اپنے ایک ایک پودے کے پاس بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جھک جھک کے دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا ان سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے، پھلتے پھولتے، اس کا دل بھی بڑھتا اور پھولتا تھا، ان کو توانا اور ٹانٹا دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اسے بڑا فکر ہوتا۔ بازار سے دوائیں لاتا۔ باغ کے داروغہ یا مجھ سے کہہ کر منگاتا۔ دن بھر اسی میں لگا رہتا اور پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اسے بچا لیتا اور جب تک وہ تن درست نہ ہو جاتا اسے چین نہ آتا۔ اس کے لگائے ہوئے پودے، ہمیشہ پروان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

سبق کا عنوان : نام دیو۔ مالی

مصنف کا نام : مولوی عبدالحق

ماخذ : چند ہم عصر

تشریح: نام دیو مالی اپنے ہر پودے کے پاس بیٹھتا۔ پیار سے اُن کو دیکھتا۔ دیکھنے والے کو یوں لگتا کہ جیسے وہ اُن سے اپنے دل کی باتیں کرتا ہو۔ توجہ سے دیکھ بھال کی وجہ سے پودے جیسے جیسے بڑھتے مالی کا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا اور اس کے چہرے پر خوشی سے مسکراہٹ کھل جاتی۔ اگر کسی پودے کو کیڑا وغیرہ لگ جاتا یا مرجھانے لگتا تو نام دیو بہت فکر مند ہو جاتا۔ بازار سے پودوں کی دوائیں سپرے وغیرہ لاتا۔ پورا دن ان بیمار پودوں کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے کسی پیارے کی خدمت کرتا ہو۔ جب تک پودا ٹھیک نہ ہوتا اسے سکون نہ آتا۔ اس کے لگائے ہوئے سب کے سب پودے، ہمیشہ پھلتے پھولتے رہے۔ کبھی کچھ بھی ضائع نہ ہوا۔

(ب) ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی برائے نام رہ گیا۔ باغ پر آفت ٹوٹ پڑی۔ بہت سے پودے اور پیڑ تلف ہو گئے۔ جو بچ رہے وہ ایسے نڈھال اور مرجھائے ہوئے تھے جیسے دق کے بیمار، لیکن نام دیو کا چمن ہرا بھرا تھا۔ وہ دُور دُور سے ایک گھڑا پانی کا سر پر اُٹھا کے لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور انھیں پینے کو پانی مشکل سے میسر آتا تھا۔ مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے لے ہی آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھونڈ ڈھونڈ کے لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا یوں سمجھیے کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی تھی لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھا۔

تشریح: ایک سال بارش بالکل نہ ہونے کے برابر ہوئی۔ سب تالابوں، کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی نام کو بھی نہ رہا۔ باغ تو جیسے اُجڑ کر رہ گیا۔ سب پودے اور درخت سوکھ کر رہ گئے۔ جو پودے سوکھنے سے بچ گئے وہ اس قدر کمزور ہو گئے کہ جیسے دق کے مریض ہوں۔ لیکن صرف وہ باغ جہاں نام دیو کام کرتا تھا وہ ہرا بھرا تھا۔ اس نے قحط کے دنوں میں بھی اپنے پودوں کو پیاسا نہ رہنے دیا۔ وہ دُور دُور سے پیدل چل کر گھڑے بھر بھر کے پانی لاتا اور پودوں کو پانی دیتا۔ جب پانی کی مزید کمی ہوئی تو وہ راتوں کو اُٹھ کر پانی لاتا۔ وہ پانی بھی کیچڑ کی طرح گدلا پانی تھا بس نام ہی کا۔ مگر اللہ کی قدرت کہ یہی پانی پودوں کے لیے زندگی بن گیا۔

www.ilmkidunya.com

سرگرمیاں:

- "نام دیو۔ مالی" ایک خاکہ ہے۔ اس خاکے کو کہانی کی صورت میں لکھیں اور ٹیوٹوریل گروپ میں پڑھیں۔
- انٹرنیٹ سے کسی ایسے باغبان کی تصویر تلاش کریں جو دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے کام میں مگن ہو اور اس تصویر کو ایک چارٹ پر چسپاں کر کے اسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

اشاراتِ تدریس:

ا۔ اساتذہ طلبہ کو نام دیو۔ مالی کی مثال دیتے ہوئے بتائیں کہ عظیم شخص وہ ہے جو محنت و مشقت کا دھنی ہو۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو لائبریری سے حاصل کر کے "چند ہم عصر" دکھائیں اور طلبہ کو اس کتاب کے دوسرے خاکوں کے عنوانات سے آگاہ کریں، خصوصاً "گدڑی کا لعل۔ نور خاں" کے بارے میں قدرے تفصیل سے بتائیں۔

۳۔ اساتذہ اُردو کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے مولوی عبدالحق کی خدماتِ جلیلہ پر روشنی ڈالیں۔

۴۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ یہ مولوی عبدالحق ہی تھے جن کی کوششیں رنگ لائیں اور قائداعظمؒ نے، اُردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا اور اُس کے نفاذ کے لیے کوششیں کیں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) اس سبق کے مصنف ہیں:

(الف) ابن انشاء (ب) ڈپٹی نذیر احمد (ج) مولوی عبدالحق ✓ (د) غلام عباس

(2) نام دیو تھا ایک:

(الف) حکیم (ب) مزدور (ج) کسان (د) مالی ✓

(3) نام دیو کی ذات تھی ہندوؤں کی ایک نیچ:

(الف) شودر (ب) کھتری (ج) برہمن (د) ڈھیڑ ✓

(4) سچائی، نیکی اور اچھائی کسی کی نہیں ہے:

(الف) جاگیر (ب) میراث ✓ (ج) ذات (د) نیکی

(5) نام دیو مالی تھا:

(الف) مقبرۂ شاہ جہاں کے باغ میں (ب) مقبرۂ نور جہاں کے باغ میں

(ج) مقبرۂ رابعہ درانی کے باغ میں ✓ (د) مقبرۂ اورنگ زیب کے باغ میں

(6) مقبرۂ رابعہ درانی واقع تھا:

(الف) لکھنؤ میں (ب) دلی میں ✓ (ج) چندی گڑھ میں (د) اورنگ آباد میں

(7) مقبرۂ رابعہ درانی نگرانی میں تھا:

(الف) تحصیل دار کی (ب) حکیم دلی کی (ج) مولوی عبدالحق کی ✓ (د) مرزا سودا کی

www.ilmkidunya.com

(8) بے مزہ کام، کام نہیں بلکہ:

(الف) مجبوری ہے (ب) ادھوری ہے (ج) بیگار ہے ✓ (د) عیش ہے

(9) مولوی عبدالحق نام دیو کا کام دیکھا کرتے تھے وقتاً فوقتاً:

(الف) چھت سے (ب) دروازے سے (ج) جھری سے (د) کھڑکی سے ✓

(10) مقبرہ رابعہ درانی کے داروغہ تھے:

(الف) رئیس لکھنؤ (ب) مولوی عبدالحق ✓ (ج) ڈاکٹر امیر الدین (د) سراج الحق

(11) باغ میں کام کرتے کرتے نام دیو کو شناخت ہوگئی تھی:

(الف) پھلوں کی (ب) پرندوں کی (ج) جڑی بوٹیوں کی ✓ (د) درختوں کی

(12) کسی پیڑ کو اگر روگ لگ جاتا تو نام دیو دوائیاں منگوایا کرتا تھا:

(الف) کسان سے (ب) داروغہ سے ✓ (ج) دوسرے مالی سے (د) ہمسائے سے

جواب

(1)	(ج)	(2)	(د)	(3)	(د)	(4)	(ب)	(5)	(ج)	(6)	(ب)
(7)	(ج)	(8)	(ج)	(9)	(د)	(10)	(ب)	(11)	(ج)	(12)	(ب)

اضافی مختصر سوالات

(1) مولوی عبدالحق کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: مولوی عبدالحق ۱۸۷۰ء میں یوپی انڈیا کے ایک گاؤں ہاپوڑ میں پیدا ہوئے۔

(2) مولوی عبدالحق نے بی اے کا امتحان کہاں سے پاس کیا؟

جواب: مولوی عبدالحق نے بی اے کا امتحان علی گڑھ سے پاس کیا۔

(3) مولوی عبدالحق ایم اے او کالج علی گڑھ میں کن کے شاگرد رہے؟

جواب: مولوی عبدالحق ایم اے او کالج علی گڑھ میں پروفیسر آرنلڈ اور مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد رہے۔

(4) مولوی عبدالحق کس کالج کے پرنسپل رہے؟

جواب: مولوی عبدالحق اورنگ آباد کالج کے پرنسپل رہے۔

(5) مولوی عبدالحق ملازمت سے کب سبکدوش ہوئے؟

جواب: مولوی عبدالحق ۱۹۳۰ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔

(6) ملازمت سے سبکدوش ہوکر مولوی عبدالحق کس کام میں مصروف ہوگئے؟

جواب: ملازمت سے سبکدوش ہوکر مولوی عبدالحق اردو زبان و ادب کو ترقی دینے میں مصروف ہوگئے۔

www.ilmkidunya.com

(7) مولوی عبدالحق دوسری بار "انجمن ترقی اُردو" کے سیکرٹری کب منتخب ہوئے؟
جواب: مولوی عبدالحق ۱۹۱۲ء میں "انجمن ترقی اُردو" کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔
(8) مولوی عبدالحق "انجمن ترقی اُردو" کا دفتر پاکستان کب لائے؟
جواب: مولوی عبدالحق ۱۹۴۹ء میں "انجمن ترقی اُردو" کا دفتر پاکستان لائے۔
(9) مولوی عبدالحق کو کن خدمات پر کیا لقب ملا؟
جواب: اُردو کی خدمات کے حوالے سے مولوی عبدالحق کو "بابائے اُردو" کا لقب ملا۔
(10) مولوی عبدالحق کا اندازِ تحریر کیسا تھا؟
جواب: آپ کی تحریر میں بے ساختگی اور ستھرا پن ہے۔ آپ جگہ جگہ ہندی کے کومل الفاظ استعمال کرتے ہیں۔
(11) مولوی عبدالحق کی دو اہم تصانیف کے نام لکھیں۔
جواب: مولوی عبدالحق کی اہم تصانیف میں "خطباتِ عبدالحق اور چند ہم عصر" شامل ہیں۔
(12) نام دیو کہاں مالی تھا؟
جواب: وہ مقبرۂ رابعہ درانی اورنگ آباد (دکن) کے باغ میں مالی تھا۔
(13) مولوی عبدالحق نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام کس کے سپرد کیا؟
جواب: مولوی عبدالحق نے چمن بنانے کا کام نام دیو مالی کے سپرد کیا۔
(14) بے مزہ کام کے بارے میں مصنف نے کیا کہا؟
جواب: مولوی عبدالحق کے خیال میں "بے مزہ کام نہیں ہے بلکہ بیگار ہے"۔
(15) باغ کے داروغہ عبدالرحیم خاں فینسی کس قسم کے آدمی تھے؟
جواب: عبدالرحیم خان فینسی خود بھی بڑے محنتی اور مستعد تھے اور دوسروں سے بھی جم کر کام کروایا کرتے تھے۔
(16) انسان فطرتاً کیسا واقع ہوا ہے؟
جواب: انسان فطرتاً کاہل اور کام چور واقع ہوا ہے۔
(17) بارش کم ہوئی تو باغ میں پودوں پر کیا آفت ٹوٹ پڑی؟
جواب: بارش کم ہونے کی وجہ سے بہت سے پیڑ اور پودے تلف ہو گئے تھے باقی نڈھال اور مرجھائے ہوئے تھے جیسے دق کے مریض۔
(18) ڈاکٹر سید سراج الحسن کس عہدے پر فائز تھے؟
جواب: ڈاکٹر سید سراج الحسن اورنگ آباد میں ناظمِ تعلیمات تھے۔
(19) باغ کے دوسرے مالیوں کی حالت کس طرح کی تھی؟
جواب: باغ کے دوسرے مالی آپس میں لڑتے جھگڑتے، سیندھی شراب پیتے اور کام چوری کرتے۔
(20) نام دیو مالی کا مزاج کس قسم کا تھا؟
جواب: وہ بہت سادہ بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اس کے چہرے پر اور لبوں پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔

www.ilmkidunya.com

(21) کبھی کسی پودے میں کیڑا لگ جاتا تو نام دیو مالی کیا کرتا تھا؟

جواب: کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا تو اسے بڑی فکر ہوتی۔ باغ کے داروغے سے کہہ کر بازار سے دوائیں منگواتا۔ دن بھر پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز کی کرتا ہے۔

(22) کام کس وقت "کام" محسوس ہوتا ہے؟

جواب: کام اسی وقت کام محسوس ہوتا ہے جب اس میں لذت آنے لگے۔ بے مزہ کام نہیں، بیگار ہے۔

(23) نام دیو مالی نے باغ کو کس قدر پاک وصاف رکھا تھا؟

جواب: نام دیو مالی نے باغ کو رسوئی کے چوکے جیسا پاک وصاف رکھا ہوا تھا۔

(24) کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی برائے نام کیوں رہ گیا تھا؟

جواب: بارش بہت کم ہونے کی وجہ سے کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی بہت کم رہ گیا تھا۔

(25) پانی کی قلت کے باوجود نام دیو کا باغ ہرا بھرا کیوں تھا؟

جواب: نام دیو دُور دُور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اُٹھا کر لاتا اور پودوں کو سینچتا تھا، اس لیے اس کا باغ ہرا بھرا تھا۔

(26) نام دیو کو شہد کی مکھیوں کی یورش کی خبر کیوں نہ ہوئی؟

جواب: نام دیو اپنے کام میں اتنا مگن تھا کہ اسے شہد کی مکھیوں کی یورش کی خبر نہ ہوئی۔

(27) سبق نام دیو مالی میں مصنف نیکی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

جواب: نیکی اسی وقت تک نیکی ہے جب تک آدمی کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔

(38) نام دیو مالی پودوں کی دیکھ بھال کیسے کرتا؟

جواب: نام دیو اپنے پودوں اور پیڑوں کی اپنی اولاد کی طرح پرورش اور نگہداشت کرتا تھا۔ ان کو سرسبز اور شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا، جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر ہوتی ہے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۷ آرام و سکون

مصنف کا تعارف: **امتیاز علی تاج (۱۹۰۰ء-۱۹۷۰ء)**

اُردو کے کامیاب ڈراما نگاروں کی فہرست میں امتیاز علی تاج کا نام بڑا نمایاں ہے۔ اُن کی جائے ولادت لاہور ہے۔ اُن کے والد، سید ممتاز علی جو ایک بلند پایہ مصنف اور مجلہ "تہذیبِ نسواں" کے بانی مدیر تھے، دیو بند ضلع سہارن پور (یوپی، انڈیا) کے رہنے والے تھے۔

امتیاز علی تاج نے سنٹرل ماڈل سکول لائر مال لاہور سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے پاس کیا۔ انھیں سکول کے زمانے ہی سے لکھنے لکھانے کے ساتھ دل چسپی تھی۔ ابھی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اُنھوں نے ایک ادبی رسالہ "کہکشاں" نکالنا شروع کر دیا مگر ڈراما نگاری کا شوق کالج کے زمانے میں پیدا ہوا جہاں وہ کالج کے ڈرامیٹک کلب کے سرگرم رکن تھے اور اس فن میں انھوں نے اتنی ترقی کی کہ بائیس سال کی عمر میں ڈراما "انارکلی" لکھا جو ڈراما نگاری کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اُنھوں نے بہت سے ریڈیائی اور سٹیج ڈرامے لکھے۔ انھوں نے انگریزی اور فرانسیسی زبان کے ڈراموں کا اس عمدگی سے اُردو ترجمہ کیا کہ اُن کے کرداروں کو اپنے ماحول کے مطابق ڈھال لیا۔

امتیاز علی تاج مزاح نگار بھی تھے۔ مزاح نگاری کے ضمن میں اُن کا تخلیق کردہ ایک ڈرامائی کردار "چچا چھکن" ہے۔ اُنھوں نے بچوں کے لیے بھی متعدد ڈرامے لکھے جن میں شامل کتاب ڈراما "آرام و سکون" بھی ہے۔ "آرام و سکون" کا لبِ لباب یہ ہے کہ جن گھروں میں غُل غپاڑا ہوتا ہے اُن کا سکون برباد ہو جاتا ہے اور ایسے گھروں کے مکین، جو ہسپتال میں ملازم ہیں مگر اُن کو گھروں میں آرام و سکون میسر نہیں ہوتا، تو وہ اپنے گھروں پر دفتروں کو ترجیح دینے لگتے ہیں۔

مرکزی خیال

کسی بھی شخص کے لیے خصوصاً مریض کے لیے زندگی میں آرام و سکون بے حد ضروری ہے۔ اگر مریض کو بیماری مین سکون میسر نہ ہو تو صحت مزید بگڑ جاتی ہے۔ گھر کے اہلِ خانہ خصوصاً بیوی کو گھر میں سکون کی فضا قائم رکھنی چاہیے۔ اگر گھر میں بے جا شور غل برپا ہو تو صاحب خانہ کی بے چینی کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گھر کی فضا بھی ناخوشگوار ہو جاتی ہے۔

خلاصہ

اس سبق میں ہماری زندگی میں آرام و سکون کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ آج کی مصروف زندگی میں انسان کا اپنے لیے وقت نکالنا نہایت مشکل ہے۔ جس کی وجہ سے مختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ سبق میں ایک ایسے ہی شخص کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ جسے ڈاکٹر نے تھکن کی وجہ سے بیمار ہو جانے پر آرام کرنے کی تاکید کی۔ لیکن گھر کے بے سکون ماحول کی وجہ سے وہ مزید الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ میاں صاحب کو آرام پہنچانے کی بجائے بیوی خود اس کے لیے بےآرامی کی وجہ بن جاتی ہے۔ شوہر آرام کرنا چاہتا ہے تو کبھی اس سے کھانے کا پوچھتی ہے اور کبھی دبانے کا پوچھ کر اسے زچ کر دیتی ہے۔ پھر گھنٹی ڈھونڈنے کے مسئلے پر لاحاصل بحث کرتی ہے۔ بار بار ملازم مٹھو کو آوازیں دے کر میاں کو بے سکون کرتی ہے۔ سقا پانی لانے میں دیر کر دیتا ہے تو اس کو بہت ڈانٹتی ہے۔ بچے کو گاڑی سے کھیلنے پر اور نوکر کو رچھے سے ملنے پر بھی ملامت کرتی ہے اور پھر ہر ایک سے کہتی ہے کہ شور مت پیدا کرو، میاں آرام کر رہے ہیں۔ میاں اس کی بے تکی گفتگو اور شور سن کر کراہتا ہے مگر بیوی کو کوئی احساس نہیں ہوتا اور وہ اُن کی بات پر کان نہیں دھرتی۔ کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے۔ ناچار میاں کو ہی فون اٹھانا پڑتا ہے۔ پھر ٹیلی فون پر بحث و تکرار شروع ہو جاتی ہے۔ ہمسایوں کی طرف سے گانے بجانے کی

www.ilmkidunya.com

آواز پر میاں خط لکھ کر انھیں منع کرنے کو کہتا ہے۔ اس دوران بچہ گر پڑتا ہے۔ ساتھ ہی للو ریٹھے کوٹنا شروع کر دیتا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ یہ سب بیگم صاحبہ کی نادر شاہی حکم کے زیرِ اثر ہو رہا ہے۔ غرض ایک افراتفری کی فضا گھر میں پیدا ہو جاتی ہے۔ میاں اس بے سکونی کی وجہ سے دفتر جانے کو ترجیح دیتا ہے اور اپنی ٹوپی اور شیروانی اُٹھا کر آرام و سکون کی تلاش میں دفتر جانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

گھر کو سکون اور امن کا گہوارہ ہونا چاہیے انسان گھر رہنے میں خوشی محسوس کرے۔ ایسا نہ ہو کہ گھر کی بے سکون فضا کی وجہ سے صاحب خانہ گھر سے فرار اختیار کر لے۔ اِس مقصد کے لیے سب سے اہم ذمہ داری بیوی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ گھر میں ایک خوشگوار فضا قائم رکھے تا کہ گھر امن و سکون کی جنت نظر آئے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آداب	تعظیمی کلمہ	اُلجھن میں ڈالنا	پریشان کرنا
انگیٹھی	برتن جس میں آگ رکھی جاتی ہے۔	اللہ مارا	کسی کو بد دعا دینا
اطمینان	تسلی	اعصاب	پٹھے
اُلجھنیں	پریشانیاں	بوکھلا دینا	پریشان کر دینا
بے سُرا گانا	بے ڈھنگا گیت	بدتہذیب	غیر شائستہ
بے ڈھنگا	بے سُرا	بخشنا	معاف کرنا
بدن ٹوٹنا	جسم میں درد ہونا	بے طرح سے	بُری طرح سے
بیسیوں مرتبہ	کئی مرتبہ	بحال ہونا	پھر سے ٹھیک ہونا
پُر ہونے میں نہ آنا	سیر نہ ہونا۔ نہ بھرنا	پرندہ پر نہ مارے گا	بالکل شور نہ ہوگا
تقویت	طاقت	تاکید کرنا	نصیحت کرنا
تکان	تھکاوٹ	تردد	فکر۔ پریشانی
جی چاہنا	دل چاہنا	چڑ جانا	غصے میں آنا
چونک کر	حیران ہو کر	چولہے میں جھونکنا	ایندھن بنا دینا
چپکا پڑا تھا	خاموش لیٹا تھا	حرارت	بخار
خاک اثر نہ ہونا	بالکل اثر نہ ہونا	دھمک	آہٹ
دفتر لکھنے بیٹھنا	دستاویزات لکھنا	دل بھرنا	اُکتا جانا
دم اُلجھنا	دل گھبرانا	راہِ مولا	اللہ کی راہ میں
ریٹھا	ایک درخت کا پھل	زچ ہونا	تنگ آ جانا

زوروں پر	بہت زیادہ	ساگودانہ	ایک درخت کا دانہ جو ہلکی پھلکی غذا کے کام آتا ہے۔
سر کھجانے کی فرصت نہ ملنا	بہت مصروف ہونا	سر پر سوار ہونا	ڈھیٹ ہو جانا
سقا	ماشکی	شور و غل	شور شرابہ
شوہر	خاوند	صدا	آواز
طرح دینا	ڈھیل دینا	علیل	بیمار
غُل مچانا	شور مچانا	غذا	خوراک
کسر رہ جانا	کوئی کمی رہ جانا	کان پر جوں نہ رینگنا	کچھ اثر نہ ہونا
کم بخت	بدقسمت	کواڑ	دروازہ
کراہنا	درد سے آہ بھرنا	گستاخ	بدتمیز
گرد	غبار	گودام	اناج رکھنے کا کمرا
لاحول ولا قوۃ	اللہ کے علاوہ کوئی طاقت نہیں ہے۔	مہلت	فرصت
مالٹڈ ملک	خشک دودھ اور شیرے سے ملا ہوا دودھ	مُہلت	موقع
مُضر	نقصان دہ	مطلق	بالکل
معائنہ	چیک اَپ کرنا	مقوی	طاقت ور
نغمہ سرائی	گیت گانا	نارنگی	سنگترہ
ناحق	بے وجہ	نامراد	بدبخت
نصیب دشمناں	دشمنوں کے نصیب	دفع ہو	دُور ہو
ہنگامہ	جھگڑا	ہاون دستہ	دوا کوٹنے کا برتن
ہارمونیم	ساز۔ موسیقی کا آلہ	ہاتھ دھو بیٹھنا	محروم ہو جانا
یک نہ شد دو شد	ایک مصیبت پر دوسری کا آنا	یک لخت	فوراً
یخنی	اُبلے ہوئے گوشت کا پانی	--	--

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے، صرف تکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

حوالۂ متن: سبق کا عنوان : آرام و سکون

مصنف کا نام : امتیاز علی تاج

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تردد	پریشانی۔ فکر	معائنہ کرنا	غور سے دیکھنا
تکان	تھکاوٹ	حرارت	بخار

سیاق و سباق: اشفاق صاحب کافی بیمار تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں آرام کرنے کی تاکید کی۔ مگر بیگم نے ان کے لیے گھر میں بے سکونی کا ماحول پیدا کر دیا۔ کبھی نوکر کو آوازیں دیتیں کبھی بچے کو ڈانٹتیں۔ گھر میں ایک طوفان برپا تھا۔ خود بیوی مسلسل شور مچائے رکھتی۔ گھر میں ایسا بے چینی اور ہنگامہ خیز ماحول بنا ہوتا ہے کہ شوہر تنگ آ کر دفتر جانے کو ترجیح دیتا ہے۔

تشریح: اشفاق صاحب صبح سے شام تک مسلسل کام کی زیادتی کے باعث بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب معائنہ کرنے گھر آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں پوری توجہ سے دیکھا اور بیگم صاحبہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ تھکاوٹ اور کام کی زیادتی کی وجہ سے معمولی سا بخار محسوس ہو رہا ہے۔ انہیں اپنی صحت کی طرف دھیان دینا چاہیے اور آرام کے لیے بھی وقت نکالنا ضروری ہے۔ اگر یہ ایک دو روز آرام کریں گے تو خود بخود صحت مند ہو جائیں گے۔

پیراگراف 2:

بیوی: ڈاکٹر صاحب ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جبھی تو! میرے خیال میں انہیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور اُلجھنیں بھلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاء اللہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ اتنا کام نہ کیا کرو۔ نصیب دشمناں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہہ دیتے ہیں کہ کیا کیا جائے، ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نصیب دشمناں	دشمنوں کے نصیب میں ہو	ہاتھ دھو بیٹھا	محروم ہو گیا
خاک اثر نہ ہونا	ذرا بھی اثر نہ ہونا	بے طرح	بے حد

سیاق و سباق: اشفاق صاحب کافی بیمار تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں آرام کرنے کی تاکید کی۔ مگر بیگم نے ان کے لیے گھر میں بے سکونی کا ماحول پیدا کر دیا۔ کبھی نوکر کو آوازیں دیتیں کبھی بچے کو ڈانٹتیں۔ گھر میں ایک طوفان برپا تھا۔ خود بیوی مسلسل شور مچائے رکھتی۔ گھر میں ایسا بے چینی اور ہنگامہ خیز ماحول بنا ہوتا ہے کہ شوہر تنگ آ کر دفتر جانے کو ترجیح دیتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

تشریح: انہوں نے ڈاکٹر سے کہا کہ جی ہاں یہی حال ہے۔ اشفاق صاحب ہر وقت کام میں مصروف رہتے ہیں۔ دس بجے دفتر چلے جاتے ہیں اور شام کے سات بجے سے پہلے کبھی گھر واپس نہیں آتے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو پھر انہیں آرام کی زیادہ ضرورت ہے۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے انہیں ہلکا سا بخار ہو گیا ہے۔ انہیں جسمانی آرام کے ساتھ ساتھ ذہنی سکون کی بھی ضرورت ہے۔ ایک دن کا بھی آرام ملا تو یہ صحت یاب ہو جائیں گے فکر کی کوئی بات نہیں۔ بیگم صاحبہ ڈاکٹر صاحب سے کہتی ہیں کہ میں کئی مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ زیادہ کام نہ کیا کریں لیکن یہ میری باتوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتے اور ہمیشہ یہی بات کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ آج کل دفتر میں بہت زیادہ کام ہے۔ آج کل کام بھی بہت زیادہ ہے اور طبیعت کی خرابی کی وجہ سے کام پر دھیان دینا بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

پیراگراف 3: سقا؟ گھر میں بہرے بستے ہیں جو کم بخت اس زور سے کنڈی کھٹکھٹاتا ہے؟ اللہ ماروں کو اتنا خیال بھی تو نہیں آتا کہ گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے۔ ڈاکٹر نے تاکید کر رکھی ہے کہ شور وغل نہ ہونے پائے اور اس سے کہو یہی وقت ہے، پانی لانے کا۔ اچھی خاصی دوپہر ہونے کو آ گئی ہے۔ کل سے اتنی دیر میں آیا تو نوکری سے الگ کر دوں گی۔ میں نامراد کو بیسیوں مرتبہ کہلا چکی ہوں کہ صبح سویرے ہو جایا کرے۔ کان پر جوں نہیں رینگتی۔

مشکل الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
نامراد۔ بدبخت	اللہ مارے	بدقسمت	کم بخت
بالکل کوئی اثر نہیں ہوتا	کان پر جوں نہیں رینگتی	کئی بار	بیسیوں مرتبہ

سیاق وسباق: اشفاق صاحب کافی بیمار تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں آرام کرنے کی تاکید کی۔ مگر بیگم نے ان کے لیے گھر میں بے سکونی کا ماحول پیدا کر دیا۔ کبھی نوکر کو آوازیں دیتیں کبھی بچے کو ڈانٹتیں۔ گھر میں ایک طوفان برپا تھا۔ خود بیوی بھی شور مچائے رکھتی۔ گھر میں ایسا بے چینی اور ہنگامہ خیز ماحول بنا ہوتا ہے کہ شوہر تنگ آ کر دفتر جانے کو ترجیح دیتا ہے۔

تشریح: مصنف کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب میاں اشفاق کا معائنہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ انہیں دوا سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب بیگم صاحبہ کو ہدایت کرتے ہیں کہ مریض کے کمرے میں شور وغل نہیں ہونا چاہیے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے تو بیگم ملازم للّو کو دروازہ کھولنے کے لیے کہتی ہے۔ للّو دور سے ہی سقا کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔ بیگم سقے کا نام سنتے ہی غصے میں آ جاتی ہیں اور نوکر کو بلا کر کہتی ہیں کہ وہ کم بخت اتنی زور زور سے دروازہ کیوں کھٹکھٹائے جا رہا ہے۔ یہاں بہرے رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے مریض کے آرام کی سخت تاکید کی ہے۔ بیگم ملازم للّو سے سخت لہجے میں ہدایت کرتی ہیں کہ سقے سے پوچھو کہ وہ صبح کے وقت کیوں نہیں آیا؟ دوپہر کے وقت بھی کوئی آنے کا وقت ہے اور یہ کہاں کی شرافت ہے کہ بے وقت آ کر دروازہ بجائے اسے میرا پیغام دو کہ آئندہ اتنی دیر سے آیا تو چھٹی کرا دوں گی۔ میں اس نامراد کو کئی بار کہہ چکی ہوں کہ سویرے پانی دے جایا کرے کیوں کہ پانی کی ضرورت صبح کے وقت ہی ہوتی ہے۔ یہ سقا اس قدر ڈھیٹ ہے کہ دوپہر کے وقت منہ اُٹھا کر چلا آتا ہے اور اس پر ذرا برابر بھی اثر نہیں ہوتا۔

پیراگراف 4: بی بی جی کا بچہ نکل یہاں سے۔ کہہ دے ان سے (ملازم جاتا ہے) کواڑ بند کر کے جا۔ (میاں کراہ کر چُپ ہو جاتا ہے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے اور بجتی رہتی ہے) ارے بھئی کہاں گئیں؟ ارے کوئی ٹیلی فون سننے تو آؤ۔ لاحول ولاقوۃ (خود اُٹھتا ہے) ہیلو، میں اشفاق بول رہا ہوں۔ بیگم اشفاق کسی کام میں مصروف ہیں۔ اس وقت کمرے میں نہیں ہیں جی۔ یہاں کوئی ایسا نہیں جو انہیں بلا لائے۔ میں علیل ہوں۔ کیا فرمایا آپ نے؟ آواز دینے کے لیے ضروری نہیں کہ گلا بھی خراب ہو۔ آپ پھر کسی وقت فون کر لیجیے گا۔ میں نے عرض کیا نا، چوں کہ میں بیمار ہوں، کمرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ (زور سے فون بند کرتا ہے) بدتہذیب۔ گستاخ کہیں کی نہ ہوں۔

www.ilmkidunya.com

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
گستاخ	بدتمیز	علیل	بیمار
عرض کرنا	بیان کرنا۔ التجا کرنا	بدتہذیب	تمیز سے عاری۔ جاہل

سیاق وسباق: اشفاق صاحب کافی بیمار تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں آرام کرنے کی تاکید کی۔ مگر بیگم نے ان کے لیے گھر میں بے سکونی کا ماحول پیدا کر دیا۔ کبھی نوکر کو آوازیں دیتیں کبھی بچے کو ڈانٹتیں۔ گھر میں ایک طوفان برپا تھا۔ خود بیوی مسلسل شور مچائے رکھتی۔ گھر میں ایسا بے چینی اور ہنگامہ خیز ماحول بنا ہوتا ہے کہ شوہر تنگ آ کر دفتر جانے کو ترجیح دیتا ہے۔

تشریح: میاں نوکر کو ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں یہاں سے چلے جاؤ۔ نوکر بیگم صاحبہ کو آواز دیتا ہے۔ میاں اُسے مزید ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ بی بی جی کا بچہ میرے کمرے سے نکل جاؤ۔ میاں صاحب ملازم کو جاتے ہوئے دروازہ بند کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اتنی دیر میں ٹیلی فون کی گھنٹی مسلسل بجتی رہتی ہے۔ میاں صاحب آواز لگاتے ہیں ارے کوئی ٹیلی فون سننے کے لیے تو کمرے میں آ جائے۔ بلانے کے باوجود بھی کوئی نہیں آتا تو کراہتے ہوئے خود ہی ٹیلی فون کا ریسور کان سے لگا کر کہتے ہیں کہ میں اشفاق بول رہا ہوں۔ فون پر کوئی عورت اُن سے بیگم صاحبہ کے بارے میں پوچھتی ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ بیگم اشفاق اس وقت کمرے میں موجود نہیں ہیں ورنہ آپ سے بات کرا دیتا۔ میں بیمار ہوں اس لیے میں کمرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ میاں صاحب اُسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کسی اور وقت فون کر لے لیکن وہ عورت بضد ہے کہ ابھی بات کرنی ہے۔ میاں دوبارہ اسے بتاتے ہیں کہ میں بیمار ہوں اور کمرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ عورت پھر بھی نہیں مانتی تو اُسے بُری بھلی سناتے ہوئے زور سے فون بند کر دیتے ہیں۔ جب بیگم کو فون کا پتا چلتا ہے تو وہ ناراض ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ پتا نہیں وہ کون تھی اور کیا بات کرنا چاہتی تھی۔ بیگم کی بات سن کر میاں کہتے ہیں کہ فکر کی کوئی بات نہیں ہے، اگر اُسے ضروری کام ہوتا تو وہ مجھے ضرور پیغام دیتی۔

مشق

ا۔ ڈراما ''آرام وسکون'' کے متن کے حوالے سے دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) ڈاکٹر کے خیال میں مریض کو دوا سے زیادہ ضرورت تھی:

(الف) نیند کی (ب) تنہائی کی (ج) آرام وسکون کی (د) گپ شپ کی

(ii) میاں صاحب کا نام ہے:

(الف) اسحاق (ب) اشفاق (ج) عدنان (د) اشتیاق

(iii) ملازم گودام میں ڈھونڈ رہا تھا:

(الف) ہلدی (ب) دیگچے (ج) نمک (د) مرچیں

(iv) گھنٹی میز پر سے اُٹھا کر انگیٹھی پر رکھی تھی:

(الف) خود میاں نے (ب) بیوی نے (ج) ملازم (للو) نے (د) ننھے نے

www.ilmkidunya.com

(v) میاں دفتر جانے کے لیے طلب کرتا ہے:

(الف) ٹوپی اور شیروانی (ب) ٹوپی اور جوتا (ج) ٹوپی اور مفلر (د) ٹوپی اور چھڑی

جواب

(i)	(ج)	(ii)	(ب)	(iii)	(ب)	(iv)	(الف)	(v)	(الف)

۲۔ سبق ''آرام وسکون'' کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) ڈاکٹر نے مریض (میاں) کو دوا کے بجائے کیا تجویز کیا؟

جواب: میاں اشفاق جو مریض تھے چوں کہ بہت زیادہ کام کاج کیا کرتے تھے لہٰذا ڈاکٹر نے اُنھیں دفتر کی اُلجھنیں بھلا کر دوائی دینے کی بجائے ایک دوروز کے لیے مکمل آرام وسکون کے لیے ہدایت دی۔

(ب) گھر میں خدمت سے زیادہ شور وغُل ہو تو اس سے انسانی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: شور وغُل کی آلودگی سے انسان اعصابی تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ امراضِ دل اور بلڈ پریشر بھی شور کی آلودگی کے سبب جنم لیتے ہیں۔ زیادہ شور سے انسانوں کی قوتِ سماعت متاثر ہو سکتی ہے نیز سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی سلب ہو سکتی ہے۔

(ج) صحت مند رہنے کے لیے اچھی خوراک کے علاوہ کیا چیز درکار ہے؟

جواب: صحت مند رہنے کے لیے اچھی خوراک اور غذا کے علاوہ ذہنی سکون اور آرام کی بھرپور ضرورت ہوتی ہے۔

(د) ہم سائے کی کون سی حرکت سے میاں کے آرام میں خلل واقع ہو رہا تھا؟

جواب: ہم سائے کے ہاں سے ان کے صاحب زادے کا ہارمونیم بج رہا تھا جس کی تال پر وہ بے سرے گانے کا شور برپا کیے ہوئے تھا۔ اس سے بھی میاں کے آرام میں خلل واقع ہو رہا تھا۔

(ہ) میاں نے گھر پر آرام وسکون میسر نہ آنے پر کہاں جانے کو ترجیح دی؟

جواب: جب میاں کو کسی طور بھی آرام وسکون نہیں مل رہا تھا۔ پے در پے شور وغُل ہوا چلا جا رہا تھا تو میاں کا آرام محال ہو گیا۔ آخر کار وہ زچ ہو کر شور اور ہنگامے کی وجہ سے بیماری کے باوجود دفتر جانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

۳۔ سبق ''آرام وسکون'' کے متن کے مطابق خالی جگہیں پُر کریں۔

(الف) میرے خیال میں دوا سے زیادہ ________ کی ضرورت ہے۔

(ب) بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ اتنا کام نہ کرو ________ صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

(ج) جی نہیں! دوا کی ________ ضرورت نہیں۔

(د) خاموشی اعصاب کو ایک طرح کی ________ بخشتی ہے۔

(ہ) ________ کو اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے۔

جواب

(الف)	آرام	(ب)	نصیبِ دشمناں	(ج)	مطلق	(د)	تقویت	(ہ)	اللہ ماروں

www.ilmkidunya.com

حروف کی اقسام:

حرف وہ کلمہ ہے جو نہ تو کسی شخص یا چیز کا نام ہو، نہ کسی کام کے کرنے یا ہونے کو ظاہر کرے اور نہ ہی اپنے الگ کوئی معنی رکھتا ہو بلکہ یہ مختلف کلموں کو آپس میں ملاتا اور ان کے ساتھ مل کر بامعنی بنتا ہے۔ جیسے: ''نماز ی مسجد میں ہے''۔ اس جملے میں لفظوں کا تعلق ''میں'' کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہو تو جملہ بے معنی ہو جائے اور ''میں'' حرف ہے۔ اُردو میں حروف کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

حروفِ جار: وہ حروف جو اسما اور افعال کو آپس میں ملاتے ہیں۔ مثلاً: میں، سے، پر، تک، ساتھ، اوپر، نیچے، لیے، واسطے، آگے، پیچھے، اندر، باہر، پاس، درمیان وغیرہ۔

حروفِ اضافت: وہ حروف جو اسموں کے باہمی تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ اُردو میں بالعموم ''کا، کے، کی'' حروفِ اضافت ہیں اور زیادہ تر یہی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: حیدر کا سکول، زینب کی گڑیا وغیرہ۔

حروفِ عطف: وہ حروف جو دو اسموں کے باہمی تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً: امیر وغریب، احمد اور اسلم، بچہ ذرا سا جاگا پھر سو گیا۔ ان مثالوں میں ''و، اور، پھر'' حروفِ عطف ہیں جو دو اسموں کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔

حروفِ استفہام: وہ حروف جو کچھ پوچھنے یا سوال کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً: کیا، کیوں، کب، کون، کیسا، کس لیے، کس طرح، کتنا، کیوں کر، کس قدر، کہاں وغیرہ۔

حروفِ تشبیہ: وہ حروف ہیں جو کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے مشابہ یا مانند قرار دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: مانند، کی طرح، جیسا، سا، مثل، بمثال، صورت، بعینہٖ، ہو بہو، کا سا، کی سی وغیرہ۔

حروفِ علت: وہ حروف جو کسی بات کی علت، وجہ یا سبب کو ظاہر کریں۔ جیسے: کیوں کہ، اس لیے، بدیں وجہ، بایں وجہ، بدیں سبب، تا کہ، اس لیے کہ، تا، چناں چہ، اس واسطے، اس باعث کہ، لہٰذا وغیرہ۔

حروفِ شرط و جزا: وہ حروف جو شرط کے موقع پر بولے جائیں، حروفِ شرط کہلاتے ہیں۔ حروفِ شرط کے بعد دوسرے جملے میں جو حروف لائے جاتے ہیں، اُنھیں حروفِ جزا کہتے ہیں۔ مثلاً: اگر وہ محنت کرتا تو کامیاب ہو جاتا۔ جب وہ آیا تب میں گیا۔ ان جملوں میں ''اگر'' اور ''جب'' حروفِ شرط اور ''تو'' اور ''تب'' حروفِ جزا ہیں۔

حروفِ اضراب: وہ حروف جو ایک چیز کو روگردانی کر کے یا ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ یا ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دیتے ہیں۔ مثلاً: وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے۔ یہ تربوز بڑا ہی نہیں بلکہ میٹھا بھی ہے۔ ان دونوں مثالوں میں ''بلکہ'' حرفِ ضرب ہے۔

حروفِ تردید: وہ حروف ہیں جو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے: غریب ہو یا امیر، اچھا ہو یا کہ بُرا، خواہ یہ لو خواہ وہ لو، چاہے رہیں چاہے چلیں جائیں وغیرہ۔ جملوں میں ''یا کہ، خواہ، چاہیے'' حروفِ تردید ہیں۔

حروفِ بیان: وہ حرف جو کسی وضاحت کے لیے استعمال کیا جائے اور وہ حرف ''کہ'' ہے۔ مثلاً: جب استاد نے شاگرد سے کہا کہ سبق پڑھو۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ محنت سے کام لو۔ وغیرہ۔

۴۔ **مندرجہ ذیل حروف کی اقسام کی تعریف بیان کریں اور دو دو مثالیں دیں۔**

(الف) حروفِ استفہام (ب) حروفِ تشبیہ (ج) حروفِ شرط و جزا (د) حروفِ بیان (ہ) حروفِ تردید

جواب:

(الف) حروفِ استفہام	وہ حروف ہیں جو کسی سوال کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً: کیا، کیوں، کیسے وغیرہ۔

www.ilmkidunya.com

(ب) حروفِ تشبیہ	وہ حروف جو کسی چیز کو دوسری چیز کے مشابہ قرار دیں۔ مثلاً مانند، جیسا، کی سی وغیرہ۔
(ج) حروفِ شرط و جزا	وہ حروف جو شرط کے موقع پر بولے جائیں۔ حرفِ شرط کے بعد جو حرف آئیں اُنھیں حروف جزا کہتے ہیں۔ مثلاً: اگر وہ آتا تو میں چلا جاتا۔ جب بارش ہوتی تب فصل اچھی ہوتی۔
(د) حروفِ بیان	جو حروف وضاحت کے لیے بیان ہوں حروفِ بیان کہلاتے ہیں۔ مثلاً: ماں نے بیٹی سے کہا کھانا کھالو۔
(ہ) حروفِ تردید	وہ حروف جو ایک بات کو رد کر کے دوسری بات کو لائیں یا دو میں سے ایک کے تعین کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: خواہ، چاہے، یا تو وغیرہ۔

سابقے لاحقے:

اُردو زبان میں سابقوں اور لاحقوں کی اہمیت کسی بیان کی محتاج نہیں۔ ان کی مدد سے بے شمار الفاظ بنتے رہتے ہیں اور زبان کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہتا ہے۔

- **سابقہ:** سابقہ سے مراد وہ علامت ہے جو نیا لفظ یا نئی ترکیب بنانے کے لیے کسی لفظ کے شروع میں لگائی جائے۔ مثلاً: خود غرض، خود شناس، خود مختار میں ”خود“ سابقہ ہے۔
- **لاحقہ:** لاحقہ سے مراد وہ علامت ہے جو کسی لفظ کے آخر میں لگائی جائے۔ مثلاً: خطرناک، دردناک، غم ناک میں ”ناک“ لاحقہ ہے۔

۵۔ **سابقوں: ”با، پیش، کم، ہم“ اور لاحقوں: ”آرا، پن، دار، ستان“ کی مدد سے تین تین الفاظ بنائیں۔**

جواب: سابقے:

با	:	بااُصول، باوفا، باادب، بامراد، بانصیب، باحیا
پیش	:	پیش لفظ، پیش قدم، پیش پیش، پیش کش
کم	:	کم ہمت، کم گو، کم ظرف، کم نصیب
ہم	:	ہم درد، ہم زُلف، ہم نوالہ، ہم پیالہ

لاحقے:

آرا	:	صف آرا، گلشن آرا، بزم آرا، محفل آرا، جہاں آرا
پن	:	اپناپن، کمینہ پن، گھٹیاپن، دیوانہ پن، پاگل پن
دار	:	جی دار، دل دار، طرح دار، وضع دار
ستان	:	پرستان، قبرستان، پاکستان، افغانستان، شبستان

مکالمہ نگاری:

مکالمہ کے لغوی معنی تو کلام یا گفت گو کرنے کے ہیں مگر اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ افراد کے مابین کسی موضوع سے متعلق گفت گو کرنے کو مکالمہ کہتے ہیں۔ اچھا مکالمہ وہ ہے جس میں روزمرہ بول چال کا انداز اور بے تکلف لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہو اور جو حقیقی زندگی کے قریب تر ہو۔ تحریر و تقریر میں مکالمے کو خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ بات چیت ہی سے کسی فرد کی شخصیت اور اصل خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک

www.ilmkidunya.com

اچھا مکالمہ لکھنے کے لیے درج ذیل امور کا ہمیشہ خیال رکھیں۔

- گفت گو کرتے وقت مخاطب اور مخاطب الیہ کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھا جائے۔
- مکالمہ لکھتے وقت زمانی اور مکانی ترتیب و تنظیم کا خیال رکھنا ضروری ہے۔
- مکالمہ نگاری میں رموزِ اوقاف کی علامتوں کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔
- مکالمہ میں تصنع اور بناوٹ کے بجائے فطری بے ساختگی سے کام لیا جائے۔
- گفت گو کے ساتھ ساتھ جسمانی حرکات و سکنات اور اشارات کا بھی خیال رکھا جائے۔
- مکالمے کا اختتام فطری انداز میں ہونا چاہیے۔

۶۔ ڈراما ''آرام و سکون'' مکالمہ نگاری کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس انداز کو ملحوظ رکھتے ہوئے استاد اور اس کے دو شاگردوں کے مابین ''ٹریفک کے قوانین کیوں ضروری ہیں؟'' کے موضوع پر ایک مکالمہ تحریر کریں۔

جواب: **استاد:** السلام علیکم! حسیب اور عدنان آج کلاس میں اتنی دیر سے کیوں پہنچے ہو؟

حسیب: سر! یہ ایک تکلیف دہ تجربہ تھا ہم ٹریفک جام میں پھنس گئے تھے۔

استاد: ٹھیک کہہ رہے ہو ٹریفک جام آج کل اس شہر کے لوگوں کے لئے ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔

شاگرد: جی سر! ہم بھی اس شہر میں ٹریفک جام سے بھی پریشان ہیں۔

استاد: یہ ہمارے قیمتی وقت کو کھا رہا ہے۔ نجانے اس پریشانی سے ہم کب آزاد ہوں گے۔

عدنان: بالکل! کوئی بھی اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے آگے نہیں آتا ہے۔ اس ٹریفک جام کی بنیادی وجہ گاڑیوں کی بڑی ہے۔

استاد: ہاں، دفتری اوقات کے دوران، ہمیں ٹریفک کا ایک ہجوم ملتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر اس وقت ہوتا ہے جب مختلف گاڑیاں ایک دوسرے کو آگے بڑھانا چاہتی ہیں۔

حسیب: جی سر! ٹھیک ہے۔ تنگ سڑکوں میں بڑی تعداد میں کاریں اور موٹر سائیکلیں اس مسئلے میں بہت زیادہ حصہ ڈال رہی ہیں۔

استاد: ہاں، ہماری سڑکوں پر ٹریفک زیادہ ہے اور سڑکیں اتنی وسیع نہیں جتنی انہیں ہونا چاہئے۔ دوسرے بدانتظامی بھی ایک بڑا عنصر ہے۔

عدنان: آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ سڑک کے ناگوار حالات اور ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی ٹریفک جام میں بہت زیادہ حصہ ڈال رہی ہے۔

استاد: لیکن بچو ہم اس لعنت سے کیسے نجات پا سکتے ہیں؟

عدنان: مجھے یقین ہے کہ اس مسئلے کو ٹریفک سسٹم کے مناسب انتظام سے حل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر لائسنس کاروں، بسوں اور رکشہ اتارنے چاہئیں۔

استاد: بالکل! اس کے علاوہ، گلیوں کو چوڑا ہونا چاہئے، مرکزی کراسنگ پر فلائی اوور بنائے جائیں، ڈرائیوروں کو مناسب

طریقے سے تربیت دی جانی چاہیے۔

حسیب: جی سر! اتھارٹی کو ٹریفک جام کو حل کرنے کے لیے ان تمام اقدامات کے ساتھ آگے آنا چاہیے۔

استاد: آپ کی قیمتی تجاویز کا بہت بہت شکریہ۔ خدا حافظ!

دونوں شاگرد: آپ کا شکریہ سر خدا حافظ!

سرگرمیاں:

- طلبہ سید امتیاز علی تاج کا ایک اور مزاحیہ ڈراما ''بیگم کی بلی'' تلاش کریں اور اسے بغور پڑھیں۔
- طلبہ ڈاکٹر اور مریض کے مابین ہونے والے مفروضہ گفت گو کو مکالمے کی صورت میں لکھیں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ بیشتر ڈراموں میں معاشرے کے ناہموار پہلوؤں کو دل چسپ اور شگفتہ انداز میں موضوع بنایا جاتا ہے۔

۲۔ طلبہ کو یہ بھی بتائیں کہ ڈراما نگار کا مقصد باتوں ہی باتوں میں اصلاحِ احوال بھی ہوتا ہے۔

۳۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ ڈراما ''آرام وسکون'' کی تدریس سے پہلے طلبہ کو طربیہ ڈراموں کی نوعیت سے متعارف کرائیں۔

۴۔ اساتذہ سید امتیاز علی تاج کا تعارف کراتے ہوئے اُن کے معروف ڈرامے ''انارکلی'' کا بھی ذکر کریں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) سبق ''آرام وسکون'' کے مصنف کا نام کیا ہے؟

(الف) مرزا غالب (ب) کرنل محمد (ج) علامہ اقبال (د) سید امتیاز علی تاج ✓

(2) سید امتیاز علی تاج کب پیدا ہوئے؟

(الف) ۱۹۰۰ء ✓ (ب) ۱۸۰۰ء (ج) ۱۸۰۲ء (د) ۱۹۰۵ء

(3) سید امتیاز علی تاج نے کب وفات پائی؟

(الف) ۱۸۶۹ء (ب) ۱۹۷۰ء ✓ (ج) ۱۸۷۰ء (د) ۱۹۷۳ء

(4) سید امتیاز علی تاج کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) لاہور میں (ب) سیالکوٹ میں ✓ (ج) ساہیوال میں (د) فیصل آباد میں

(5) سید امتیاز علی تاج کو اُن کے کس ڈرامے سے بہت شہرت ملی؟

(الف) کابلی (ب) انارکلی ✓ (ج) آرام وسکون (د) لہو اور قالین

(6) ڈرامہ ''انارکلی'' کب لکھا گیا؟

(الف) ۱۸۳۰ء (ب) ۱۸۳۲ء (ج) ۱۹۳۲ء ✓ (د) ۱۹۲۹ء

(7) تہذیب نسواں کے مدیر رہے:

(الف) الطاف حسین حالی (ب) مرزا ادیب (ج) امتیاز علی تاج ✓ (د) شفیق الرحمٰن

www.ilmkidunya.com

(8) ڈراما "آرام وسکون" میں کتنے کردار ہیں؟

(الف) دس (ب) دو ✓ (ج) پانچ (د) آٹھ

(9) میاں کو کیا مرض تھا؟

(الف) ملیریا (ب) نمونیا (ج) یرقان (د) تکان کے سبب حرارت ✓

(10) میاں صبح کہاں جاتے تھے؟

(الف) دکان پر (ب) سیر کرنے (ج) سکول (د) دفتر ✓

(11) ڈاکٹر کے خیال میں میاں کو کس چیز کی ضرورت تھی؟

(الف) دعا کی (ب) شور کی (ج) آرام وسکون کی ✓ (د) پھل وغیرہ کی

(12) ڈاکٹر صاحب نے میاں کو کیا تاکید کی تھی؟

(الف) آرام رہیں ✓ (ب) بھوکے رہیں (ج) وقت پر دوا کھائیں (د) کام کریں

(13) میاں کے ملازم کا نام کیا تھا؟

(الف) کامی (ب) للو ✓ (ج) منکو (د) جگو

(14) سقا کس وقت پانی دینے آیا تھا؟

(الف) منہ اندھیرے (ب) دوپہر ✓ (ج) رات کو (د) سہ پہر کو

(15) گھنٹی کہاں رکھی ہوئی تھی؟

(الف) پلنگ پر (ب) چارپائی پر (ج) انگیٹھی پر ✓ (د) زمین پر

(16) گھنٹی کس نے انگیٹھی پر رکھ دی تھی؟

(الف) بیٹے نے (ب) للو نے (ج) بیوی نے (د) میاں نے ✓

(17) میاں کا دم کس وجہ سے الجھنے لگا؟

(الف) ننھے کے رونے سے ✓ (ب) گھنٹی کی وجہ سے (ج) موسیقی کے شور سے (د) سقا کے آنے سے

(18) ملازم گودام میں کیا ڈھونڈ رہا تھا؟

(الف) چنے (ب) دال (ج) ریٹھے ✓ (د) مرچیں

(19) بیوی کے مطابق کون سی چیز میں کے لیے مقوی تھی؟

(الف) ملک شیک (ب) یخنی (ج) کھیر ✓ (د) مالٹڈ ملک

(20) ننھے نے کھلونا گاڑی کہاں سے خریدی؟

(الف) دکان سے (ب) بازار سے ✓ (ج) میلے سے (د) سکول سے

(21) سبق میں میاں کا کیا نام بتایا گیا ہے؟

(الف) اشفاق ✓ (ب) شفیق (ج) شائق (د) فائق

www.ilmkidunya.com

(22) گانا کون گا رہا تھا؟

(الف) موسیقار (ب) بیوی (ج) ہمسائے کا لڑکا ✓ (د) میاں

(23) ملازم کیا کوٹ رہا تھا؟

(الف) گڑ (ب) چٹنی (ج) [illegible] ✓ (د) دھنیا

(24) میاں نے کس کو خط لکھنے کا کہا؟

(الف) ہمسائے کو (ب) بیوی کو ✓ (ج) بہن کو (د) ملازم کو

(25) بیوی خط کس کو لکھ رہی تھی؟

(الف) اپنے باپ کو (ب) چچا کو (ج) ماں کو (د) ہمسائے کو ✓

(26) ''یک نہ شد............شد''۔

(الف) دو ✓ (ب) چھ (ج) گیارہ (د) یک

(27) میاں کہاں جانے کے لیے ٹوپی اور شیروانی طلب کرتا ہے؟

(الف) ایئر پورٹ (ب) دفتر ✓ (ج) سکول (د) پارک

(28) ''سقا'' کہتے ہیں؟

(الف) کمہار کو (ب) ماشکی کو ✓ (ج) بزاز کو (د) دکان دار کو

(29) ڈرامہ ''آرام وسکون'' کا اختتام کس کی بات پر ہوتا ہے؟

(الف) میاں کی ✓ (ب) سقے کی (ج) بہن کی (د) بچے کی

(30) ''مُقوی'' کے کیا معنی ہیں؟

(الف) صحت بخش ✓ (ب) خطرناک (ج) طاقت دینے والا (د) کمزور

(31) 'میاں' کی مؤنث ہے:

(الف) بہن (ب) بیوی ✓ (ج) بیگم (د) صاحبہ

(32) 'طبیعت' کی جمع کیا ہے:

(الف) طبیعتوں ✓ (ب) طبیعات (ج) طبعی (د) طبائع

(33) 'آرام' کا متضاد کیا ہے؟

(الف) شور (ب) شرابا (ج) بے آرامی ✓ (د) بے چینی

(34) 'ہدایت' کس کا واحد ہے؟

(الف) ہدیہ (ب) ہدایات ✓ (ج) ہدایا (د) ہدیات

(35) کون سی فہرست مترادف کی نشاندہی کرتی ہے؟

(الف) آرام، بے آرامی (ب) خوشی، بے چینی (ج) محبت، نفرت (د) مضر، نقصان دہ ✓

www.ilmkidunya.com

(36) سبق ''آرام وسکون'' کی صنف کیا ہے؟

(الف) کہانی (ب) ناول (ج) ڈرامہ ✓ (د) رپورتاژ

جواب

(1)	(د)	(2)	(الف)	(3)	(ب)	(4)	(الف)
(5)	(ب)	(6)	(ج)	(7)	(ج)	(8)	(ج)
(9)	(د)	(10)	(د)	(11)	(ج)	(12)	(ج)
(13)	(ب)	(14)	(ب)	(15)	(ج)	(16)	(د)
(17)	(الف)	(18)	(ج)	(19)	(ب)	(20)	(ج)
(21)	(الف)	(22)	(ج)	(23)	(ج)	(24)	(ب)
(25)	(د)	(26)	(الف)	(27)	(ب)	(28)	(ب)
(29)	(الف)	(30)	(ج)	(31)	(ب)	(32)	(د)
(33)	(ج)	(34)	(ب)	(35)	(د)	(36)	(ج)

اضافی مختصر سوالات

(1) ڈراما نگاری میں کس کا بہترین مقام ہے؟

جواب: ڈراما نگاری میں امتیاز علی تاج کو بہترین اور نمایاں مقام حاصل ہے۔

(2) امتیاز علی تاج کے والد کا نام کیا تھا اور وہ کیا کرتے تھے؟

جواب: امتیاز علی تاج کے والد سید ممتاز علی ایک بلند پایہ مصنف تھے۔ وہ ضلع سہارن (یوپی۔انڈیا) کے رہنے والے تھے۔

(3) امتیاز علی تاج نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جواب: امتیاز علی تاج نے سینٹرل ماڈل سکول لوئر مال لاہور سے میٹرک کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔

(4) امتیاز علی تاج کو ڈراما نگاری کا شوق کس طرح پیدا ہوا؟

جواب: امتیاز علی تاج کو ڈراما نگاری کا شوق کالج سے ہوا۔ پھر ان کی کارکردگی سے وہ کالج کے ڈرامیٹک کلب کے سرگرم رُکن بنے۔

(5) اُردو ڈراما نگاری میں ''انارکلی'' کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: ''انارکلی'' اُردو ڈراما نگاری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

(6) ڈراما آرام وسکون کا مرکزی خیال کیا ہے؟

جواب: ڈراما آرام وسکون کا مرکزی خیال یہ ہے کہ گھروں میں شور شرابا ہونے سے سکون برباد ہو جاتا ہے۔ ایسے گھروں کے رہنے والے آدمی گھر کی نسبت اپنے دفتر میں زیادہ آرام وسکون محسوس کرتے ہیں۔

(7) امتیاز علی تاج کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: امتیاز علی تاج ۱۹۰۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔

(8) امتیاز علی تاج نے اپنا مشہور ڈراما انارکلی کس عمر میں لکھا؟

جواب: امتیاز علی تاج نے اپنا مشہور ڈراما انارکلی بائیس سال کی عمر میں لکھا۔

(9) امتیاز علی تاج کے دو مشہور ڈراموں کے نام بتائیں۔

جواب: امتیاز علی تاج کے دو مشہور ڈرامے انارکلی اور آرام و سکون ہیں۔

(10) امتیاز علی تاج کا ڈرامہ آرام وسکون کس طرح کا ڈرامہ ہے؟

جواب: آرام وسکون امتیاز علی تاج کا معروف مزاحیہ ڈراما ہے۔ جس میں اُنھوں نے معمول کے واقعات اور کرداروں کے سادے مکالموں سے وہ مزاح پیدا کیا ہے جسے پڑھ کر قاری لطف اندوز ہوتا ہے۔

(11) ڈاکٹر نے میاں کی بیماری کے بارے میں کیا بتایا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ انہیں صرف تھکاوٹ کی وجہ سے بخار ہو گیا ہے۔

(12) میاں کے دفتر کے اوقات کار کیا تھے؟

جواب: میاں صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے کے بعد گھر واپس آتے تھے۔

(13) ڈاکٹر نے میاں کے لیے کیا علاج تجویز کیا؟

جواب: ڈاکٹر نے کہا کہ میاں کو کسی دوا کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے زیادہ آرام وسکون کی ضرورت ہے۔

(14) ڈاکٹر نے میاں کو کیا تاکید کی؟

جواب: ڈاکٹر نے میاں کو مکمل طور پر دو دن کے آرام کی تاکید کی۔

(15) بیگم نے بلانے کے لیے میاں کو کیا دینا چاہا؟

جواب: بیگم نے میاں کو بلانے کے لیے گھنٹی دینی چاہی۔

(16) سٹے کو بیوی نے کیا پیغام بھجوایا؟

جواب: بیگم نے کہلوا بھیجا کہ اگر نامراد کل سے جلدی نہ آیا تو اسے نوکری سے الگ کر دوں گی۔

(17) میاں نے انگیٹھی پر گھنٹی کیوں رکھی؟

جواب: چھوٹا ننھا اسے بار بار بجا رہا تھا اس لیے میاں نے اسے اٹھا کر انگیٹھی پر رکھ دیا۔

(18) نوکر للو گودام سے کیا ڈھونڈ رہا تھا؟

جواب: نوکر للو گودام سے ریٹھے ڈھونڈ رہا تھا۔

(19) روزانہ آرام وسکون نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب: روزانہ آرام وسکون نہ کریں تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا کام کے بعد آرام وسکون بہت ضروری ہے۔

(20) ڈرامہ آرام وسکون سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس ڈرامے سے سبق ملتا ہے کہ اگر گھر میں کوئی بیمار ہو تو شور نہ کریں۔ مریض کے مکمل آرام وسکون کا خیال رکھا جائے۔

www.ilmkidunya.com

(21) صحت مند رہنے کے لیے کیا باتیں ضروری ہیں؟

جواب: صحت مند رہنے کے لیے متوازن غذا اور مناسب آرام کی ضرورت ہے۔

(22) میاں کے آرام میں ہمسائے کی کس بات سے خلل پڑ رہا تھا؟

جواب: ہمسائے کے بے سُرے گانے اور بے ہنگم ہارمونیم بجانے کی وجہ سے میاں کے آرام میں خلل پڑ رہا تھا۔

(23) سقّا کس کو کہتے ہیں؟

جواب: ماشکی (پانی بھرنے والے) کو سقا کہتے ہیں۔

(24) میاں نے بیوی کو کیا چیز بنوانے کا کہا؟

جواب: میاں نے بیوی کو ساگودانے کی کھیر بنانے کا کہا۔

(25) اشفاق صاحب کے صحن میں کس کی وجہ سے شور ہو رہا تھا؟

جواب: ان کے صحن میں ان کا ننھا بیٹا پٹ پٹ گاڑی چلا رہا تھا جس وجہ سے صحن میں شور برپا تھا۔

(26) بے ہنگم ہارمونیم اور بے سُرے گانے سے میاں کو کیا تکلیف محسوس ہو رہی تھی؟

جواب: بے ہنگم ہارمونیم کی آواز اور بے سُرے گانے سے میاں کا سر درد سے پھٹے جا رہا تھا۔

(27) بیوی ہمسائے کو خط کس لیے لکھ رہی تھیں؟

جواب: بیوی ہمسائے کو ہارمونیم اور گانا بند کروانے کے لیے خط لکھ رہی تھیں۔

(28) آخر کس شور سے تنگ آ کر میاں گھبرا کر اُٹھ بیٹھتا ہے؟

جواب: آخر میں ہاون دستے کی مسلسل دھمک سے میاں گھبرا کر اُٹھ بیٹھتا ہے۔

(29) خاموشی سے انسانی اعصاب پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: خاموشی انسانی اعصاب کو تقویت بخشتی اور پُرسکون کرتی ہے۔

(30) آخر میں کون کون سی آوازیں مل کر میاں کو تکلیف دیتی ہیں؟

جواب: ہارمونیم پر اونچے بے سُرے گانے کی آواز، ننھے کے رونے کی آواز، ہاون دستے سے ریٹھے کوٹنے کی آواز، اور دروازے پر فقیر کی آوازیں سب مل کر میاں کو تکلیف دے رہی تھیں۔

(31) آرام و سکون، میں میاں نے بیگم کو کیا لکھ کر بھیجنے کو کہا؟

جواب: میاں نے بیوی کو کہا کہ ہمسائے کو ایک رقعہ لکھ بھیجو کہ میں بیمار ہوں ڈاکٹر نے مجھے آرام کی تاکید کی ہے۔ ایک روز ان صاحب زادے نے نغمہ سرائی نہ فرمائی تو دنیا میں کوئی قیامت نہیں آئے گی۔

(32) ڈراما آرام و سکون کے کرداروں کے نام لکھیں۔

جواب: ڈاکٹر صاحب، میاں، بیوی، للو، سقا، ننھا، فقیر، ہمسایہ، اجنبی عورت

(33) بیماری کے باوجود میاں دفتر جانے کے لیے کیوں تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: جب گھر میں سکون نہیں ملتا تو میاں بیماری کے باوجود دفتر جانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۸ کتبہ

مصنف کا تعارف: غلام عباس (۱۹۰۹ء-۱۹۸۲ء)

غلام عباس امرتسر (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ دیال سنگھ ہائی سکول لاہور سے میٹرک پاس کیا۔ بعد ازاں علوم شرقیہ کے امتحانات پاس کیے۔ لکھنے لکھانے کا شوق اُنھیں بچپن سے ہی تھا۔ ابتدائی عمر میں غیر ملکی افسانوں کے تراجم کیے۔ بچوں کے رسالے ''پھول'' اور خواتین کے رسالے ''تہذیبِ نسواں'' کے مدیر رہے۔ ۱۹۳۸ء میں ''آل انڈیا ریڈیو'' سے منسلک ہو گئے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو غلام عباس بھی پاکستان آ گئے۔ کچھ عرصے بعد پنجاب ایڈوائزری بورڈ نے اُن کی ادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر نقد انعام سے نوازا اور حکومتِ پاکستان نے اُنھیں ''ستارۂ امتیاز'' کا اعزاز پیش کیا۔

غلام عباس اُردو افسانوی ادب میں کلاسیک کا درجہ رکھتے ہیں۔ اُن کی اہم تصانیف میں تین افسانوی مجموعے: ''آنندی''، ''گن رس'' اور ''جاڑے کی چاندنی'' جب کہ تین ناولٹ: ''گوندنی والا تکیہ''، ''جزیرہ سخن وراں'' اور ''دھنک'' شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اُنھوں نے فیلڈ مارشل صدر ایوب خان کی کتاب ''Friends, not Masters'' کا اُردو ترجمہ ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' کے نام سے کیا۔

اُردو افسانہ نگاری میں غلام عباس کا مقام اہم اور منفرد ہے۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہ ہونے کے باوجود اُن کے افسانوں میں ترقی پسندانہ رجحانات ملتے ہیں۔ اُنھوں نے زندگی کی صداقت اور فن کی لطافت کو یک جا کر کے نہ صرف اردو افسانے کی اس روایت کو زندہ رکھا جس کا آغاز منشی پریم چند (۱۸۸۰ء-۱۹۳۶ء) سے ہوا تھا بلکہ اس میں اپنی شخصیت کا رنگ بھر کر اُسے ترقی کی راہ پر گامزن بھی کیا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ غلام عباس اُس اُردو افسانوی ادب کے آخری چراغ تھے جو پریم چند نے روشن کیا تھا۔

شاملِ کتاب افسانہ ''کتبہ'' ان کے افسانوں کے مجموعے ''آنندی'' سے مستعار ہے جو اُن کے وسیع مشاہدے اور باریک بینی کی عمدہ مثال ہے۔

مرکزی خیال

کہانی کتبہ کا مرکزی خیال انسانی فطرت اور سفید پوش طبقے اور سماجی رویوں کے گرد گھومتا ہے۔ متوسط طبقے کے لوگ چھوٹے عہدوں پر ملازمت کرنے کے باوجود اپنی زندگی میں بمشکل گزارا کرتے ہیں۔ ہر فرد کے دل میں ہزاروں خواہشات جنم لیتی ہیں۔ اپنے حالات بہتر کرنے کے لیے وہ تگ و دو کرتا ہے مگر بے انصاف معاشرے میں ایمان داری کی قدر نہیں ہوتی اور اسے حسرت و ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سفید پوش لوگ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے نبھاتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور ان کے خواب بعد میں ان کی قبروں کی زینت بنتے ہیں۔

خلاصہ

شہر سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر باغوں کے بیچ ایک ہی طرح کی بہت سی عمارتیں تھیں۔ انھی میں سے ایک عمارت میں شریف حسین درجۂ دوم کا کلرک تھا۔ وہ اپنی قلیل سی تنخواہ میں بمشکل ہی گزارا کرتا تھا۔ ہر مہینے کے شروع میں بس چار پانچ روز ہی وہ آدھے راستے سے تانگے پر سوار ہو کر جاتا پھر بھی اس کی جیب خالی ہو جاتی۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی مہینے کے شروع میں ہی بچوں کو لے کر میکے چلی گئی۔ وہ گھر میں اکیلا ہی تھا۔ اس نے سوچا چلو کہیں سیر سپاٹا کر کے آتا ہوں۔ سڑکوں پر مختلف کلرکوں کی ٹولیاں بھی نکلنا شروع ہوئیں جن کی وضع قطع بھی ایک سی تھی۔ وہ اپنی بغلوں میں فائلیں دابے گھر کی

www.ilmkidunya.com

طرف چلے جاتے تھے کہ باقی ماندہ کام شاید گھر میں کر لیں۔ لیکن مفت کا یہ بوجھ یونہی اگلے دن واپس لے آتے۔ ہر شخص جو پیدل گھر کو جاتا اسے دفتر تک کے فاصلے کا بخوبی علم تھا۔ ہر کلرک افسروں کی جھڑکیوں اور ماتحتوں کی نالائقی سے تنگ تھا۔

اُس روز شریف حسین گھر جانے کی بجائے جامع مسجد کی طرف چل پڑا جہاں ہر شام کو سستا مال بیچنے والوں کی دکانیں ایک میلے کی طرح سجا کرتی تھیں۔ وہ حکیموں، سنیاسیوں، فوٹو گرافروں کی دکانوں کو دیکھتا ہوا ایک کباڑیے کی دکان پر چلا گیا۔ ظروف، ٹیبل لیمپ، گل دان، گھڑیاں غرض بہت سی چیزیں دیکھیں۔ وہیں اسے سنگِ مرمر کا ایک شان دار ٹکڑا سوا فٹ لمبا اور ایک فٹ چوڑا تھا۔ قیمت پوچھی تو تین روپے اس نے واپس رکھ دیا کہ اسے مہنگا لگا۔ بھاؤ تاؤ میں ایک روپے کا سنگِ مرمر خرید کر گھر لے آیا۔ گھر آ کر رات کو اس نے سوچا شاید کبھی قسمت مہربان ہو جائے اور ترقی کر کے کلرک سے سپرنٹنڈنٹ بن جائے۔ تنخواہ چالیس سے چار سو روپے ہو جائے تو اپنا کوئی چھوٹا سا مکان لے کر اس ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کروا کے گھر کے باہر نصب کر دے گا۔ نوکری کے شروع میں ترقی کے خواب دیکھے مگر پھر جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ مگر سنگِ مرمر کے ٹکڑے نے پھر سے خیالوں میں ہل چل مچا دی۔ دفتر آتے جاتے کوٹھیوں کے باہر لوگوں کے نام دیکھ کر وہ بھی اپنے گھر کے خواب دیکھنے لگا۔ اگلے مہینے کی تنخواہ کے بعد وہ سنگِ مرمر کو شہر کے مشہور سنگ تراش کے پاس گیا۔ اس نے بہت مہارت سے اس پر اس کا نام کندہ کر کے کونوں میں خوش نما بیلیں بنا دیں۔ زندگی میں شاید پہلی مرتبہ اپنا نام جلی حروف میں دیکھ کر اسے عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔ جب وہ سنگ تراش کی دکان سے واپس گھر پہنچا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے مکان کے باہر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں کوئی بورڈ نصب ہو سکے۔ اس کے لیے تو بڑے پھاٹک والا مکان چاہیے۔ اس نے اپنے مکان کے ایک حصے کی کوٹھڑی میں ایک بے کواڑ کی الماری میں وہ کتبہ رکھ دیا۔ ہر شام گھر واپسی پر وہ سب سے پہلے کتبے پر ہی نگاہ ڈالتا۔ سال بھر کتبہ اسی بے کواڑ الماری میں پڑا رہا۔ اس دوران اس نے نہایت محنت سے کام کیا مگر ترقی نہ ہوئی۔ جب اس کا بیٹا چار سال کا ہوا تو اس نے کتبہ اس ڈر سے کہ بچہ توڑ نہ دے، اس نے اپنے صندوق میں کپڑوں کے نیچے رکھ دیا۔ گرمیوں میں اس کی بیوی نے صندوق سے فالتو چیزیں نکالیں تو کتبے کو اُٹھا کر کاٹھ کے پرانے بکس میں ڈال دیا جس میں فالتو سامان رہتا تھا۔

شریف حسین اب مایوس ہو چکا تھا اور اپنی ترقی کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ اسے ملازمت کرتے ہوئے بارہ برس ہو چکے تھے۔ افسروں نے اس کی محنت اور لگن دیکھتے ہوئے اسے عارضی طور پر ایک درجۂ اوّل کے کلرک کی جگہ دے دی جو چھٹی پر گیا تھا۔ اگلے مہینے اس نے نیلام گھر سے ایک سستی سی میز اور گھومنے والی کرسی خریدی۔ پھر سے اسے کتبہ یاد آیا اس نے کتبے کو نکال کر دھویا، پونچھا اور دیوار کے سہارے سے اپنی میز پر ٹکا دیا۔ عارضی ترقی پر اس نے بہت محنت کی کہ شاید وہ اس سیٹ پر پکا ہو جائے اور وہ چھٹی پر گیا کلرک واپس نہ آئے مگر ٹھیک تین مہینے بعد وہ شخص واپس آ گیا۔ شریف حسین بہتری کی تھوڑی سی جھلک دیکھنے کے بعد جب اپنی پرانی سیٹ پر واپس آیا تو حالت مزید ابتر لگنے لگی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے بچے بڑے ہوتے گئے۔ باپ کی کرسی پر بڑا لڑکا بیٹھ کر پڑھنے لگا تو کتبے کے گر جانے کے خدشے سے پھر سے اسے بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا گیا۔ کئی برس گزر گئے۔ اس دوران کتبہ کبھی میز پر، کبھی صندوق میں، کبھی چارپائی کے نیچے تو کبھی کاٹھ کے بکس میں جگہیں بدلتا رہا۔ ملازمت کرتے ہوئے شریف حسین کو بیس برس گزر گئے۔ غمِ روزگار اور بچوں کی ذمہ داریوں نے پھر اس کے خیال کو کہیں دُور جانے ہی نہیں دیا۔ پچپن برس کی عمر میں اسے پنشن مل گئی۔ اس کا بڑا بیٹا ریل کے گودام اور چھوٹا بیٹا کسی دفتر میں ٹائپسٹ تھا۔ اس نے پنشن کے پیسوں سے دھوم دھام سے بچوں کی شادیاں کیں۔ سب ذمہ داریوں سے نمٹ کر اس کے جی میں حج کے مقدس سفر کا خیال آیا مگر توفیق نہ ہو سکی۔ جلد ہی بڑھاپے کی کمزوریوں نے آ لیا۔ پنشن لینے کے تین سال بعد جاڑے کی ایک شام وہ کسی کام سے بستر سے اُٹھا تو ٹھنڈ و تیز سرد ہوا سے نمونیا ہو گیا اور چار دن بعد مر گیا۔ اس کی موت کے بعد بڑا بیٹا ایک دن مکان کی صفائی کر رہا تھا کہ وہ کتبہ نظر آ گیا۔ اسے باپ سے بے حد محبت تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دیر تک اس کی خطاطی اور نقش و نگار دیکھتا رہا۔ اگلے روز وہ ایک سنگ تراش کے پاس کتبہ لے گیا اور عبارت میں تھوڑی سی رد و بدل کے بعد اپنے باپ کی قبر پر نصب کر دیا۔

www.ilmkidunya.com

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی
تلوے جھلس جانا	گرمی سے جوتے گرم ہونا
بڑے پھاٹک	بڑا دروازہ
خلافِ معمول	روٹین کے خلاف
بے فکری	لاپرواہی
کلرکوں کی ٹولیاں	کلرک گروہ
اکاؤنٹنٹ	حساب لکھنے والا
وضع قطع	ظاہری لباس
سولا ہیٹ	چھجے دار ٹوپے
بیڑی	پتلا سا سگریٹ
غُل غپاڑے	شور شرابا
نئے رنگروٹ	نئے بھرتی ہونے والے
نکٹائی	گلے کا پتلا سا کپڑا
طمانیت	اطمینان
عمر رسیدہ	بڑی عمر کے لوگ
گدّی	گردن کا پچھلا حصہ
بے مصرف	بے کار
نالاں	ناراض
کوچوان	ٹانگہ چلانے والا
مول تول	بھاؤ تاؤ
تعویذ گنڈے	جادو ٹونے
کباڑی	پرانا سامان بیچنے والا
ظروف	چینی کے برتن
گراموفون	گانے بجانے کا آلہ

الفاظ	معانی
چھڑکاؤ گاڑی	پانی دینے والی گاڑی
لپک کر	تیزی سے
کفایت شعاری	کم خرچی
ڈسپیچر	ڈاک بھیجنے والا
ٹائپسٹ	ٹائپ کرنے والا
ہیڈ کلرک	بڑا کلرک
سائیکل سوار	سائیکل چلانے والا
بڑی بڑی توندوں	بڑے پیٹ والے
بنڈفروش	کباڑیے
سیفٹی پن	بکسوا
بد قطع سوٹ	بد صورت سوٹ
فونٹین پین	سیاہی والا پین
انکشاف ہونا	ظاہر ہونا
جہاں دیدہ	زمانے کی پہچان والا
کند اُستروں	ناکارہ اُسترے
چڑ چڑاپن	بد مزاجی
اِکنی	ایک آنہ
جراحی کے آلات	سرجری کے آلات
لیکچر باز	لیکچر دینے والا
سیانے	عقل مند
مسخ ہونا	خراب ہو جانا
بیڑیاں	ہتھکڑیاں
بھُس بھرا	حنوط شدہ ہرن

الفاظ	معانی
بخارات	بھاپ
مادری زبان	ماں بولی
رنگ ڈھنگ	طور طریقہ
رکھوالی کرنا	چوکیداری کرنا
ریکارڈ کیپر	ریکارڈ رکھنے والا
سپرینٹنڈنٹ	بڑا افسر
خاکی زین	پتلون کا موٹا کپڑا
چھاتا کھولے	چھتری کھولے ہوئے
گتھیاں	مسئلے
خم	جھک جانا
واسکٹ	چھوٹی سی شیروانی
خراماں خراماں	دھیرے دھیرے
مسیں پوری نہیں بھیگی	آغازِ جوانی
گھاگ	بوڑھے چالاک
متواتر	مسلسل
ماتحت	ملازم
ہیجان	چہل پہل
ہر قماش کے لوگ	ہر طرح کے لوگ
سنیاسی	جوگ لوگ
جمگھٹوں	لوگوں کے ہجوم
کنگلا	جس کے پاس پیسے نہ ہوں
چوکھٹے	فریم
لم ڈھینگ	بگلا

مقبرہ	مزار، قبر	دہک اُٹھی	سرخ ہونا	دام	قیمت
شوقِ تحقیق	تلاش کا شوق	مرمریں	سنگِ مرمر	حرص	لالچ
پنشن	ریٹائرمنٹ کے بعد ملنے والا وظیفہ	محو ہو چکی	مٹ چکی	دل بجھنا	دل اُداس ہونا
منسوخ کرنا	ختم کرنا	اخراجات	خرچے	افاقہ	حالات بہتر ہونا
کاٹھ	لکڑی	نگاہِ لطف و کرم	مہربانی	سعیِ لا حاصل	فضول کوشش
فارغ البالی	آزادی، بے فکری	مژدہ	خوش خبری	آلکس	کاہلی، سستی
بھانپ جانا	فوراً جان لینا	قفل	تالا	سرد اور تند	ٹھنڈی اور تیز
بے کواڑ	دروازے کے بغیر	مشقت	سخت محنت	نقش و نگار	پھولوں کی سجاوٹ

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: تھوڑی دیر بعد دفتروں سے کلرکوں کی ٹولیاں نکلنی شروع ہوئیں اور ان میں ٹائپسٹ، ریکارڈ کیپر، ڈسپیچر، اکاؤنٹنٹ، ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ غرض ادنیٰ و اعلیٰ ہر درجہ اور حیثیت کے کلرک تھے اور اسی لحاظ سے ان کی وضع قطع بھی ایک دوسرے سے جدا تھی۔ مگر بعض ٹائپ خاص طور پر نمایاں تھے۔ سائیکل سوار آدھی آستینوں کی قمیص، خاکی زین کے نیکر اور چپل پہنے، سر پر سولا ہیٹ لگائے، کلائی پر گھڑی باندھے، رنگ دار چشمہ لگائے، بڑی بڑی توندوں والے بابو چھاتا کھولے، مُنھ میں بیڑی، بغلوں میں فائلوں کے گٹھے دبائے۔ ان فائلوں کو وہ قریب قریب ہر روز اس اُمید میں ساتھ لے جاتے کہ جو گتھیاں وہ دفتر کے غُل غپاڑے میں نہیں سلجھا سکے ممکن ہے گھر کی یک سوئی میں ان کا کوئی حل سوجھ جائے مگر گھر پہنچتے ہی وہ گرہستی کے کاموں میں ایسے اُلجھ جاتے کہ اُنھیں دیکھنے تک کا موقع نہ ملتا اور اگلے روز انھیں یہ مفت کا بوجھ جوں کا توں واپس لے آنا پڑتا۔

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : کتبہ

مصنف کا نام : غلام عباس

سیاق و سباق: شریف حسین درجہ دوم کا معمولی کلرک تھا۔ اس کی بیوی بچوں سمیت میکے گئی ہوئی تھی۔ گھر میں کچھ ایسا قیمتی سامان بھی نہ تھا کہ جس کی رکھوالی کرنا پڑتی۔ ایک شام دفتر سے واپسی پر وہ جامع مسجد میں جہاں سستی چیزوں کی دکانیں سجا کرتی تھیں وہاں چلا گیا۔ اس نے وہاں سے بے ارادہ ہی ایک کباڑیے سے سنگِ مرمر کا شان دار نقش و نگار والا ٹکڑا خرید لیا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس پر اپنا نام کھدوا کر اپنے گھر کے باہر دیوار پر اپنے نام کی تختی کے طور پر نصب کروائے گا۔ مگر نہ تو اس کا مکان بن سکا اور نہ ہی اس کے پھاٹک پر وہ تختی نصب ہو سکی۔ بلکہ بڑھاپے میں اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے نے عبارت میں تھوڑی سی تبدیلی کروا کے یہی سنگِ مرمر اس کی قبر پر بطور کتبہ نصب کروا دیا۔

تشریح: چھٹی کے وقت دفتروں سے مختلف کلرکوں کی ٹولیاں نکلنا شروع ہوئیں جن میں ٹائپسٹ، ریکارڈ کیپر، ڈسپیچر، اکاؤنٹنٹ، ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ یعنی ہر بڑے اور چھوٹے منصب کے کلرک تھے۔ اس دفتری تقسیم کی وجہ سے ان کی دیکھ ریکھ بھی ایک دوسرے سے مختلف تھی مگر چند ایک اُن میں سے کسی وجہ سے نمایاں تھے۔ کہیں سائیکلوں پر خاکی زین کی نکریں اور آدھی آستینوں کی قمیصیں پہنے پاؤں میں چپل اور سروں پر چھجے دار ٹوپ پہنے جا رہے تھے۔ کلائیوں میں گھڑیاں بھی باندھی ہوئی تھیں اور رنگین دھوپ سے بچنے والے چشمے آنکھوں پر لگائے ہوئے تھے۔ کئی بابو لوگ اپنی بڑی بڑی

www.ilmkidunya.com

توندوں کے ساتھ چل رہے تھے۔ دھوپ سے بچنے کو چھاتہ لیے ہوئے تھے، منہ میں بیڑی سلگائے اپنی بغلوں میں دفتری فائلوں کے گٹھے دبائے چلے جا رہے تھے۔ وہ ہر روز دفتر کے کاموں کی زیادتی کی وجہ سے فائلیں گھروں کو اس آس پر لے جاتے کہ جو کام دفتر میں ہبڑ دبڑ کے ماحول میں نہیں کر سکے شاید گھر سے مکمل کر لائیں۔ مگر گھر پہنچتے ہی گرہستی اور بچوں کے کام بھی منہ کھولے ان کا انتظار کر رہے ہوتے اور انھیں فائلوں کو دیکھنے تک کا موقع بھی نہ ملتا۔ اگلے دن وہ دفتر پھر سے اُنھی فائلوں کا ناحق بوجھ لیے پھر واپس دفتروں کی طرف راہ لیتے۔

پیراگراف 2: شروع شروع میں جب وہ ملازم ہوا تھا تو اس کا کام کرنے کا جوش اور ترقی کا ولولہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر دو سال کی سعیِ لاحاصل کے بعد رفتہ رفتہ اس کا یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور مزاج میں سکون آ چلا تھا۔ مگر سنگِ مرمر کے ٹکڑے نے پھر اس کے خیالوں میں ہلچل ڈال دی۔ مستقبل کے متعلق طرح طرح کے خوش آیند خیالات ہر روز اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، دفتر جاتے، دفتر سے آتے، کوٹھیوں کے باہر لوگوں کے نام دیکھ کر۔ یہاں تک کہ جب مہینا ختم ہوا اور اسے تنخواہ ملی تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو شہر کے ایک مشہور سنگ تراش کے پاس لے گیا جس نے بہت چابک دستی سے اس پر اس کا نام کندہ کر کے کونوں میں چھوٹی چھوٹی خوش نما بیلیں بنا دیں۔ اس سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کھدا ہوا دیکھ کر اسے ایک عجیب سی خوشی ہوئی۔ زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنا نام اس قدر جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔

سیاق وسباق: شریف حسین درجہ دوم کا کلرک تھا۔ اس کی بیوی بچوں سمیت میکے گئی ہوئی تھی۔ گھر میں کچھ ایسا قیمتی سامان بھی نہ تھا کہ جس کی رکھوالی کرنا پڑتی۔ ایک شام دفتر سے واپسی پر وہ جامع مسجد میں جہاں سستی چیزوں کی دکانیں سجا کرتی تھیں وہاں چلا گیا۔ اس نے وہاں سے بے ارادہ ہی ایک کباڑیے سے سنگِ مرمر کا شان دار نقش و نگار والا ٹکڑا خرید لیا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس پر اپنا نام کھدوا کر اپنے گھر کے باہر دیوار پر اپنے نام کی تختی کے طور پر نصب کروائے گا۔ مگر نہ تو اس کا مکان بن سکا اور نہ ہی اس کے پھاٹک پر وہ تختی نصب ہو سکی۔ بلکہ بڑھاپے میں ہی اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے نے عبارت میں تھوڑی سی تبدیلی کروا کے یہی سنگِ مرمر اس کی قبر پر بطور کتبہ نصب کروا دیا۔

تشریح: جب وہ نیا نیا نوکری پر لگا تھا تو اس کے کام کرنے کا جوش و جذبہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ترقی کرنے کے خواب تو اس کے خون میں دوڑتے تھے۔ مگر جب محبت اور دیانت داری سے کام کرنے کے باوجود اُسے صلہ نہ ملا تو آہستہ آہستہ اس کی محنت کا جذبہ بھی دم توڑنے لگا اور اس کے مزاج میں دھیما پن بھی آ گیا۔ مگر جونہی اسے سنگِ مرمر کا ٹکڑا یاد آتا تو پھر سے اس کی خواہشات جاگ اُٹھتیں اور سہانے مستقبل اور اپنے بڑے مکان کے خیالات اس کے دل پر چھائے رہتے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، دفتر آتے جاتے غرض کہ کوئی بھی کام کرتے ہوئے اسے کوٹھیوں کے باہر ناموں کی لگی تختیاں دیکھ کر اپنا نام کھدوانا یاد آ جاتا۔ یہاں تک کہ ایک دن نئے مہینے کی تنخواہ ملنے پر وہ سنگِ مرمر کا ٹکڑا لے کر سیدھا ایک مشہور سنگ تراش کے پاس پہنچا جس نے بہت مہارت سے اس ٹکڑے پر شریف حسین کا نام کندہ کر دیا اور کونوں میں چھوٹی چھوٹی خوب صورت پھولوں کی بیلیں بنا دیں۔ جب اس نے اس چمکتے ہوئے سفید سنگِ مرمر پر اپنا نام کھدا ہوا دیکھا تو خوشی سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس کی زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے جلی حروف میں اپنا نام پتھر پر کھدا ہوا دیکھا۔

مشق

ا۔ **درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔**

(i) **شریف حسین کو تانگے میں سوار ہونے کا لُطف ملتا تھا:**

(الف) مہینے کے آخری روز (ب) مہینے کے ابتدائی روز ✓ (ج) مہینے کے وسط میں (د) مہینا بھر

(ii) شریف حسین کی جیب میں کچھ رقم اس لیے تھی کہ:

(الف) اس نے بچت کی تھی (ب) اسے تنخواہ دیر سے ملی تھی

(ج) کہیں سے قرض مل گیا تھا (د) اس کی بیوی اور بچے میکے گئے ہوئے تھے ✓

(iii) کلرکوں میں لوگ شامل تھے:

(الف) نئے بھرتی ہونے والے (ب) اُدھیڑ عمر (ج) عمر رسیدہ (د) ہر عمر کے ✓

(iv) شریف حسین کے خیال میں سنگِ مرمر کے ٹکڑے کا مصرف تھا کہ:

(الف) کسی کو تحفہ دیا جائے (ب) صدر دروازے پر لگایا جائے ✓

(ج) مطالعے کی میز پر رکھا جائے (د) مُنڈیر پر سجا دیا جائے

(v) شریف حسین کی موت کے بعد سنگِ مرمر کا ٹکڑا:

(الف) یوں ہی گھر میں پڑا رہا (ب) کہیں گم ہو گیا (ج) بیچ دیا گیا (د) اس کی قبر کا کتبہ بنا ✓

جواب

(i)	(ii)	(iii)	(iv)	(v)
(ب)	(د)	(د)	(ب)	(د)

۲۔ سبق ''کتبہ'' کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) شریف حسین اپنے دفتر میں کس حیثیت سے ملازم تھا؟

جواب: شریف حسین اپنے دفتر میں درجہ دوم کے کلرک کی حیثیت سے ملازم تھا۔

(ب) کلرکوں کی ٹولیوں میں کس طرح کے لوگ شامل تھے؟

جواب: کلرکوں کی ٹولیوں میں ٹائپسٹ، ریکارڈ کیپر، ڈسپیچر، اکاؤنٹنٹ، ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ غرض ادنیٰ اعلیٰ ہر درجہ اور حیثیت کے کلرک شامل تھے۔

(ج) شریف حسین نے سنگِ مرمر کے نفیس ٹکڑے کا کیا استعمال سوچا تھا؟

جواب: شریف حسین نے سنگِ مرمر کے نفیس ٹکڑے کا ایک مصرف یہ سوچا کہ جب وہ ترقی کر کے ہیڈ کلرک بن جائے گا تو کوئی چھوٹا سا اپنا مکان لے گا اور اس کے دروازے کے باہر اس مرمریں ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کرائے گا۔

(د) شریف حسین کی موت کن حالات میں ہوئی؟

جواب: شریف حسین ریٹائرمنٹ کے تین سال بعد جاڑے کی ایک رات کسی کام سے بستر سے اُٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا۔ پچھلے پہر کی سرد اور تند ہوا تیر کی طرح اس کے سینے میں لگی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے بہت علاج کروائے مگر افاقہ نہ ہوا۔ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد وہ مر گیا۔

(ہ) شریف حسین کی موت کے بعد اس کا بڑا بیٹا سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو کس مصرف میں لایا؟

جواب: شریف حسین کی موت کے بعد ایک دن اس کے بڑے بیٹے کو باپ کے پرانے سامان میں سے ایک کتبہ ملا۔ کتبے پر باپ کا نام دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کی خطاطی اور نقش و نگار بہترین تھے۔ اس نے کتبے کی عبارت میں تھوڑی سی ترمیم کروا کر اسی شام اسے باپ کی قبر پر نصب کر دیا۔

www.ilmkidunya.com

س۔ دیے ہوئے الفاظ وتراکیب کے معانی لکھیں اور اُنھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

آلکس   ترمیم   خس وخاشاک   کنگلا   کِواڑ   نقش ونگار

جواب:

الفاظ وتراکیب	معانی	جملے
آلکس	کاہلی، سُستی	ثریا جبیں آلکس کے مارے ہلتی تک نہ تھی۔
ترمیم	تبدیلی یا اصلاح	میرے استاد جی نے میری غزل میں بہترین ترمیم کی۔
خس وخاشاک	گھاس پھونس، تنکے	خوف ناک طوفان میں کئی مکان خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے۔
کنگلا	مفلس، خالی ہاتھ	بظاہر امیر نظر آنے والا تو بالکل کنگلا نکلا۔
کِواڑ	دروازہ	میرے کپڑوں کی الماری کے کِواڑ ٹوٹ گئے۔
نقش ونگار	بیل بوٹے، سجاوٹ	منی ایچر مصوری میں شان دار نقش ونگار بنے ہوتے ہیں۔

اصنافِ نثر:

اصنافِ نثر کی معروف اقسام میں داستان، ناول، افسانہ، ڈراما، سیرت نگاری، سوانح عمری، خودنوشت، خاکہ، سفرنامہ، مکتوب نگاری اور مضمون نویسی وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں ہم طلبہ کو صرف داستان، ناول، افسانہ اور ڈراما کے بارے میں مختصراً بتاتے ہیں۔

داستان: کہنے کی چیز کو کہانی کہتے ہیں۔ کہانی کا مترادف لفظ قصہ یا حکایت ہے اور داستان قصے کہانی کی قدیم ترین قسم ہے۔ کسی زمانے میں قصہ خوانی یا داستان گوئی باضابطہ ایک فن ہوا کرتا تھا جو عربی اور فارسی سے اُردو میں منتقل ہوا۔ بڑے بڑے شہروں میں داستان سننے سنانے کے لیے باقاعدہ جگہیں اور وقت مقرر ہوا کرتے تھے، جہاں لوگ کشاں کشاں آتے اور بڑے انہماک سے داستان سنتے تھے۔ کچھ قدیم شہروں خصوصاً حیدر آباد (دکن)، دہلی، لکھنؤ اور لاہور وغیرہ میں ایسی جگہوں کی نشان دہی آج بھی با آسانی کی جاسکتی ہے اور پشاور کا قصہ خوانی بازار اسی زمانے کی یادگار ہے۔ اُردو میں داستان نویسی اور داستان گوئی کا سکہ تقریباً ایک صدی تک قائم رہا مگر انگریزی زبان وادب کے فروغ نے ہمیں داستان سے بیگانہ کر دیا اور ایک نئی صنفِ نثر کو متعارف کروایا، جسے ناول کہتے ہیں۔

ناول: ناول (Novel) انگریزی کا لفظ ہے۔ ناول کے معنی ''نیا''، ''انوکھا'' یا ''اچھوتا'' کے ہیں۔ مگر ادب کی اصطلاح میں ناول سے مراد، وہ قصہ لیا جاتا ہے جس میں واقعات خلافِ قیاس نہ ہوں۔ داستان کے برعکس ناول کی بنیاد حقیقت اور فطرت پر اُٹھائی جاتی ہے اور فرضی، خیالی اور مافوق الفطرت باتوں سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ ناول کا موضوع انسان ہے اور آج کا انسان جن حالات وواقعات سے دوچار ہے، ناول ان سب کا احاطہ کرتا ہے۔ ناول آج بھی پڑھی جانے والی صنف ہے۔ تقریباً سبھی نقادانِ ادب ڈپٹی نذیر احمد (۱۸۳۰ء۔۱۹۱۲ء) کو اُردو کا پہلا ناول نگار تسلیم کرتے ہیں۔

افسانہ: افسانہ جس کو انگریزی زبان میں (Short Story) کہا جاتا ہے، ایک ایسی مختصر تحریر کا نام ہے جس میں کسی واقعے، کردار یا لمحے کی جھلک دکھائی جاتی ہے۔ اُردو زبان میں افسانہ انگریزی ادب کے اثر سے آیا۔ مغربی زبانوں میں افسانے سے پہلے طویل قصے کہانیاں اور ناول لکھنے کا رواج تھا مگر جوں جوں انسان عدیم الفرصت ہوتا گیا تو ایسی صنفِ ادب کی ضرورت محسوس ہوئی جو کم سے کم وقت میں پڑھنے والے کو مسرت وتسکین کے لمحات میسر کر سکے۔ چناں چہ افسانہ لکھا جانے لگا۔ شامل کتاب میں غلام عباس کی تحریر ''کتبہ'' بھی ایک افسانہ ہے۔

www.ilmkidunya.com

ڈراما: ڈراما (Drama) انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں: عمل کر کے دکھانا۔ ڈراما ادب کی وہ نثری صنف ہے جس میں ایک مکمل کہانی ہوتی ہے اور جسے کرداروں کی حرکات وسکنات اور کالموں کے ذریعے سٹیج پر پیش کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ڈرامے دو طرح کے ہوتے ہیں: المیہ اور طربیہ۔ المیہ ڈراموں میں الم ناک صورتِ حال جب کہ طربیہ ڈراموں میں خوش گوار ماحول دکھایا جاتا ہے۔ اُردو ڈرامے کی تاریخ میں آغا حشر کاشمیری (۱۸۷۹ء۔۱۹۳۵ء) کا نام سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کل ٹیلی ڈراموں کو بڑے شوق سے دیکھا جاتا ہے۔

۴۔ سبق ''کتبہ'' کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جواب کے آگے (✓) اور غلط کے آگے (×) کا نشان لگائیں۔

جواب:

(الف) عمارتوں میں کئی چھوٹے بڑے دفتر ہیں جن میں کم وبیش پانچ ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔	✓
(ب) شریف حسین کلرک درجہ اول کچھ سویرے دفتر سے نکلا۔	✓
(ج) شریف حسین نے چونی نکال کر کوچوان کو دی۔	×
(د) ان کلرکوں میں ہر عمر کے لوگ شامل تھے۔	✓
(ہ) سنگ مرمر کے ٹکڑے کو وہ ایک مشہور آہن گر کے پاس لے گیا۔	×
(و) وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ترقی لطیفہ غیبی سے ہوتی ہے۔	×

۵۔ سبق ''کتبہ'' کے متن کے حوالے سے درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

(الف) ''وہ لہجہ بگاڑ بگاڑ کر غیر زبان میں باتیں کرنے پر تلے ہوئے تھے۔''

(ب) ''دنیا بھر کی چیزیں اور ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ کہاں ملتے ہیں؟''

(ج) ''اس نے محض اپنے شوقِ تحقیق کو پورا کرنے کے لیے قیمت پوچھی۔''

(د) ''وہ بڑا غفور الرحیم ہے، کیا عجب اس کے دن پھر جائیں۔''

جواب: وضاحت:

(الف) کلرک غیر زبان میں لہجہ بگاڑ بگاڑ کر اس لیے باتیں کرتے تھے کہ افسروں سے بھی ایسے ہی بولتے تھے۔

(ب) جامع مسجد کے پاس ایک بازار میں کباڑیوں کی دکانوں پر دُنیا بھر کی چیزیں اور ہر قماش کے لوگ ملتے ہیں۔

(ج) وہ سنگ مرمر خریدنا نہیں چاہتا تھا مگر تجسس کے مارے قیمت پوچھ لی۔

(د) اللہ بہت رحیم اور کریم ہے کیا پتہ حالات پھر جائیں اور اچھے دن آ جائیں۔

۶۔ درج ذیل لفظوں پر اعراب لگائیں تا کہ ان کا درست تلفظ واضح ہو سکے۔

طمانیت گتھیاں حجاب مسلط مشقت مژدہ

جواب: طُمَانِیت گُتھِیاں حِجاب مُسَلَّط مَشَقَّت مُژْدَہ

۷۔ درج ذیل نثر پارے کی تشریح کیجیے۔ تشریح سے پہلے مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی دیجیے۔

گوان میں زیادہ تر کلرکوں کی مادری زبان ایک ہی تھی مگر وہ لہجہ بگاڑ بگاڑ کر غیر زبان میں بات کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ وہ طمانیت نہ تھی جو کسی غیر زبان پر قدرت حاصل ہونے پر اس میں باتیں کرنے پر اکساتی ہے بلکہ یہ کہ انھیں دفتر میں دن بھر اپنے افسروں سے اسی غیر زبان میں بولنا پڑتا تھا اور اس وقت وہ باہم بات چیت کر کے اس کی مشق بہم پہنچا رہے تھے۔

www.ilmkidunya.com

سبق کا نام : کتبہ

مصنف کا نام : غلام عباس

تشریح: ان کلرکوں کی مادری زبان تو ایک ہی تھی مگر وہ اپنے لہجے کو بگاڑ کر کسی اور ہی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ یہ زبان بولنے میں اُنھیں کوئی سکون نہیں ملتا تھا کیوں کہ اُنھیں اس غیر زبان میں کوئی کمال حاصل نہیں تھا کیوں کہ ان کی مادری زبان تو کوئی اور ہی تھی۔ نہ ہی وہ زبان اُنھیں اسے بولنے پر مجبور کر رہی تھی بلکہ اُنھیں دن بھر وہ اپنے افسروں سے اسی غیر زبان میں بات چیت کرتے تھے مگر ہچکچاتے تھے۔ لیکن اس وقت آپس میں اسی غیر زبان میں بات چیت کر کے اپنی مشق کر رہے تھے۔

درج ذیل پیراگراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

اہم علاقائی اور قومی تہوار کسی بھی ملک کی ثقافت اور روایات کا اہم حصہ ہوتے ہیں۔ یہ تہوار لوگوں کو آپس میں جوڑنے، محبت، بھائی چارے اور یک جہتی کے جذبات کو فروغ دینے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ پاکستان میں عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، یومِ آزادی، یومِ دفاع اور یومِ تکبیر جیسے تہوار قومی سطح پر بھرپور جوش و خروش سے منائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں علاقائی تہوار مختلف صوبوں میں اپنی روایتی رنگینیوں کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ ان تہواروں کے دوران میں نہ صرف مذہبی اور ثقافتی اقدار کو اُجاگر کیا جاتا ہے بلکہ یہ سماجی میل جول اور محبت کے پیغام کو بھی فروغ دیتے ہیں، جس سے معاشرے میں مثبت تبدیلیاں آتی ہیں۔

سوالات:

(الف) **کسی بھی ملک یا علاقے کی ثقافت اور روایات کا حصہ کسے قرار دیا گیا ہے؟**

جواب: کسی بھی ملک یا علاقے کی ثقافت اور روایات کا حصہ اہم علاقائی اور قومی تہواروں کو قرار دیا گیا ہے۔

(ب) **مذہبی تہوار کون کون سے ہیں؟**

جواب: مذہبی تہواروں میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ شامل ہیں۔

(ج) **قومی اور علاقائی تہواروں کے دو فائدے لکھیں۔**

جواب: 1۔ یہ کسی بھی ملک کی ثقافت اور روایات کا اہم حصہ ہوتے ہیں۔

2۔ یہ لوگوں کو آپس میں جوڑتے ہیں، محبت، بھائی چارے اور یک جہتی کو فروغ دیتے ہیں۔

(د) **پاکستان کے قومی تہواروں کے نام لکھیں۔**

جواب: پاکستان کے قومی تہواروں میں یومِ آزادی، یومِ دفاع اور یومِ تکبیر شامل ہیں۔

(ہ) **مندرجہ بالا عبارت کا موزوں عنوان تجویز کریں۔**

جواب: پاکستان کے قومی، علاقائی اور مذہبی تہوار

سرگرمی:

- طلبہ اس افسانے (کتبہ) کو اپنے لفظوں میں ایک کہانی کی صورت میں لکھیں اور دوستوں کو سنائیں۔

www.ilmkidunya.com

اشاراتِ تدریس:

ا۔ ''کتبہ'' پڑھانے سے پہلے طلبہ کو بتایا جائے کہ ''افسانہ'' کیا ہوتا ہے اور انھیں غلام عباس کے دیگر معروف افسانوں کے بارے میں بھی بتایا جائے۔

۲۔ طلبہ کو غلام عباس کے سوانحی حالات بیان کرتے ہوئے بتایا جائے کہ ان کا اسلوبِ بیان زندگی کے حقائق کو بیان کرنے میں بڑا دل کش ہے اور وہ حالات و واقعات کی لفظی مرقع کاری کرتے ہیں۔

۳۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنے مستقبل کو تاب ناک کرنے کے لیے بڑے خواب دیکھتا ہے اور اس کی ساری عمر اپنے خوابوں کی تعبیر کی تلاش میں گزر جاتی ہے۔

اضافی معروضی سوالات

(1) نصاب میں شامل سبق ''کتبہ'' کے مصنف کا نام ہے:

(الف) احمد ندیم قاسمی (ب) مستنصر حسین تارڑ (ج) انتظار حسین (د) غلام عباس ✓

(2) مصنف کی کہانی کتبہ افسانوی مجموعے سے لی گئی ہے:

(الف) کن رس (ب) آنندی ✓ (ج) الحمرا کے افسانے (د) جاڑے کی چاندنی

(3) شریف حسین ایک دفتر میں کلرک تھا:

(الف) درجہ اول کا (ب) درجہ دوم کا ✓ (ج) درجہ سوم کا (د) ایک سکول کا

(4) دفتروں سے ٹولیاں نکلنا شروع ہوئیں:

(الف) کلرکوں کی ✓ (ب) استادوں کی (ج) افسروں کی (د) بابو لوگوں کی

(5) شریف حسین کی بیوی مہینے کے شروع میں ہی بچوں کو لے کر چلی گئی تھی:

(الف) ہمسائے میں (ب) میکے میں ✓ (ج) دوسرے شہر میں (د) بہن کے گھر میں

(6) شریف حسین گھر کی بجائے چل پڑا شہر کی:

(الف) جامع مسجد کی طرف ✓ (ب) بازار کی طرف (ج) پرانے محلے کی طرف (د) بڑی دکان کی طرف

(7) دفتر کے زیادہ تر کلرکوں کی ایک ہی تھی:

(الف) انگریزی زبان (ب) فارسی زبان (ج) فارسی زبان (د) مادری زبان ✓

(8) جامع مسجد کی سیڑھیوں کے گرد دکانیں سجا کرتی تھیں:

(الف) ٹوپیوں کی (ب) دعائیہ کتابوں کی (ج) سستا مال بیچنے والوں کی ✓ (د) جائے نمازوں کی

(9) شریف حسین سیر کرتا ہوا پہنچا:

(الف) کبابیے کی دکان پر (ب) سنگ تراش کی دکان پر (ج) کباڑیے کی دکان پر ✓ (د) حکیم کی دکان پر

(10) اس کی نظر پڑی اچانک ایک خوب صورت:

(الف) ٹیبل لیمپ پر (ب) دیواری گھڑی پر (ج) چینی گلدان پر (د) سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر ✓

www.ilmkidunya.com

(11) سنگِ مرمر کا یہ ٹکڑا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی:

(الف) تاریخی عمارت کا ہے　(ب) مغل بادشاہ کے مقبرے یا بارہ دری کا ہے ✓

(ج) ہڑپہ کا ہے　(د) اہرامِ مصر کا ہے

(12) شریف حسین نے سنگِ مرمر کا ٹکڑا خریدا:

(الف) چار روپے میں　(ب) بیس روپے میں　(ج) ایک روپے میں ✓　(د) پچاس روپے میں

(13) شروع شروع میں ملازمت کرتے ہوئے شریف حسین میں جذبہ تھا:

(الف) سکون لینے کا　(ب) بے ایمانی کرنے کا　(ج) بیزاری کا　(د) ترقی کرنے کا ✓

(14) وہ سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو لے گیا شہر کے مشہور:

(الف) موچی کے پاس　(ب) سنگ تراش کے پاس ✓　(ج) مصور کے پاس　(د) خطاط کے پاس

(15) سنگ تراش نے اس کا نام کندہ کر کے خوش نما بیلیں بنائیں بہت:

(الف) محبت کے ساتھ　(ب) احتیاط کے ساتھ　(ج) چابکدستی کے ساتھ ✓　(د) آلکس کے ساتھ

(16) اس نے کتبے کو رکھ دیا ایک کوٹھڑی کی:

(الف) بے کواڑ الماری میں ✓　(ب) بڑے میز پر　(ج) بالائی منزل پر　(د) گھر کے آنگن میں

(17) اس کی بیوی نے صندوق سے کتبہ نکال کر رکھ دیا ایک:

(الف) کمرے میں　(ب) برآمدے میں　(ج) کاٹھ کے بکس میں ✓　(د) سٹور میں

(18) شریف حسین نے ایک سستی سی لکھنے کی میز اور گھومنے والی کرسی خریدی:

(الف) ایک میلے سے　(ب) ایک دکان سے　(ج) ایک پرانے گھر سے　(د) ایک نیلام گھر سے ✓

(19) شریف حسین کو ملازمت کرتے ہوئے ہو چکے تھے پورے:

(الف) دس سال　(ب) بیس سال　(ج) پندرہ سال　(د) تیس سال ✓

(20) اس کو پنشن ملنا شروع ہوئی:

(الف) ساٹھ برس کی عمر میں ✓　(ب) پچاس برس کی عمر میں　(ج) پچپن برس کی عمر میں　(د) پینسٹھ برس کی عمر میں

(21) شریف حسین کو زندگی بھر توفیق نہ ملی:

(الف) سیر سپاٹے کی　(ب) حج کی ✓　(ج) گھومنے کی　(د) دوستوں سے ملنے کی

(22) اس کی موت واقع ہوئی:

(الف) حادثے سے　(ب) دل کے دورے سے　(ج) نمونیے سے ✓　(د) کالی کھانسی سے

(23) شریف حسین کے سامان سے ملا اس کے بیٹے کو ایک:

(الف) کمبل　(ب) کُرتا　(ج) ٹیبل لیمپ　(د) کتبہ ✓

(24) بیٹے نے کتبے کی عبارت میں تبدیلی کروا کر نصب کر دیا:

(الف) باپ کی قبر پر (ب) نئے مکان پر (ج) اپنے دفتر کے باہر (د) اپنے مکان پر

جواب

(1)	(د)	(2)	(ب)	(3)	(ب)	(4)	(الف)	(5)	(ب)
(6)	(الف)	(7)	(د)	(8)	(د)	(9)	(ج)	(10)	(د)
(11)	(ب)	(12)	(ج)	(13)	(د)	(14)	(ب)	(15)	(ج)
(16)	(الف)	(17)	(ج)	(18)	(د)	(19)	(د)	(20)	(ب)
(21)	(ب)	(22)	(ج)	(23)	(د)	(24)	(الف)	--	--

اضافی مختصر سوالات

(1) غلام عباس کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: غلام عباس 1909ء میں ہندوستان کے شہر امرتسر میں پیدا ہوئے۔

(2) غلام عباس کی شہرت کی وجہ کیا ہے؟

جواب: غلام عباس کی وجہ شہرت افسانہ نگاری ہے۔

(3) غلام عباس نے کون سے سکول سے میٹرک کیا تھا؟

جواب: غلام عباس نے دیال سنگھ ہائی سکول لاہور سے میٹرک کیا۔

(4) کیا غلام عباس کو بچپن سے لکھنے کا شوق تھا؟

جواب: جی ہاں! غلام عباس کو لکھنے لکھانے کا شوق بچپن سے تھا۔

(5) غلام عباس آل انڈیا ریڈیو سے کب منسلک ہوئے؟

جواب: غلام عباس آل انڈیا ریڈیو سے ۱۹۳۸ء میں منسلک ہوئے۔

(6) غلام عباس نے کن سے رسالوں کی ادارت کی؟

جواب: غلام عباس کو بچوں کے رسالے ''پھول'' اور خواتین کے رسالے ''تہذیب نسواں'' کی ادارت کا موقع ملا۔

(7) غلام عباس کی تحریر کی نمایاں خصوصیات بیان کریں۔

جواب: غلام عباس کی تحریر میں حقیقت نگاری، نفسیاتی تجزیہ اور طنز و مزاح کا امتزاج ملتا ہے۔

(8) ''کتبہ'' میں کس حالات کی عکاسی کی گئی ہے؟

جواب: کتبہ میں انسانی زندگی کی پیچیدگیوں اور جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔ انسان کس طرح اپنی خواہشات کو مار کر بچوں کی ضروریات پوری کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ زندگی کی شام ہو جاتی ہے۔

www.ilmkidunya.com

(9) ''کتبہ'' میں کس موسم کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: کتبہ میں گرمی کے موسم کا ذکر کیا گیا ہے۔

(10) شریف حسین پیشے کے لحاظ سے کیا تھا؟

جواب: شریف حسین پیشے کے لحاظ سے درجہ دوم کا کلرک تھا۔

(11) مہینے کے ابتدائی دنوں میں شریف حسین کو کیا لطف نصیب ہوتا تھا؟

جواب: مہینے کے ابتدائی چار پانچ دنوں تک شریف حسین کو آدھے راستے تک تانگے پر سواری کرنے کا لطف نصیب ہوتا تھا۔

(12) کلرک غیر زبان میں باتیں کیوں کر رہے تھے؟

جواب: کیوں کہ کلرکوں کو سارا دن اپنے افسروں سے اسی غیر زبان میں بات کرنا ہوتی تھی۔ اس لیے وہ اس کی مشق کی غرض سے آپس میں وہی زبان بول رہے تھے۔

(13) غلام عباس کے مطابق ہر شخص کس بات پر نالاں تھا؟

جواب: غلام عباس کے مطابق ہر شخص افسروں کے چڑچڑے پن یا ماتحتوں کی نالائقی پر نالاں تھا۔

(14) شریف حسین کو سنگ مرمر کا ٹکڑا کیوں پسند آیا؟

جواب: سنگ مرمر کا وہ ٹکڑا نہایت نفاست سے تراشا گیا تھا۔ اس کا طول سوا فٹ اور عرض ایک فٹ تھا۔

(15) شریف حسین جامع مسجد کی جانب کیوں چل پڑا؟

جواب: جامع مسجد کے اردگرد پرانی اور سستی چیزیں بیچنے والے دکانیں سجاتے تھے۔ وہاں خریداروں کا میلا سا لگا رہتا تھا۔ اس لیے شریف حسین بھی اسی طرف چل پڑا۔

(16) شریف حسین کے ذہن میں سنگ مرمر کے ٹکڑے کا کیا مصرف آیا؟

جواب: شریف حسین کے ذہن میں آیا کہ اگر وہ ترقی کر گیا تو اس کی تنخواہ بڑھ جائے گی اور وہ الگ گھر بنوا کر یہ کتبہ اس کے دروازے پر لگائے گا۔

(17) ملازمت کے ابتدائی دنوں میں شریف حسین کا رویہ کیسا تھا؟

جواب: ملازمت کے ابتدائی دنوں میں شریف حسین کا جوش و خروش اور ترقی کا ولولہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔

(18) تنخواہ ملنے پر شریف حسین نے سب سے پہلا کام کیا کیا؟

جواب: تنخواہ ملنے پر شریف حسین نے اس سنگ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کروایا اور اس پر بیل بوٹے بنوائے۔

(19) شریف حسین کا مکان کیسا تھا؟

جواب: شریف حسین کا مکان انتہائی مختصر تھا۔ اس میں دو کوٹھڑیاں، ایک غسل خانہ اور ایک باورچی خانہ تھا۔

(20) شریف حسین کے مطابق ترقی کیسے ملتی ہے؟

جواب: شریف حسین کو دفتروں کے رنگ ڈھنگ سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ ترقی لطیفہ غیبی سے ملتی ہے۔

www.ilmkidunya.com

(21) ترقی ملنے پر شریف حسین کے دل کی کیفیت کیا تھی؟

جواب: ترقی ملنے پر شریف حسین اتنا خوش تھا کہ وہ تانگے کا انتظار کیے بغیر تیزی سے گھر چل دیا کہ جلدی سے اپنی بیوی کو یہ خوش خبری سنائے۔

(22) نوکری کے بیس سال گزرنے پر شریف حسین کو کن فکروں نے گھیر رکھا تھا؟

جواب: شریف حسین کو بیٹی کی شادی، لڑکوں کی تعلیم، اور روزمرہ کے بڑھتے ہوئے اخراجات کی فکر نے گھیر رکھا تھا۔

(23) پنشن لینے کے بعد شریف حسین کے مالی حالات میں کیا تبدیلی آئی؟

جواب: پنشن لینے کے بعد شریف حسین کی مالی حالت اتنی بہتر ہوئی کہ سفید پوشی سے گزارا ہو سکے۔ اس کے بیٹوں کی تنخواہ ساتھ ملا کے ڈیڑھ سو روپے ماہوار بن جاتے تھے۔

(24) شریف حسین کی بیوی کیسی تھی؟

جواب: شریف حسین کی بیوی بہت کفایت شعار اور سلیقہ مند عورت تھی۔ جس وجہ سے اس نے بچوں کی شادیوں کے لیے جمع جوڑ کر رکھا تھا۔

(25) شریف حسین بیمار ہوا تو گھر والوں کا کیا سلوک تھا؟

جواب: شریف حسین کے بیٹوں نے اس کے بہت علاج کرائے۔ اس کی بیوی اور بہو اس کی پٹی سی لگی بیٹھی رہیں۔

سبق ۹ اِبتدائی حساب

مصنف کا تعارف: ابنِ انشا (۱۹۲۷ء-۱۹۷۸ء)

اصل نام شیر محمد خان ہے لیکن قلمی نام ابنِ انشا کا اتنا چرچا ہوا کہ لوگ اُن کا اصل نام بھول گئے۔ ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب، انڈیا) کی تحصیل پھلور کے ایک چھوٹے سے گاؤں "تھلہ" میں پیدا ہوئے جہاں اُن کے والد کھیتی باڑی کرتے تھے۔ لدھیانہ سے میٹرک پاس کیا۔ مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے مگر تنگ دستی کی وجہ سے حاصل نہ کر سکے اور ملازمت کر لی لیکن ساتھ ساتھ پرائیویٹ طور پر تعلیم بھی جاری رکھی اور ۱۹۴۶ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے بی اے کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد ابنِ انشا ہجرت کر کے لاہور آ گئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ وہاں سے اپنی محنت اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر ترقی کرتے ہوئے سرکاری ادارے "پاکستان نیشنل سنٹر" کے سربراہ اور یونیسکو (UNESCO) کے پاکستان آفس کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ یونیسکو سے وابستگی کی وجہ سے اُن کو مشرق و مغرب کے مختلف ممالک کے سفر کرنے کے کچھ مواقع میسر آئے جس کے نتیجے میں اُردو میں شگفتہ سفرناموں کا خوش گوار اضافہ ہوا۔ اُن کے سفرناموں میں "آوارہ گرد کی ڈائری"، "دنیا گول ہے"، "ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں"، "چلتے ہو تو چین کو چلیے" اور "نگری نگری پھرا مسافر" شامل ہیں۔

"اُردو کی آخری کتاب"، جو "اُردو کی پہلی کتاب" کی پیروڈیوں کا مجموعہ ہے، میں ہمیں طنز و مزاح کے اعلیٰ نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ابنِ انشا نے کتاب کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ذہنی بالغوں کے لیے ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اُن کی نثر معمولی سمجھ رکھنے والوں کی سمجھ سے ماورا ہے اور اُن کی نثر کو سمجھنے کے لیے مطالعہ تاریخ اور جغرافیائی سرحدوں اور ان کے کلچر پر نظر ہونی چاہیے۔ شاملِ کتاب سبق "ابتدائی حساب" ان کی اسی کتاب سے مستعار ہے۔

مرکزی خیال

نصاب میں شامل سبق میں ابنِ انشا نے ریاضی کے مضمون حساب کو لے کر معاشرے میں پروان چڑھتی لسانی تعصب، سماجی اُونچ نیچ، دولت کی ناجائز تقسیم اور معاشی بحران کو ابتدائی حساب کے اُصولوں میں بے نقاب کیا ہے۔ مصنف نے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کے ساتھ ساتھ الجبرا اور جیومیٹری کے قاعدوں کے ذریعے معاشرے پر گہرا طنز کیا ہے۔

خلاصہ

ابنِ انشا کی مشہور کتاب جس کا نام "اُردو کی آخری کتاب" ہے سے یہ سبق "اِبتدائی حساب" سے لیا گیا ہے۔ بظاہر یہ سبق ہمیں حساب، الجبرا اور جیومیٹری وغیرہ کے قاعدے سکھانے کی کوشش کرتا ہے مگر اس میں بہت مزاحیہ انداز میں معاشرے پر تنقید کی گئی ہے۔ جہاں اس سبق کو پڑھتے ہوئے انسان اپنے ہونٹوں پر آئی ہنسی کو روک نہیں پاتا وہیں پر معاشرے کے دہرے معیار پر طنز بھی نظر آتا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ حساب کے چار بڑے قاعدے ہیں: جمع، تفریق، ضرب، تقسیم۔ جس میں جمع پر عمل کرنا مشکل کام ہے۔ خاص طور پر مہنگائی کے دنوں میں کیوں کہ سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے جمع نہیں ہو پاتا۔ حاصلِ جمع مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہوتا ہے۔ عام لوگ ایک جمع ایک کو دو نہیں ڈیڑھ سمجھتے ہیں کیوں کہ آدھا انکم ٹیکس والے لے جاتے ہیں۔ تاجر حضرات ایک اور ایک کو گیارہ بنا دیتے ہیں۔ رشوت کے بازار میں تو حاصلِ جمع اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ باقی رہا زبانی جمع خرچ جو صرف ملکی مسائل حل کرنے کے کام آتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

ابنِ انشا کے نزدیک لوگوں میں فرق پیدا کر کے انھیں لڑوا کر تفرقہ پیدا کرنا تفریق کہلاتا ہے۔ تفریق کا ایک مطلب منہا کر دینا یعنی نکال دینا بھی ہے۔ بعض عدد تو خود بخود نکل جاتے ہیں جب کہ بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے یا ڈنڈے مار کر یا فتوے دے کر۔ زیادہ جمع کرنے والے ہی تفریق کرتے ہیں۔ بہت سے انسانوں کو انسانوں اور مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑوا کر تفریق پیدا کرتے ہیں۔ عام لوگ تفریق پسند نہیں ہوتے کیوں کہ اس میں ان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا اور وہ خالی ہاتھ ہی ملتے رہ جاتے ہیں۔

حساب کا تیسرا قاعدہ ضرب کا ہے۔ ضرب کی بھی بہت سی قسمیں ہیں یعنی ہلکی ضرب، مہلک ضرب اور سخت ضرب۔ اس کے علاوہ بھی پتھر، لاٹھی اور بندوق کی ضرب وغیرہ۔ علامہ اقبالؒ کی ضربِ کلیم ان کے علاوہ ہے۔ اگر آدمی کو آدمی سے ضرب دیں تو حاصلِ ضرب بھی آدمی ہی ہے مگر ضروری نہیں کہ وہ زندہ ہو۔ ضرب کا کوئی بھی سوال حل کرنے سے پہلے "تعزیراتِ پاکستان" آئین کی کتاب ضرور پڑھ لینی چاہیے۔

حساب کا چوتھا قاعدہ تقسیم ہے جس کا مطلب ہے بانٹنا۔ اب سب سے زیادہ جھگڑے بٹوارے پر ہی ہوتے ہیں۔ تقسیم بھلا کیا مشکل قاعدہ ہے؟ حقوق اپنے پاس رکھیں اور فرائض دوسروں میں بانٹ دیں، پیسہ اپنی جیب میں رکھیں، دوسروں کو صبر بانٹیں۔ چوروں کا آپس میں مال بانٹنا، مل بانٹ کر کھانا وغیرہ بھلا کون سا مشکل قاعدہ ہے۔

الجبرا بھی حساب ہی کی ایک قسم ہے۔ بہت سے طالب علم اسے پڑھنا نہیں چاہتے اس لیے یہ جبراً پڑھایا جاتا ہے۔ الجبرا حروف کا کھیل ہے جس میں "لا" یعنی جس کے معنی "کچھ نہیں" کے ہیں۔ مثلاً لامکاں، لاولد، لاوا۔ یوں تو عام طور پر آزمائے ہوئے کو ہی آزمایا جاتا ہے۔ اس کا کوئی فائدہ بظاہر تو نظر نہیں آتا البتہ شاید طالب علموں کو فیل کرنے کے لیے الجبرا پڑھاتے ہیں۔

ابتدائی جیومیٹری بھی حساب کا ہی ایک حصہ ہے مگر یہ لکیروں کا کھیل ہے۔ ماہرین جیومیٹری لکیر کے فقیر کہلاتے ہیں کہ ابھی تک زاویہ قائمہ ۹۰ درجے کا ہے، مثلث کے اندرونی زاویوں کا مجموعہ آج بھی ۱۸۰ ہے۔ مستطیل پر پرانے وقتوں کی طرح آج بھی چوکور ہی ہے۔ گول کرنا تو دُور کی بات اس کے چار پانچ ضلعے ہی بنا دیں جسے ہم پاکستان کے ضلعوں میں کرتے ہیں۔ جیومیٹری میں خط کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً خطِ مستقیم جو بالکل سیدھا ہوتا ہے اور عموماً سیدھے آدمی کی طرح نقصان اُٹھاتا ہے۔ خطِ منحنی کھیر کی طرح ٹیڑھا ہوتا ہے۔ خطِ تقدیر کو فرشتے پکی سیاہی سے کھینچتے ہیں۔ خطِ شکستہ کو لوگ گھسیٹ گھسیٹ کر لکھتے ہیں۔ خطِ استوا دنیا میں برابر کے دن رات کے لیے ہوتا ہے۔ خطِ متوازی ہوتا تو آمنے سامنے ہے مگر آپس کے تعلقات نہایت کشیدہ ہوتے ہیں۔ دائرے سبھی گول اور چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ ایک دائرہ اسلام کا بھی ہے۔ پہلے تو اس میں لوگوں کو داخل کیا جاتا تھا مگر آج کل صرف خارج کیا جاتا ہے۔ مثلث کے یوں تو تین کونے ہوتے ہیں مگر شاید کہیں چار کونوں والی بھی ہو کم از کم ہمارے ملک میں نہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
پرکھا ہوا، جانچا ہوا	آزمودہ	شرط یہ ہے کہ	بشرطیکہ
شرعی، مفتی کے فیصلے	فتوے	تفریق کرنا، کم کرنا	منہا کرنا
سخت چوٹ، کاری وار	ضربِ شدید	ہلکی چوٹ	ضربِ خفیف
اپنوں کو تحائف دینا	ریوڑیاں بانٹنا	مہلک وار، حملہ	ضرب کاری
تھوڑی چیز پر راضی ہونا	قناعت کرنا	جیب	کیسے

www.ilmkidunya.com

تلقین کرنا	تاکید کرنا، ہدایت کرنا	الجبرا	حساب کی ایک شاخ
سلب کرنا	بند کرنا، روکنا	لامکاں	وہ مقام جس میں مکانیت کی تشخیص نہ ہو
لاولد	بے اولاد	لادوا	وہ مرض جس کا علاج نہ ہو
آزمانا	پرکھنا	مستثنیات	علاوہ کی ہوئی چیزیں
جُہل	اَن پڑھ	رشوت	ناجائز پیسہ
مانع	رُکاوٹ	مربعے	چوکور شکل
مصرف	کام، مطلب، غرض	گداگر	مانگنے والا
جبر	ظلم، ستم	شائبہ	شک
مَدر اِن لا	ساس	فادر اِن لا	سُسر
مثلث	تین کونوں والی شکل	مجموعہ	ایک سے زیادہ
ملی بھگت	سازش، گٹھ جوڑ	مستطیل	لمبی شکل، چار ضلعوں کی شکل
چورس	چوکور شکل	ردوبدل	تبدیلی کرنا
خطِ مستقیم	سیدھی لائن	خطِ منحنی	باریک سی لائن
خطِ تقدیر	قسمت کی لکیر	خطِ بیرنگ	بغیر ٹکٹ کے خط
خطِ شکستہ	ٹوٹی پھوٹی لکیریں	زاویہ قائمہ	وہ زاویہ جو پورے ۹۰ درجے کا ہو
متوازی خطوط	سیدھی لائنیں	نقطہ	چھوٹا سا نشان جیسے ایک ڈاٹ
دائرہ	گول شکل، حلقہ	خطِ استوا	وہ فرضی دائرہ جو زمین کے بیچوں بیچ کھینچا گیا ہے
نصف	آدھا	دُگنی	ڈبل، ایک سے زیادہ

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1:

تفریق: مَیں سندھی ہوں، تُو سندھی نہیں ہے۔ مَیں بنگالی ہوں، تُو بنگالی نہیں ہے۔ مَیں مسلمان ہوں تُو مسلمان نہیں ہے۔ اس کو تفریق پیدا کرنا کہتے ہیں۔ حساب کا یہ قاعدہ بھی قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ تفریق کا ایک مطلب ہے، منہا کرنا، یعنی نکالنا ایک عدد میں سے دوسرے عدد کو۔ بعض عدد از خود نکل جاتے ہیں۔ بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے۔ ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے۔ فتوے دے کر نکالنا پڑتا ہے۔ ایک اور بات یاد رکھیے۔ جو لوگ زیادہ جمع کر لیتے ہیں، وہی زیادہ تفریق بھی کرتے ہیں۔ انسانوں اور انسانوں میں۔ مسلمانوں اور مسلمانوں میں۔ عام لوگ تفریق کے قاعدے کو پسند نہیں کرتے، کیوں کہ حاصلِ تفریق کچھ نہیں آتا۔ آدمی ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تفریق	ایک عدد سے دوسرے عدد کو نکالنا	منہا کرنا	کٹوتی کرنا۔ نکال دینا۔ کم کرنا

حوالہ متن: سبق کا عنوان : ابتدائی حساب

مصنف کا نام : ابنِ انشا

سیاق وسباق: اس پورے سبق میں ابنِ انشا نے حساب کے مشہور قاعدے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ مندرجہ بالا عبارت میں مصنف نے تفریق کے اُصول کو طنزیہ انداز میں بتایا ہے کہ ہم معاشرے میں صوبائی اور طبقاتی فرق اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق کرتے ہیں۔

تشریح: ابنِ انشا کہتے ہیں کہ تفریق سے مراد وہ اُصول ہے جس کے ذریعے سے کسی بھی بڑے عدد سے چھوٹے کو نکال دینا۔ اسی تفریق کے قاعدے کو لے کر مصنف نے ملک میں تفریق پیدا کرنے والے طبقاتی لوگوں پر طنز کی چوٹ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ملک میں کبھی صوبائی اور کبھی مذہبی بنیادوں پر آپس میں پھوٹ ڈال کر ان میں تفریق پیدا کی جاتی ہے۔ کئی شریف لوگ تو اس لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لیے خود ہی سائیڈ پر ہو جاتے ہیں مگر بعض لوگ جو بحث مباحثے پر ڈٹ جائیں یا اپنے حق کی بات کریں تو اُنھیں ڈنڈے مار کر نکال دیا جاتا ہے اور بعضوں پر مفتیوں سے فتوے لگوا کر نکال دیتے ہیں۔ اس میں وہ اپنے قاری کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ کوئی خود کو سندھی کہتے ہوئے دوسرے کو غیر سندھی قرار دیتا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو صرف بنگالی جب کہ دوسرے کو غیر بنگالی سمجھتا ہے۔ اس طرح مذہب کے نام پر بھی آپس میں تفریقات پیدا کی جاتی ہیں حالاں کہ وہ سب مسلمان ہوتے ہیں۔ تفریق کرنا حساب کا پرانا قاعدہ ہے جس کے تحت سیاسی جماعتیں اپنے اپنے مفادات کی خاطر جس کسی جماعت سے نکل کر کسی اور جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ مذہب کے کسی پوائنٹ پر بحث کرتے ہوئے فتوے تک دے جاتے ہیں کہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ جس شخص کے پاس زیادہ ہوتا ہے وہی تفریق بھی کرتا ہے۔ طاقت کا استعمال کرتے ہوئے طاقت ور عام آدمی کو حاصلِ تفریق کر دیتا ہے اور وہ ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

پیراگراف 2:

تقسیم: یہ حساب کا بڑا ضروری قاعدہ ہے۔ سب سے زیادہ جھگڑے اسی پر ہوتے ہیں۔ تقسیم کا مطلب ہے بانٹنا۔ اندھوں کا آپس میں ریوڑیاں بانٹنا۔ بندر کا بلیوں میں روٹی بانٹنا۔ چوروں کا آپس میں مال بانٹنا۔ اہل کاروں کا آپس میں رشوت بانٹنا۔ مل بانٹ کر کھانا اچھا ہوتا ہے۔ دال تک جوتوں میں بانٹ کر کھانی چاہیے۔ تقسیم کا طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ حقوق اپنے پاس رکھیے، فرائض دوسروں میں بانٹ دیجیے۔ روپیا پیسا اپنے کیسے میں ڈالیے، قناعت کی تلقین دوسروں کو کیجیے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تقسیم	بانٹنا، حصے میں دینا	حقوق	حق کی جمع
کیسے	جیب	قناعت	تھوڑی سی چیز پر خوش ہونا
تلقین	نصیحت۔ تاکید	فرائض	فرض کی جمع

سیاق وسباق: اس پورے سبق میں ابنِ انشا نے حساب کے مشہور قاعدے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ مندرجہ

www.ilmkidunya.com

بالا عبارت میں مصنف نے تفریق کے اُصول کو طنزیہ انداز میں بتایا ہے کہ ہم معاشرے میں صوبائی اور طبقاتی فرق اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق کرتے ہیں۔

تشریح: ابن انشا لکھتے ہیں کہ حساب کے جس قاعدے پر سب سے زیادہ جھگڑے ہوتے ہیں وہ تقسیم کا قاعدہ ہے کیوں کہ تقسیم کا مطلب ہے بانٹنا اور بانٹتے ہوئے عموماً لوگ اپنی پسند کی چیزیں پاس رکھ لیتے ہیں اور بے کار چیزیں دوسروں میں بانٹ دیتے ہیں۔ جیسے لوگ اپنے حقوق تو لیتے ہیں مگر اپنے فرائض بھی دوسروں کو بانٹ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بڑے پیمانے پر دیکھا جائے تو مختلف افسران حضرات رشوت بھی مل بانٹ کر کھاتے ہیں۔ چوروں کی ٹولیاں مال و متاع آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ ابنِ انشا معاشرے کی ناہمواریوں پر گہری طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مل بانٹ کر کھانا کتنی اچھی عادت ہے۔ بعض لوگ جو مختلف شعبوں میں کرپشن کا پیسہ کو مل بانٹ کر کھاتے ہیں وہ جوتیوں میں دال بھی بانٹ کر کھاتے ہیں۔ یہ قاعدہ محاوروں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: اندھوں کا آپس میں ریوڑیاں بانٹنا۔ بندر کا بلیوں میں روٹی بانٹنا وغیرہ۔

پیراگراف 3: جیومیٹری لکیروں کا کھیل ہے۔ علمائے جیومیٹری کو ہم لکیر کے فقیر کہ سکتے ہیں۔ دُنیا نے اتنی ترقی کرلی، ہر چیز بشمول سائنس اور مہنگائی کہاں سے کہاں پہنچ گئی، لیکن جیومیٹری والوں کے ہاں اب تک زاویہ قائمہ ۹۰ درجہ کا ہوتا ہے اور مثلث کے اندرونی زاویوں کا مجموعہ ۱۸۰ درجے سے تجاوز نہیں کر پایا۔ امریکہ اور روس ہر معاملے میں لڑتے ہیں، اس معاملے میں ملی بھگت ہے۔ ہم اپنے ملک میں اپنی پسند کا نظام لائیں گے تو اپنی اسمبلی میں ایک قانون بنوائیں گے، چند درجے ضرور بڑھائیں گے۔ مستطیل بھی پرانے زمانے میں جیسی چورس ہوتی تھی، ویسی آج کل ہے۔ گول کرنا تو بڑی بات ہے کسی کو یہ توفیق تک نہ ہوئی کہ اس کے چار سے پانچ یا چھ ضلعے کردیں۔ ایک آدھ فالتو رہے تو اچھا ہی ہے۔ مغربی پاکستان کے ضلعوں میں ہم ردو بدل کرتے ہیں تو مستطیل وغیرہ کے ضلعوں میں کیوں نہیں کر سکتے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لکیر کا فقیر	پرانی رسم کا پابند	جیومیٹری	لکیروں کا کھیل، ریاضی کی پرانی شاخ
زاویہ قائمہ	جو زاویہ پورے نوے درجے کا ہو	ملی بھگت	سازش، گٹھ جوڑ
مستطیل	چار ضلعوں کی لمبی شکل	توفیق	ہمت
ردوبدل	تبدیلی، اُلٹ پلٹ کرنا	فالتو	بے کار چیز

سیاق وسباق: اس پورے سبق میں ابنِ انشا نے حساب کے مشہور قاعدے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ مندرجہ بالا عبارت میں مصنف نے تفریق کے اُصول کو طنزیہ انداز میں بتایا ہے کہ ہم معاشرے میں صوبائی اور طبقاتی فرق اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق کرتے ہیں۔

تشریح: جیومیٹری یوں تو ایک شاخ ہے حساب کے مضمون کی مگر دراصل یہ لکیروں کا کھیل ہے اور جیومیٹری کے پرانے عالم بھی انھی لکیروں کے فقیر ہیں۔ دنیا میں ترقی ہونے کے باوجود جیومیٹری والے آج بھی ۹۰ درجے پر ہی زاویہ قائمہ بناتے ہیں اور مثلث کے اندرونی زاویوں کا مجموعہ تک ۱۸۰ سے آگے نہیں بڑھا۔ دنیا کے مختلف ملکوں جیسے امریکہ اور روس بظاہر تو ہر معاملے میں جھگڑتے رہتے ہیں لیکن یہ بھی اُن کا آپس کا گٹھ جوڑ ہے کہ وہ کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ جب ہم اپنے ملک میں نظام بدلیں گے تو اپنی قانون ساز اسمبلی میں نیا قانون بنوا کر جیومیٹری کے زاویوں میں تبدیلی کروائیں گے۔ مستطیل کی پرانے وقتوں میں چورس شکل تھی آج بھی ویسی ہی ہے۔ کسی نے مستطیل کو گول کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی یہ چاہا کہ ان کے پانچ یا چھ ضلعے کردیں۔ ایک آدھ ضلع فالتو ہو جائے تو اچھا ہی ہے۔ جب ہم نے مغربی پاکستان کے ضلعوں میں تبدیلیاں کر کے اس کی کئی تحصیلوں کو ضلع بنا دیا۔ اگر مغربی پاکستان کے ضلع بڑھ سکتے ہیں تو مستطیل کے کیوں نہیں۔

مشق

۱۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) زبانی جمع خرچ کا قاعدہ جو آزمودہ ہے، کام آتا ہے:

(الف) بچوں کو بہلانے کے لیے (ب) دوستوں کو ٹرخانے کے لیے

(ج) گھر کے مسائل حل کرنے کے لیے (د) ملکی مسائل حل کرنے کے لیے ✓

(ii) "مَیں مسلمان ہوں، تُو مسلمان نہیں ہے" اس کو کہتے ہیں:

(الف) جمع کرنا (ب) تفریق پیدا کرنا ✓ (ج) لڑائی کرنا (د) ضرب دینا

(iii) آدمی کو آدمی سے ضرب دیں تو حاصلِ ضرب ہوتا ہے:

(الف) آدمی ✓ (ب) ایک بکری (ج) ایک بھیڑ (د) ایک گائے

(iv) سب سے زیادہ جھگڑے ہوتے ہیں:

(الف) جمع کے قاعدے پر ✓ (ب) تفریق کے قاعدے پر (ج) ضرب کے قاعدے پر (د) تقسیم کے قاعدے پر

(v) خطِ استوا ہوتا ہے جہاں:

(الف) سمندر ہی سمندر ہے (ب) دن بڑے ہوتے ہیں

(ج) راتیں بڑی ہوتی ہیں (د) دن اور رات برابر ہوتے ہیں ✓

(vi) عجیب بات ہے کہ قُطر کی لمبائی ہوتی ہے ہمیشہ نصف قُطر سے:

(الف) دُگنی ✓ (ب) سہ گنی (ج) چارگنی (د) کئی گنا بڑی

جواب

(الف)	(vi)	(د)	(v)	(الف)	(iv)	(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(د)	(i)

۲۔ سبق "اِبتدائی حساب" کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) مصنف کے مطابق جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان کیوں نہیں ہے؟

جواب: مصنف کے مطابق جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں ہے کیوں کہ کچھ جمع نہیں ہو پاتا اور سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔

(ب) تقسیم کرنے کا طریقہ کب آسان ہوتا ہے؟

جواب: جب حقوق صرف اور صرف اپنے پاس رکھے جائیں فرائض دوسروں میں بانٹ دیے جائیں اس سے تقسیم کرنے کا طریقہ آسان ہو جاتا ہے۔ چور آپس میں مال بانٹ لیتے ہیں اور اہل کار رشوت بانٹ لیتے ہیں۔

(ج) مصنف کی طالب علمی کے زمانے میں الجبرے کا خاص مصرف کیا تھا؟

جواب: مصنف کے نزدیک الجبرا کا اُن کی طالب علمی کے زمانے میں کوئی خاص مصرف تو نہیں تھا۔ البتہ اس سے سکول کے طلبہ کو فیل کرنے کا کام ضرور لیا جاتا تھا۔

www.ilmkidunya.com

(و) مستطیل کے چار کے بجائے پانچ یا چھ ضلعے کر دینے سے مصنف کیا مراد لیتے ہیں؟

جواب: مصنف دراصل طنز کی گہری چوٹ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چوں کہ ہم نے مغربی پاکستان کے ضلعوں میں تو ردوبدل کر دیا تو ہمیں مستطیل کے ضلعوں میں ردوبدل کرتے ہوئے کیوں مشکل پیش آتی ہے۔

(ه) مصنف کے نزدیک خط کی کتنی قسمیں ہیں اور وہ کون کون سی ہیں؟

جواب: مصنف کے نزدیک خط کی بہت سی قسمیں ہیں جو خطِ مستقیم، خطِ منحنی، خطِ تقدیر، خطِ بیرنگ، خطِ شکستہ، خطِ استوا۔

(و) مصنف نے دائرے کے گول ہونے کی کیا وجہ لکھی ہے؟

جواب: مصنف نے دائرے کے گول ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں بتائی بلکہ کہا ہے کہ تقریباً سبھی دائرے گول ہی ہوتے ہیں۔ شاید یہ پرانے زمانے سے چلا آرہا ہے کہ دائرہ گول ہے۔

۳۔ سبق ''ابتدائی حساب'' کے متن کے حوالے سے دیے ہوئے جملوں میں خالی جگہیں پُر کریں۔

(الف) قاعدہ وہی اچھا ہے جس میں ________ زیادہ سے زیادہ آئے۔

(ب) بعض عدد خود نکل جاتے ہیں، بعضوں کو ________ نکالنا پڑتا ہے۔

(ج) علامہ اقبال کی ________ ان کے علاوہ ہے۔

(د) چوں کہ طالب علم اس سے گھبراتے ہیں اور یہ جبراً پڑھایا جاتا ہے اس لیے ________ کہلاتا ہے۔

(ه) علمائے ________ کو ہم لکیر کے فقیر کہہ سکتے ہیں۔

(و) یہ اس لیے ہوتا ہے کہ کہیں تو دنیا میں دن رات ________ ہوں، کہیں تو مساوات نظر آئے۔

جواب

(الف)	حاصلِ جمع	(ب)	زبردستی	(ج)	ضربِ کلیم	(د)	الجبرا	(ه)	جیومیٹری	(و)	برابر

علمِ بیان:

تحریر و تقریر کی خوبیوں کے ذکر اور اُن کی بحث کو علمِ بیان کہتے ہیں۔

علمِ بیان کی چار قسمیں ہیں: تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ۔

تشبیہ: جب کسی چیز کو مشترکہ صفت کی بنا پر اس کی کیفیت اور صورتِ حال کو مزید پُرتاثیر بنانے کے لیے کسی دوسری چیز کے مانند قرار دیا جائے تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ جس چیز کو تشبیہ دیں اُسے مشبہ، جس چیز کے ساتھ تشبیہ دیں اُسے مشبہ بہ، وہ صفت جس کی بنیاد پر تشبیہ دی جائے، اسے وجہِ تشبیہ اور وہ کلمہ یا حرف جو مشبہ اور مشبہ بہ کو ملائے، اسے حرفِ تشبیہ کہتے ہیں۔

ارکانِ تشبیہ: تشبیہ کے چار ارکان ہوتے ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، وجہِ شبہ اور حرفِ تشبیہ۔ جیسے: یہ کاغذ دودھ کی طرح سفید ہے۔ اس جملے میں ''کاغذ'' مشبہ ہے، ''دودھ'' مشبہ بہ ہے، ''سفید'' وجہِ شبہ ہے اور ''کی طرح'' حرفِ تشبیہ ہے۔

استعارہ: جب ہم کسی لفظ کو حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے اصطلاح میں استعارہ کہتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

ارکانِ استعارہ: استعارے کے تین ارکان ہوتے ہیں: مستعار لہ (جس کے لیے استعارہ لیا جائے)، مستعار منہ (جس سے استعارہ لیا جائے) اور وجہِ جامع (مشترک صفت)۔ جیسے: ایک بلبل کہ ہے محوِ ترنم ہے اب تک

علامہ اقبالؒ کے اس مصرعے میں بلبل کا لفظ استعارہ ہے جو علامہ اقبالؒ نے اپنی ذات کے لیے استعمال کیا ہے۔ ''علامہ اقبالؒ'' (جن کا مذکور نہیں) مستعار لہ ہے، ''بلبل'' کا لفظ مستعار منہ ہے اور ''ترنم'' کا لفظ وجہِ جامع ہے۔

۴۔ **ان مثالوں میں سے تشبیہ اور استعارہ الگ الگ کیجیے۔**

(الف) یہ خربوزہ شہد کی طرح میٹھا ہے۔ (ب) بچے کے گال گلاب کے پھول کی مانند نرم و نازک تھے۔

(ج) شیر کے آتے ہی رَن کانپ اُٹھا۔ (د) میرے چاند تُو کہاں ہے؟

جواب: تشبیہ: ۱۔ (الف) یہ خربوزہ شہد کی طرح میٹھا ہے۔

۲۔ (ب) بچے کے گال گلاب کے پھول کی مانند نرم و نازک تھے۔

استعارہ: ۱۔ (ج) شیر کے آتے ہی رَن کانپ اُٹھا۔

۲۔ (د) میرے چاند تُو کہاں ہے؟

رموزِ اوقاف

رموزِ اوقاف سے مراد وہ علامتیں ہیں جو تحریر میں ایک جملے کو دوسرے جملے یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں۔ اُردو میں رموزِ اوقاف کے طور پر کافی علامتیں استعمال ہوتی ہیں۔ یہاں ہم صرف پانچ علامتوں کا محلِ استعمال واضح کرتے ہیں:

سکتہ (،): اس علامت کو وقفِ خفیف بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علامت تحریر میں سب سے کم توقف کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ جہاں یہ علامت آئے وہاں پڑھنے والے کو بغیر سانس ٹوٹے بالکل ذرا سی دیر کے لیے ٹھہرنا چاہیے۔ جیسے: لاہور، سیال کوٹ، گجرات، ملتان اور سرگودھا پنجاب کے بڑے بڑے شہر ہیں۔

وقفہ (؛): اس علامت کو نصف وقف بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علامت سکتہ سے ذرا زیادہ دیر ٹھہراؤ کے لیے آتی ہے۔ یہ علامت دو مقاصد کے تحت استعمال ہوتی ہے: جب ایک طویل جملے میں چھوٹے چھوٹے جملے آئیں یا کسی جملے کے مختلف اجزا پر زور دینا مقصود ہو۔ جیسے: جو کرے گا، سو بھرے گا؛ جو بوئے گا، سو کاٹے گا۔

رابطہ (:): س علامت کا ٹھہراؤ، جسے وقف لازم بھی کہا جاتا ہے، وقفے سے قدرے زیادہ ہوتا ہے اور اس علامت کا استعمال وہاں کیا اجاتا ہے جہاں توقف کرنا لازم ہو، بصورتِ دیگر عبارت کے خلط ملط ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ جیسے: ماں نے بیٹے سے کہا: ''بیٹا! محنت کرو، محنت کا اجر ضرور ملتا ہے۔''

تفصیلیہ (:۔): اس علامت کا استعمال جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے، وہاں کیا جاتا ہے جہاں کسی بات کی تفصیل بیان کی جائے۔ جیسے: علامہ اقبالؒ نے الہ آباد کے مقام پر خطبہ صدارت دیتے ہوئے حسبِ ذیل ارشاد فرمایا:۔......................

ختمہ (۔): اس علامت کو، جسے انگریزی میں فل سٹاپ کہتے ہیں، جملے کے خاتمے پر لگایا جاتا ہے لیکن جہاں سکتہ، وقفہ، وقفِ لازم یا تفصیلیہ کا محلِ استعمال ہو، وہاں ختمے کی علامت کا استعمال ہرگز دُرست نہیں۔ جیسے: دنیا دارالعمل ہے۔

www.ilmkidunya.com

۵۔ درج ذیل جملوں میں رموزِ اوقاف کی علامتوں: سکتہ، وقفہ، رابطہ، تفصیلیہ اور ختمہ کا استعمال کریں۔

(الف) آج موسم بڑا خوش گوار ہے

(ب) قائدِاعظمؒ کا فرمان اتحاد تنظیم اور یقینِ محکم ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے

(ج) ورزش کے فائدے حسبِ ذیل ہیں

(د) جاپان چین سنگاپور جنوبی کوریا اور فلپائن کا شمار ایشیا کے ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے

(ہ) آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا

جواب: (الف) آج موسم بڑا خوش گوار ہے۔

(ب) قائدِاعظمؒ کا فرمان اتحاد ، تنظیم اور یقینِ محکم ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے

(ج) ورزش کے فائدے حسبِ ذیل ہیں:

(د) جاپان ، چین ، سنگاپور ، جنوبی کوریا اور فلپائن کا شمار ایشیا کے ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے۔

(ہ) آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا

۶۔ اِعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں۔ تفریق تقسیم الجبرا مثلث منحنی بندی

جواب: تَفرِیق تَقسِیم اَلجَبرا مُثلّث مُنحنی بَندِی

۷۔ درج ذیل پیراگراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

بچت کرنا ایک ایسا عمل ہے جس میں آپ اپنی آمدنی یا پیسوں کا کچھ حصہ خرچ کیے بغیر محفوظ رکھتے ہیں تاکہ اسے مستقبل میں کسی ضروری کام یا مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ یہ پیسے جمع کرنے کی عادت آپ کو غیر متوقع حالات، جیسے کہ ہنگامی اخراجات یا بڑی خریداریوں کے لیے مالی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ بچت کا مقصد صرف پیسے محفوظ کرنا نہیں ہوتا، بلکہ یہ مستقبل کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لیے منصوبہ بندی کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ بچت کرنے سے مالیاتی آزادی اور استحکام حاصل کیا جا سکتا ہے، جس سے آپ زندگی میں اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں کام یاب ہو جاتے ہیں۔

سوالات:

(الف) بچت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بچت کرنے سے مراد ہے کہ اپنی آمدنی یا پیسوں کا حصہ خرچ کیے بغیر جمع کرنا تاکہ مشکل وقت میں کام آسکیں۔

(ب) بچت کرنے کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: بچت کرنے سے ان پیسوں کو مستقبل میں بوقتِ ضرورت استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

(ج) کیا بچت کرنے کا مقصد محض اپنی رقم محفوظ کرنا ہے؟

جواب: بچت کرنے کا مقصد صرف اپنا پیسہ محفوظ کرنا نہیں بلکہ اس سے مستقبل کی خواہشات کو پورا کرنا اور منصوبہ بندی کا ذریعہ بنانا ہے۔

(د) بچت سے کس طرح مالیاتی آزادی اور خود مختاری حاصل کی جا سکتی ہے؟

جواب: بچت کرنے سے انسان مالیاتی آزادی حاصل کرتا ہے اور آنے والے مشکل دنوں کا استحکام بھی پالیتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

(ہ) اس عبارت کا موزوں عنوان تجویز کریں۔

جواب: بچت ایک استحکام

سرگرمیاں:

- طلبہ اپنی کاپی میں جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کے قاعدوں کے مسلمہ اُصول لکھیں۔
- طلبہ ایک فہرست بنائیں جس میں مصنف کے بیان کردہ تمام قاعدوں کی ایک ایک سطری مزاحیہ تفصیل لکھیں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ مزاحیہ ادب اپنے ظاہری رویوں میں سنجیدہ ادب سے قطعاً مختلف چیز ہے۔

۲۔ طلبہ پر واضح کیا جائے کہ مزاح کے لیے کوئی خاص صنف مخصوص نہیں بلکہ یہ کسی بھی صنف کی صورت میں لکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ اس سبق میں ریاضی کے جن جن قاعدوں کا تذکرہ آیا ہے، ان کی اصل صورتِ حال سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

۴۔ طلبہ کو ''اُردو کی پہلی کتاب'' از مولانا محمد حسین آزاد کے بارے میں بتایا جائے تاکہ وہ مصنف کی مزاحیہ تحریر سے محظوظ ہوسکیں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) حساب کا قاعدہ وہی اچھا ہوتا ہے جس میں حاصلِ جمع آئے ہمیشہ:

(الف) بہت کم (ب) تھوڑا سا (ج) زیادہ سے زیادہ ✓ (د) پورا پورا

(2) تفریق کے قاعدے کا مطلب ہے:

(الف) جمع کرنا (ب) منہا کرنا ✓ (ج) جوڑ کر رکھنا (د) بڑھانا

(3) تقسیم کے قاعدے کا مطلب ہے:

(الف) چھانٹ لینا (ب) چاٹ لینا (ج) بانٹ لینا ✓ (د) گھاٹ لینا

(4) ہمارے معاشرے کے اہل کار آپس میں بانٹ لیتے ہیں:

(الف) تنخواہ (ب) حقوق (ج) کمائی (د) رشوت ✓

(5) جیومیٹری کھیل ہے:

(الف) فقیروں کا (ب) شریروں کا (ج) لکیروں کا ✓ (د) نقطوں کا

(6) اندھا بانٹتا ہے بار بار ریوڑیاں:

(الف) غیروں کو (ب) نااہلوں کو (ج) درویشوں کو (د) اپنوں کو ✓

(7) الجبرا کا مضمون طالب علموں کو پڑھایا جاتا ہے:

(الف) خوشی سے (ب) غصے سے (ج) جبر سے ✓ (د) فکر سے

(8) تکون شکل کے کونے ہوتے ہیں:

(الف) چار (ب) تین ✓ (ج) پانچ (د) سات

www.ilmkidunya.com

(9) دنیا میں سب سے زیادہ جھگڑے ہوتے ہیں:

(الف) جمع پر (ب) تقسیم پر ✓ (ج) تفریق پر (د) ضرب پر

(10) مہنگائی کے دنوں میں کچھ نہیں ہو پاتا:

(الف) تفریق (ب) جمع ✓ (ج) اکٹھا (د) تقسیم

(11) الجبرا کھیل ہے:

(الف) شگوفوں کا (ب) ظروفوں کا (ج) حروفوں کا ✓ (د) تیروں کا

(12) خط تقدیر کو پکی سیاہی سے کھینچتے ہیں:

(الف) انسان (ب) استاد (ج) والدین (د) فرشتے ✓

جواب

(1)	(ج)	(2)	(ب)	(3)	(ج)	(4)	(د)	(5)	(ج)	(6)	(د)
(7)	(ج)	(8)	(ب)	(9)	(ب)	(10)	(ب)	(11)	(ج)	(12)	(د)

اضافی مختصر سوالات

(1) ابن انشا کی شہرت کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ابن انشا شاعر، مزاح نگار اور کالم نگار کی حیثیت سے بے پناہ شہرت رکھتے ہیں۔

(2) ابن انشا کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: ابن انشا ۱۹۲۷ کو ضلع جالندھر کی تحصیل پھلور کے ایک چھوٹے سے گاؤں "تھلہ" میں پیدا ہوئے۔

(3) ابن انشا نے اپنی ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جواب: آپ نے میٹرک لدھیانہ سے کیا۔ اس کے بعد پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے پنجاب یونی ورسٹی سے بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔

(4) ابن انشا کن مشہور اداروں سے وابستہ رہے؟

جواب: ابن انشا ریڈیو پاکستان، پاکستان نیشنل سنٹر اور عالمی ادارہ یونیسکو سے وابستہ رہے۔

(5) کیا آپ ابن انشا کے سفرناموں کے نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ابنِ انشا کے مشہور سفرنامے، چلتے ہو تو چین کو چلیے، دنیا گول ہے، ابن بطوطہ کے تعاقب میں شامل ہیں۔

(6) ابنِ انشا کے مطابق حساب کے کون کونسے بڑے قاعدے ہیں؟

جواب: ابنِ انشا کے مطابق حساب کے چار بڑے قاعدے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم ہیں۔

(7) جمع کے قاعدے پر عمل کرنا کن دنوں میں مشکل ہو جاتا ہے؟

جواب: مہنگائی کے دنوں میں جمع کے قاعدے پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ جمع کچھ نہیں ہوتا سب خرچ ہو جاتا ہے۔

(8) ابنِ انشا نے حاصل جمع کس قاعدے میں کہی اور کیوں؟

جواب: ابنِ انشا نے حاصل جمع سب سے زیادہ جمع کے قاعدے کو کہا۔ ان کے نزدیک رشوت کے قاعدے سے حاصل جمع زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے زبانی جمع خرچ سے ملکی مسائل حل ہوتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

(9) زیادہ تفریق کس قسم کے لوگ کرتے ہیں؟

جواب: زیادہ سے زیادہ تفریق وہی لوگ کرتے ہیں جو زیادہ جمع کر لیتے ہیں۔

(10) تفریق سے کیا مراد ہے؟

جواب: تفریق کا مطلب ہے منہا کرنا۔ یعنی ایک عدد میں سے دوسرے عدد کو نکالنا۔

(11) تفریق کا قاعدہ عام لوگوں کو کیوں پسند نہیں آتا؟

جواب: عام لوگ تفریق کے قاعدے کو اس لیے پسند نہیں کرتے کیوں کہ حاصلِ تفریق کچھ نہیں آتا۔

(12) اس سبق میں مصنف نے ضرب کی کون کون سی قسموں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: ابنِ انشا نے ضرب خفیف، ضرب شدید اور ضرب کاری وغیرہ جیسی مختلف اقسام بتائی ہیں۔

(13) ابنِ انشا کے نزدیک سب سے زیادہ جھگڑے کس قاعدے پر ہوتے ہیں؟

جواب: ابنِ انشا کے نزدیک سب سے زیادہ جھگڑے تقسیم کے قاعدے پر ہوتے ہیں۔

(14) ابتدائی حساب اور الجبرا میں کیا فرق ہے؟

جواب: ابتدائی حساب اعداد کا کھیل ہے جبکہ الجبرا حرفوں کا کھیل ہے۔

(15) ابنِ انشا کے زمانہ طالب علمی میں الجبرے کے مضمون مصرف کیا تھا؟

جواب: مصنف کے زمانہ طالب علمی میں الجبرا کا کوئی خاص مصرف تو تھا نہیں بس اسے صرف طالب علموں کو فیل کرنے کے لیے پڑھایا جاتا تھا۔

(16) ابنِ انشا نے کس انسانی رشتوں میں الجبرا کا شک محسوس کیا؟

جواب: ابنِ انشا کو بعض رشتوں میں بھی الجبرا کا شائبہ ہوتا ہے۔ جیسے مدران لا، فادران لا وغیرہ۔

(17) جیومیٹری کی بنیادی چیزیں کون کون سی ہیں؟

جواب: جیومیٹری کی بنیادی چیزیں خط، نقطہ، دائرہ اور مثلث وغیرہ ہیں۔

(18) خطِ مستقیم اور خطِ منحنی میں کیا فرق ہے؟

جواب: خطِ مستقیم بالکل سیدھا ہوتا ہے جبکہ خطِ منحنی ٹیڑھا ہوتا ہے۔

(19) خط بیرنگ سے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: خطِ بیرنگ کا مطلب ہے ایسا خط ہے، جس پر بھیجنے والے ٹکٹ نہیں لگاتے، ہمیں دگنے پیسے دینے پڑتے ہیں۔ دراصل یہ خط عام روٹین سے تیز تر ہو جاتا تھا۔

(20) مصنف کے نزدیک خطِ استوا کس لیے ہوتا ہے؟

جواب: مصنف کے نزدیک خطِ استوا اس لیے ہوتا ہے کہ کہیں تو دن رات برابر ہوں۔ کہیں تو برابری نظر آئے۔

(21) "تفریق" کے قاعدے نے کس طرح ہمارے معاشرے میں تفریق پیدا کی ہے؟

جواب: تفریق کے قاعدے نے ہمارے معاشرے کو صوبائیت، لسانیت اور مذہب کے حوالے سے تفریق کیا ہے۔

(22) تعزیرات پاکستان سے ضرب کا کیا تعلق ہے؟

جواب: ضرب کا تعزیرات پاکستان سے گہرا تعلق ہے۔ ضرب کے قاعدے پر عمل کرنے سے پہلے تعزیرات پاکستان پڑھ لینی چاہیے تاکہ انجام کا اندازہ ہو سکے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۰ لڑی میں پروئے ہوئے منظر

مصنف کا تعارف: رضا علی عابد ولادت: ۳۰ نومبر ۱۹۳۵ء

رضا علی عابدی روڑکی، ضلع ہری دوار (اُتر کھنڈ، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا تعلق لکھنؤ سے تھا۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی (پاکستان) آ گئے۔ اُنھیں بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا چناں چہ طلب علمی کے زمانے میں ہی اپنے زورِ مطالعہ کی مدد سے فنِ خبر نگاری سے مکمل واقف ہو چکے تھے جس کی بنا پر اُنھوں نے بیس برس کی عمر میں پہلی بار بائیں ہاتھ سے انگریزی خبر کا ترجمہ کیا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے عرصے میں وہ عملی طور پر روز نامہ ''حریت'' کے ساتھ منسلک تھے، چناں چہ جنگ کے تمام حالات و واقعات کو روز نامہ ''حریت'' میں رپورٹ کرتے رہے۔

اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ چلے گئے اور پھر وہیں ۱۹۷۲ء میں بی بی سی سے منسلک ہو کر عملی زندگی کا آغاز کیا اور کچھ ہی عرصے میں بی بی سی کے پروگراموں کو اس دل نشیں انداز میں پیش کیا کہ دنیا بھر کے اُردو بولنے والوں کے دلوں میں اُردو کی قدر و منزلت بڑھا دیا اور اسی پلیٹ فارم سے ریڈیائی و تاریخی پروگراموں کی وجہ سے خاصی شہرت پائی، جہاں سے وہ ۱۹۹۶ء میں ریٹائر ہوئے۔

رضا علی عابدی جنھیں اُردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر بڑا عبور حاصل ہے، بڑے بسیار نویس ہیں۔ وہ تا دمِ تحریر تیس سے زیادہ کتابیں تصنیف کر چکے ہیں جن میں ''جرنیلی سڑک، شیر دریا، جہازی بھائی، ریل کہانی، پہلا سفر، کتب خانہ، اُردو کا حال، اپنی آواز، کتابیں اپنے آبا کی اور جانے پہچانے'' شامل ہیں۔ ان میں سے نصف تصانیف کے مخاطب بچے ہیں۔

یوں تو رضا علی عابدی کی ہر تصنیف ہی اہم ہے مگر اس وقت ہمارے روئے سخن اُن کے سفر نامے ''جرنیلی سڑک'' کی طرف ہے۔ یہ طویل جرنیلی سڑک جسے ''جی ٹی روڈ'' بھی کہا جاتا ہے اور جو موجودہ بنگلہ دیش کو افغانستان سے ملاتی ہے، برِاعظم کے حکمران شیر شاہ سوری (۱۴۷۲ء۔۱۵۴۵ء) نے اپنے دورِ اقتدار میں تعمیر کرایا تھا۔ اس سڑک کی چھان بین میں رضا علی عابدی نے ایک ماہ تک مسلسل سفر کیا۔ اس کتاب میں جرنیلی سڑک پر واقع تمام اہم آبادیوں، اُن کی وجہ تسمیہ اور ثقافت کا تذکرہ ہے۔ مصنف کی یہ تحریر طنز و مزاح، اُداسیوں اور خوشیوں کے مختلف رنگوں سے مزین ہے۔

مرکزی خیال

رضا علی عابدی صاحب کے اس سفر نامے میں اُنھوں نے مختلف مقامات کا سفر جرنیلی سڑک سے کیا۔ دورانِ سفر قدیم تاریخ، تاریخی عمارتیں، تاریخی کرداروں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ جدید تبدیلیوں پر بھی خوب نکتے اُٹھائے ہیں۔

خلاصہ

یہ معلوماتی کہانی مشہور مصنف رضا علی عابدی صاحب جو بہت اچھی کہانیاں بھی لکھا کرتے ہیں، ان کی تصنیف ''جرنیلی سڑک'' سے لی گئی ہے۔ کہتے ہیں: یہ جرنیلی سڑک عجیب سی سڑک ہے۔ اگر آپ اس پر چلتے جائیں تو اس کی راہ میں جتنے منظر آتے ہیں وہ شاید ہی کہیں آتے ہوں۔ اس پر چلتے ہوئے ایک آباد سر زمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ساتھ چلتی ہے۔ سڑک کے منظروں میں کہیں حیرت اور کہیں عبرت دکھائی دیتی ہے۔ جب میں اس سڑک پر پشاور سے چلا تو قلعہ بالا حصار کے نیچے ایک پتھر پر ''شاہراہِ پاکستان'' لکھا تھا اور اس پر کسی وزیر کا نام بھی کندہ تھا۔ وادیٔ پشاور بہت سر سبز نظر آ رہی تھی۔ کبھی ریلوے لائن سڑک کے قریب آ جاتی تھی کبھی بستیاں بھی آتیں اور گزر جاتیں۔ رمضان کا مہینا تھا اس لیے چائے خانے بند پڑے تھے۔ چلتے ہوئے اچانک ہی دریائے کابل آ گیا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ نوشہرہ کے قریب پہنچنے کی پہچان تھی۔ یہ شہر شاید بادشاہ اکبر نے آباد کیا تھا۔ یہاں

www.ilmkidunya.com

نوشہرہ خورد اور نوشہرہ کلاں دو گاؤں تھے۔ ایک سرائے بھی تھا جہاں بادشاہ جہانگیر ٹھہرا تھا۔ ایک قلعہ بھی تھا۔ اب ہم دریا کے ساتھ ایک چھوٹے سے گاؤں ''لاہور'' پہنچے جو آج بھی آباد ہے۔ سنسکرت کے قواعد کا سب سے بڑا عالم پانینی اسی گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس سے تھوڑا آگے گاؤں ''ہنڈ'' تھا جو کبھی قندھارا کا پایۂ تخت تھا۔ وہیں آکر سکندر اعظم نے دریائے سندھ پار کیا تھا اور چنگیز خان دریا کا پاٹ دیکھ کر واپس مڑ گیا تھا۔ اسی جگہ پر محمود غزنوی نے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔ تاریخ دانوں نے اس جگہ کو ہندوستان کا دروازہ کہا تھا مگر اب یہ ایک گم نام سا گاؤں ہے۔ اچانک ہی خیر آباد آ گیا۔ دریائے سندھ شاہانہ انداز میں بہہ رہا تھا۔ اس کے دوسرے کنارے پر عظیم الشان قلعہ اٹک تھا۔ یہ قلعہ چار صدیوں کا گواہ ہے۔ اب اس قلعے میں فوج رہتی ہے۔

یہاں سے ہماری گاری نئے پل کے ذریعے آگے بڑھی۔ انگریزوں کے دور کا لوہے کا پل بھی سامنے نظر آ رہا تھا۔ موٹر گاڑیاں نئے پل پر چلتی ہیں اور ریل گاڑیاں لوہے کے پرانے پل پر۔ کہتے ہیں اٹک کا یہ نام اکبر بادشاہ نے رکھا تھا۔ اسے نام رکھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ خوب صورت مقامات کا دل دادہ تھا۔ اسی طرح ایک خوب صورت مقام دیکھ کر اس کے منہ سے ''واہ'' نکلی تو اس کا نام ''واہ'' رکھ دیا۔ چلتے ہوئے دریائے سندھ کے کنارے اس کا قافلہ اٹک گیا وہ جگہ اٹک کہلائی جب قافلہ جب خیر سے پار اُتر گیا تو نام ''خیر آباد'' رکھا۔ اکبر نے اپنے پیش رو شیر شاہ سے بہت کچھ سیکھا۔ شیر شاہ کی مملکت بہار سے پنجاب تک پھیلی ہوئی تھی۔ بہار میں قلعہ روہتاس تھا۔ دوسرے سرے میں پنجاب میں شیر شاہ نے گکھڑوں کی زمین پر قلعہ بنوایا تو اس کا نام بھی رُہتاس رکھا۔ اکبر اٹک شہر کے دریا کو کشتیوں کے ذریعے دریا پار کروانے کے لیے بنارس سے ملاح لایا اور اس خیال سے کہ وہ اب اسی جگہ کو اپنا وطن سمجھیں اسے ''اٹک بنارس'' کا نام دے دیا۔ ملاحوں کے لیے ایک محلہ بنایا جس کا نام ''ملاحی ٹولہ'' رکھا۔ وہاں پرانے ملاحوں کی اولادیں اب تک آباد ہیں۔ اس کے پاس ہی جہانگیر بادشاہ کے زمانے کی سرائے ہے جو بہترین حالت میں آج بھی موجود ہے۔ قلعہ اٹک مختلف حکومتوں کی چھینا جھپٹی کے بعد آج تک قائم ہے۔ یہاں دریا پار پنجاب کے علاقے میں داخل ہونے والی گاڑیوں کی تلاشی لینے اور کسٹم ایکسائز کا عملہ ہے۔ راستے میں حسن ابدال آتا ہے۔ مغل مؤرخین لکھتے ہیں کہ لاہور سے کابل کی شاہراہ پر یہ حسین ترین مقام ہے۔ مگر آج وہاں جھرنوں کے شور اور چڑیوں کی چہکار سے زیادہ ہوٹلوں کے لاؤڈ سپیکروں پر گونجتی فلمی گانوں کی آوازیں ہیں۔ ایک طرف سکھوں کا مشہور گردوارہ پنجہ صاحب اور دوسری طرف بابا ولی قندھاری کی چلّہ گاہ ہے۔ کہتے ہیں کہ کشمیر کی طرف مڑ جانے والی سڑک پر اکبر کی بیٹی لالہ رُخ کی قبر ہے۔ حسن ابدال کے قریب اس مغل باغ کے آثار آج بھی موجود ہیں جہاں سے جہانگیر نے مچھلیاں پکڑیں اور پھر ان کی ناک میں موتی پرو کر پھر سے تالاب میں چھوڑ دیا تھا۔ یہیں وہ بڑی سی چٹان بھی ہے جہاں نانک کے پنجے کا نشان ہے۔ آگے بڑھیں تو واہ کینٹ سے جہاں مغلوں کی بہت بڑی باؤلی آج بھی موجود ہے۔ اب لوگ پمپ کے ذریعے یہاں سے پانی کھینچتے ہیں۔ واہ سے آگے سرائے کالا ہے جہاں کالے پتھر کی کونڈیاں فروخت ہوتی ہیں اور یہ سرائے کالا کی پہچان ہے۔ مغلوں کے دور کی سرائیں تو اب نہیں رہیں مگر ان کی بستیوں کے نام کے ساتھ سرائے لگا ہوا ہے۔ ٹیکسلا ہندوستان کے تاج میں جڑا علم کا وہ نگینہ ہے جہاں گیان دھیان کی کرنیں ایک عالم کو منور کیا کرتی تھیں۔ اس گزرگاہ سے چین، افغانستان، وسطی ایشیا، ایران اور ایشیائے کوچک سے قافلے گزرے ہوں گے۔ ازاں بعد انگریزوں نے گرینڈ ٹرنک روڈ کی تعمیر شروع کی تو انجینئروں نے آنے جانے کی آسانی کے لیے پہاڑی میں درہ کاٹ کر رستہ بنا دیا۔ البتہ بلندی پر اب بھی اکبر کی سڑک جو اس نے کابل پر حملے کے لیے بنائی تھی کے آثار موجود ہیں۔ درّے کے اوپر نکلسن کی لاٹ میلوں دُور سے نظر آتی ہے۔ نکلسن کو انگریزوں نے پٹھانوں کے علاقے کا منتظم بنا کر بھیجا تھا اور ۱۸۵۷ء میں برطانوی فوج نے جب دلی کا محاصرہ کیا تو اس محاصرے کو توڑنے کے دوران وہ زخمی ہو کر مارا گیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شعور	سمجھ بوجھ، سلیقہ مندی	معاشرت	رہن، سہن

شریکِ راز	ہمراز، راز دار	عبرت	سبق حاصل کرنا
مملکت	سلطنت، حکومت	شاہراہِ پاکستان	پشاور سے آنے والی سڑک
روایت	پرانی رسم	چائے خانے	چائے پینے کے ٹھکانے
تمازت	تپش، گرمی کی شدت	کابل	افغانستان کا شہر
نوشہرہ خورد	ایک چھوٹا شہر	قلعہ بالا حصار	پشاور کا قدیم قلعہ
بھگانا	دھکیلنا، گرانا	سرائیں	جہاں مسافر ٹھہرتے ہیں
قافلوں	سفری گروہ	سنسکرت	ہندوؤں کی پرانی مقدس زبان
قواعد	قانون، اُصول، گرامر	عالم پانینی	سنسکرت کا ایک سکالر
معیشت	معاشی صورتِ حال، روزگار	گندھارا	ایک قدیم ریاست جو خیبر پختونخوا اور پوٹھوہار کے کچھ علاقوں پر مشتمل ہے
پایۂ تخت	دار الحکومت	دھندلی	جو صاف دکھائی نہ دے، مدھم
شاہانہ انداز	بادشاہوں کا سا انداز	اٹک بنارس	اٹک میں ایک محلہ
عینی شاہد	آنکھوں دیکھا گواہ	چشم دید گواہ	عینی شاہد
دعائیں دم	مشکل وقت میں دعا کرنا	بے ساختہ	بے اختیار
پیش رو	آگے چلنے والا	مملکتِ بہار	بہار کی حکومت
شگاف	دراڑ، پھٹا ہوا	اٹک	ایک شہر کا نام
ملاحی ٹولہ	کشتی چلانے والا گروہ	باؤلی	ایک لمبا چوڑا کنواں جس میں سیڑھیاں ہوتی ہیں
آثار	نشان، نقوش	چھینا جھپٹی	زبردستی کسی شے کو حاصل کرنا
مستعدی	آمادگی، تیاری	مشقت	محنت، ریاضت
گیان	دانائی، عقل، سمجھ بوجھ	عظیم الشان	بڑی شان و شوکت والا
ٹولی		پڑاؤ	ٹھہرنے کی جگہ
مغل مؤرخ	مغلیہ تاریخ لکھنے والا	جھرنوں	آبشاروں، پہاڑوں، چشموں سے نکلنے والا پانی
پنجہ صاحب	سکھوں کا گردوارہ	بابا ولی قندھاری	ایک مسلمان درویش
عالم شباب	جوانی کا وقت	طامس مور	ایک انگریز وکیل اور سماجی فلسفی
عقیدہ	مذہبی یقین	سیراب	سرسبز و شاداب
کونڈیاں	مٹی یا پتھر کی بنی ہوئی دوریاں	کھنڈر	ویران ٹوٹے پھوٹے مکان وغیرہ

www.ilmkidunya.com

مردم شماری	آدمیوں کی گنتی	ان گنت	بے شمار
لاؤلشکر	فوج معہ سازوسامان	لشکر جرار	بہت بڑی فوج
تاحدِ نگاہ	جہاں تک نظر جاتی ہو	بیوپاری	سوداگر، تجارت کرنے والا
گہرادرّہ	دو پہاڑیوں کے درمیان گھاٹی	دالان	صحن، آنگن
مطب	دواخانہ	عالم سے بے خبر	جہان سے بے خبر

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: یہیں وہ بڑی سی چٹان ہے جس کے بارے میں سکھوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسے باباولی قندھاری نے پہاڑی کے اوپر سے لڑکا دیا تھا اور نیچے بابا گرونانک نے چٹان کو اپنے ایک پنجے پر روک لیا تھا۔ چٹان پر نانک کے پنجے کا نشان بن گیا تھا جو آج تک موجود ہے۔ تاریخ کا حساب رکھنے والے کہتے ہیں کہ جب گرونانک پشاور جاتے ہوئے حسن ابدال آئے تھے، باباولی قندھاری اس سے بہت پہلے نہ صرف حسن ابدال سے بلکہ اس عالم فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ پانچوں انگلیوں کا یہ نشان حسن ابدال والوں نے تراشا تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عقیدہ	یقین	عالمِ فانی	ختم ہونے والی دُنیا
چٹان	بھاری پتھر کا پہاڑ	تراشنا	کھودنا

حوالہ متن: سبق کا عنوان : لڑی میں پروئے ہوئے منظر

مصنف کا نام : رضا علی عابدی

سیاق وسباق: یہ اقتباس سبق ''لڑی میں پروئے ہوئے منظر'' رضا علی عابدی کے سفرنامہ ''جرنیلی سڑک'' سے لیا گیا ہے۔ عابدہ صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور براڈ کاسٹنگ میں خوب نام کمایا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں اُنھیں وطنِ عزیز کے طول وعرض کے اسفار کرنے پڑے۔ انھی سفری ڈاکومیٹریز کو اُنھوں نے کاغذ پر اُتارا اور یوں ''جرنیلی سڑک'' کے نام سے دلچسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آ گئی۔

تشریح: رضا علی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہراہ: جی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے اپنے سفروں کو کہانیوں کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اپنے زورِ قلم سے قاری کو ماضی کی سیر کراتے ہوئے حال تک کمال مہارت سے سیر وتفریح کراتے ہیں۔ پاکستان کے مختلف خطوں، حصوں، علاقوں، شہروں اور قصبوں کی تاریخی، ثقافتی، علمی، ادبی اور مذہبی پس منظر سے آگاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ سولہویں صدی میں شیر شاہ سوری نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس کی ترجیحات میں 2500 کلومیٹر طویل قدیم سڑک جی ٹی روڈ کی تعمیر تھی، جو کابل سے لے کر کلکتہ تک پھیلی ہے۔ اس سڑک کے ذریعے سرکاری پیغام رسانی اور تجارت کو مؤثر اور تیز تر بنایا گیا۔ روایت ہے کہ اس سڑک کا پہلے نام جرنیلی سڑک تھا جو بعد میں انگریزوں کے دورِ حکمرانی میں بدل کر جی ٹی روڈ یعنی گرینڈ ٹرنک روڈ رکھا گیا۔ سیکڑوں برس پہلے اس سڑک کا گزر کابل سے ہوتا ہوا پہلے لاہور پھر دہلی سے ہو کر بالآخر کلکتہ جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی سڑک پر ایک پرفضا مقام حسن ابدال آتا ہے۔ یہاں پر سکھوں کا ایک مقدس مقام گوردوارہ پنجہ صاحب واقع ہے۔ پنجہ صاحب کے پیچھے ایک روایت ہے کہ کشمیر جاتے ہوئے بابا گرونانک دریائے سندھ سے بیس کوس کے فاصلے پر ایک اونچی سے پہاڑی کے نزدیک حسن ابدال شہر کے پاس ڈیرہ لگائے بیٹھے تھے کہ بھائی مردانہ کو پیاس لگی۔ اس پر گرونانک نے کہا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر ایک مسلمان فقیر ولی

www.ilmkidunya.com

قندھاری رہتا ہے اس کے پاس پانی ہے تو جا کر وہاں سے پانی مانگ کر لا۔ جب بھائی مردانہ نے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر اپنی عرض بیان کی تو ولی قندھاری نے کہا کہ اگر بابا نانک اتنا ہی بزرگ ہے تو تیری پیاس کیوں نہیں بجھاتا؟ لہٰذا اپنے نانک سے پانی مانگ۔ جب بھائی مردانہ پیاس سے نڈھال ہو کر نیچے پہنچا اور بابا گرونانک کو ولی قندھاری کے انکار سے آگاہ کیا تو کہا جاتا ہے کہ بابا نانک نے بھائی مردانہ کو پھر ولی قندھاری کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم مہمان ہیں۔ پانی دینے سے دوبارہ انکار کیا گیا تو بابا گرونانک نے جلال میں آ کر اپنی چھڑی زمین پر ماری، چھڑی لگنے کی دیر تھی کہ پانی بہہ نکلا جس سے اوپر پہاڑی پر موجود ولی قندھاری کا چشمہ خشک ہو گیا۔ ولی قندھاری کو غصہ آیا اور انھوں نے ایک بھاری چٹان نیچے بابا گرونانک کی جانب لڑھکا دی۔ بابا گرونانک نے چٹان کو اپنے ہاتھ سے روک لیا مگر اس پر بابا گرونانک کے ہاتھ کا نشان پنجے کی صورت میں ثبت ہو گیا۔ بابا ولی قندھاری نے بابا گرونانک سے معافی مانگی جس پر گرونانک یہ کہہ کر وہاں سے چل دیے کہ ''تکبر چھوڑ عاجزی اختیار کر''۔ تاہم، تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ بابا ولی قندھاری بابا گرونانک کے حسن ابدال جانے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ چٹان پر موجود نشان حسن ابدال کے لوگوں نے بعد میں تراشا تھا۔

پیراگراف 2: آپ اس پر چلیں اور شعور کی آنکھیں کھلی رہیں تو جتنے اور جیسے منظر اس راہ میں آتے ہیں، شاید ہی کہیں آتے ہوں۔ آپ چلتے جاتے ہیں اور ایک نہایت آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ہم راہ چلتی ہے۔ کہیں حیرت آپ کے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگتی ہے اور کہیں عبرت، منظر بدلتے جاتے ہیں مگر وہ لڑی نہیں بدلتی جس میں وہ سارے کے سارے پروئے ہوئے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شعور	سمجھ بوجھ	حیرت	حیرانی
معاشرت	مل جل کر رہنا	عبرت	سبق سیکھنا

سیاق وسباق: یہ اقتباس سبق ''لڑی میں پروئے ہوئے منظر'' رضا علی عابدی کے سفرنامہ ''جرنیلی سڑک'' سے لیا گیا ہے۔ عابدی صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور براڈکاسٹنگ میں خوب نام کمایا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں اُنھیں وطنِ عزیز کے طول وعرض کے اسفار کرنے پڑے۔ انھی سفری ڈاکومینٹریز کو اُنھوں نے کاغذ پر اُتارا اور یوں ''جرنیلی سڑک'' کے نام سے دلچسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آگئی۔

تشریح: رضا علی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہ راہ: جی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے اسفار کو روداد کی صورت میں پیش کیا۔ سولھویں صدی میں شیر شاہ سوری نے جب ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس کی ترجیحات میں 2500 کلومیٹر طویل قدیم سڑک جی ٹی روڈ کی تعمیر نو تھی، جو کابل سے لے کر کلکتہ تک پھیلی ہے، تاکہ سرکاری پیغام رسانی اور تجارت کو مؤثر اور تیز تر بنایا جائے۔ اس سڑک کے بارے میں روایت ہے کہ اس سڑک کا پہلے نام جرنیلی سڑک تھا جو بعد میں انگریزوں کے دورِ حکمرانی میں بدل کر جی ٹی روڈ یعنی گرینڈ ٹرنک روڈ رکھا گیا۔ سیکڑوں سال پہلے یہ سڑک کابل سے گزرتی ہوئی پہلے لاہور پھر دہلی سے ہوکر بالآخر کلکتہ جا کر ختم ہوتی ہے۔ کابل افغانستان میں حکومتوں کا مرکز رہا، دہلی مغل بادشاہوں اور پھر کلکتہ انگریز سرکار کی حکومت کا ہیڈکوارٹر بنا۔ یہ جرنیلی سڑک اٹھارویں صدی تک نقل وحمل اور تجارتی اعتبار سے انتہائی اہمیت اختیار کر گئی۔ جرنیلی سڑک کا گزر دو ہزار سال سے بھی زائد قدیم تہذیب کے مرکز ٹیکسلا سے بھی ہوتا ہے۔ اس سڑک کے کناروں پر مسافروں کے لیے سہولیات کی خاطر جگہ جگہ سرائے بنائے گئے اور سائے کے لیے درختوں سے سجایا گیا۔ جرنیلی سڑک وہ طویل اور متنوع شاہ راہ ہے جو مختلف ملکوں کو جوڑتی ہے۔ یہ صرف ایک سڑک نہیں ہے بلکہ تاریخ کی کہانی بیان کرتا ہوا سفر ہے۔ شاہراہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے عقل وشعور رکھنے والے مسافر مختلف مناظر، آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس سڑک کا سفر حیرت، عبرت اور بصیرت سے بھرا ہوا ہے۔ یہ سڑک قوم کی وحدت اور یکجہتی کی علامت ہے۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ تجارت کی غرض سے مختلف ثقافتوں اور پس منظر سے آ کر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

مشق

۱۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) مصنف کو بالا حصار سے نیچے آنے کے بعد ایک پتھر پر لکھا نظر آیا:

(الف) شاہراہِ ریشم (ب) شاہراہِ پاکستان ✓ (ج) شاہراہِ قدیم (د) شاہراہِ جرنیل

(ii) وادیِ پشاور نظر آ رہی تھی:

(الف) ریگ زار (ب) مرغزار (ج) ویران (د) سرسبز ✓

(iii) مؤرخوں نے ہندوستان کا دروازہ کہا تھا:

(الف) لنڈی کوتل کو ✓ (ب) پشاور کو (ج) ہنڈ کو (د) نوشہرہ کو

(iv) اٹک کا نام رکھا تھا:

(الف) محمود غزنوی نے (ب) شہاب الدین غوری نے (ج) اکبرِ اعظم نے (د) شیر شاہ سوری نے ✓

(v) سکھوں کا مشہور گردوارہ واقع ہے:

(الف) نوشہرہ میں (ب) اٹک میں (ج) حسن ابدال میں ✓ (د) واہ میں

(vi) نوشہرہ کے قریب آجانے کی پہچان تھی:

(الف) دریائے سندھ (ب) دریائے کابل ✓ (ج) دریائے ہرو (د) دریائے سون

جواب

(i)	(ب)	(ii)	(د)	(iii)	(الف)	(iv)	(د)	(v)	(ج)	(vi)	(ب)

۲۔ سبق "اِبتدائی حساب" کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) مصنف کو (دُور سے) وادیِ پشاور کیسی نظر آ رہی تھی؟

جواب: مصنف کو دُور ہی سے پشاور کی وادی نہایت سرسبز نظر آ رہی تھی۔

(ب) محمود غزنوی نے راجا جے پال کو کس جگہ شکست دی تھی؟

جواب: محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو ہنڈ کے گاؤں کے مقام پر شکست دی۔

(ج) اٹک کا قلعہ کس دریا کے کنارے بنایا گیا تھا؟

جواب: اٹک کا قلعہ دریائے سندھ کے کنارے پر بنایا گیا ہے۔

(د) وہ کون سا بادشاہ تھا جسے جگہوں کے نام رکھنے کا بہت شوق تھا؟

جواب: مغل بادشاہ اکبر کو مختلف مقامات اور جگہوں کے نام رکھنے کا بڑا شوق تھا۔

(ہ) مؤرخین کے نزدیک لاہور سے قابل جانے والی شاہراہ پر حسین ترین منزل کون سی ہے؟

جواب: مؤرخین کے نزدیک لاہور سے قابل جانے والی شاہراہ پر حسین ترین منزل حسن ابدال ہے۔

www.ilmkidunya.com

۳۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف الفاظ لکھیں۔

پتھر حیرت دل چسپ شوق آبادیاں حدود

جواب:

الفاظ	مترادف
پتھر	سنگ
دل چسپ	دل آویز
آبادیاں	بستیاں
حیرت	حیرانی
شوق	لگن
حدود	سرحدیں

۴۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد الفاظ لکھیں۔

تمازت گم نام شاہانہ اوّل الذکر قدیم داخل

جواب:

الفاظ	متضاد
تمازت	ٹھنڈ
شاہانہ	فقیرانہ
قدیم	جدید
گم نام	نام ور
اوّل الذکر	اوّل الآخر
داخل	خروج

۵۔ درج ذیل الفاظ میں سے مذکر اور مونث الفاظ الگ الگ کریں۔

زمین وادی سڑک بستیاں دریا گاؤں سرائے قلعہ شکست دروازہ

جواب:

مذکر	
دریا	گاؤں
قلعہ	دروازہ
--	--

مونث	
زمین	وادی
سڑک	بستیاں
سرائے	شکست

متشابہ الفاظ:

متشابہ الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو آواز یا شکل وصورت کے لحاظ سے تو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن اِعراب، املا یا معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ متشابہ الفاظ کی بالعموم درج ذیل تین صورتیں ہیں:

(الف) وہ الفاظ جن کا املا ایک جیسا ہو لیکن وہ معنوں کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ مثلاً: ''ادا'' بہ معنی ادا کرنا اور ''ادا'' بہ معنی طرز یا ڈھنگ۔ ''بار'' بہ معنی بوجھ اور ''بار'' بہ معنی دفعہ۔ ''عرض'' بہ معنی گزارش اور ''عرض'' بہ معنی چوڑائی۔ ''کل'' بہ معنی مشین اور ''کل'' بہ معنی آنے والا یا گزرا ہوا دن۔ ''آب'' بہ معنی پانی اور ''آب'' بہ معنی چمک۔ ''دور'' بہ معنی زمانہ اور ''دور'' بہ معنی گردش۔ ''رقم'' بہ معنی روپیا پیسا اور ''رقم'' بہ معنی لکھنا۔

(ب) وہ الفاظ جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن اِعراب کی تبدیلی سے ان کے معنی میں فرق پڑ جاتا ہو۔ مثلاً: دَر اور دُر۔ مُلک اور مَلک۔ عِلم اور عَلم۔ دَور اور دُور۔ دَھن اور دُھن۔ بَین اور بِین۔ شِیر اور شیر۔ سِحر اور سَحر۔ اِعراب اور اَعراب۔

www.ilmkidunya.com

(ج) وہ الفاظ جن کی آواز تو بظاہر ایک جیسی ہو لیکن ان کا املا اور معنی مختلف ہوں۔ مثلاً: رازی، راضی۔ اثر، عصر۔ اصل، عسل۔ باز، بعض۔ چارہ، چارا۔ رسد، رصد۔ زن، ظن۔ سرت، ثروت۔ کثرت۔ نقطہ، نکتہ۔ لعل، لال۔ مامور، معمور۔ حضر، حذر۔ آر، عار۔

۶۔ متشابہ الفاظ میں جزو (الف) اور جزو (ب) کے الفاظ کے معنی ہیں۔

جواب:

جز (الف)

الفاظ	معنی
ادا	طرز یا ڈھنگ
بار	بوجھ۔ دفعہ
عرض	گزارش
کل	مشین کا پرزہ
آب	پانی
دور	زمانہ
رقم	پیسہ۔ لکھنا
--	--
--	--

جز (ب)

الفاظ	معنی
دَر۔ دُور	دروازہ
مُلک۔ مَلک	وطن۔ ملکیت
عِلم۔ عَلم	جاننا۔ جھنڈا
دَور۔ دُور	زمانہ۔ فاصلہ
دَھن۔ دُھن	دولت۔ جنون
بَین۔ بِین	بیان۔ باجا
شِیر۔ شیر	میٹھا۔
شعر۔ سحر	
اِعراب۔ اَعراب	

رموزِ اوقاف:

آپ نے رموزِ اوقاف کی چند اہم علامتوں: سکتہ، وقفہ، وقف لازم، تفصیلیہ اور ختمہ کے بارے میں گزشتہ سبق میں پڑھا ہے۔ یہاں باقی ماندہ اہم علامتوں کی وضاحت بیان کی جاتی ہے:

استفہامیہ یا سوالیہ (؟): یہ علامت کسی استفہامیہ یا سوالیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ مثلاً: یہ کیا ہے؟ یہ کتاب کس کی ہے؟ آج کیا تاریخ ہے؟ کون آواز دے رہا ہے؟ وغیرہ۔

ندائیہ (!): یہ علامت دراصل "لفظ" "ندا کا مخفف ہے اور لفظ "ندا" کے الف کے نیچے نون کا نقطہ لگا کر بنائی گئی ہے۔ یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں کسی کو ندا دینا، پکارنا، خطاب کرنا مقصود ہو۔ مثلاً: خدایا! میری آرزو پوری کر دے۔ اے بھائی! ذرا میری بات سنو۔ وغیرہ۔

فجائیہ (!): جب تحریر میں غصہ، حقارت، تعجب، تمنا، ادب، تعظیم، ندامت، خوف، تحسین و آفرین وغیرہ جذبات کو ظاہر کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بلا اختیار یا خود بخود زبان سے نکل گئے ہیں۔ مثلاً: واہ اور رحم! اس کی اُمید فضول ہے۔ اُف! بے چارہ چل بھی نہیں سکتا۔ وغیرہ۔

واوین (" "): اس علامت کا استعمال کسی کا قول من و عن نقل کرتے وقت یا کسی اقتباس کا اندراج کرتے وقت اس قول یا اقتباس کی ابتدا اور اس کے آخر میں کیا جاتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ واوین کے اندر والی عبارت گفت گو کرنے والے ہی کے الفاظ پر مشتمل ہے۔

www.ilmkidunya.com

مثلاً: باپ نے بیٹے سے کہا: ”بیٹا! محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔“

مَیں نے ملازم سے کہا: ”جاؤ! میرا سامان گاڑی سے نکال لاؤ۔“

قوسین (): اس علامت میں جسے انگریزی میں بریکٹس کہا جاتا ہے، کسی بات کی وضاحت کے لیے وہ الفاظ لکھے جاتے ہیں جو لفظ معترضہ یا جملہ معترضہ کے طور پر آتے ہیں اور انھیں حذف کر دینے سے عبارت کے ربط و تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً:

انور صاحب (مرحوم) سے ہمارے بھی دیرینہ تعلقات تھے۔

میرا گھر (مکان کا وہ حصہ جس میں میری سکونت ہے) خاصا بوسیدہ ہو گیا ہے۔

خط (---): انگریزی زبان میں اس علامت کو ڈیش کہا جاتا ہے۔ جس طرح قوسین جملہ معترضہ کو رواں تحریر سے الگ کرتی ہے، اسی طرح یہ علامت بھی نیم ختمہ کا کام دیتے ہوئے جملہ ختم کیے بغیر اس میں اچانک تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً:

میں بیمار ہوں--- آپ سے ملنا بھی ضروری تھا۔

اب تو اسی تنخواہ میں---وہ جتنی بھی ہے--- گزارا کرنا ہوگا۔

۷۔ رموزِ اوقاف کی علامتوں: استفہامیہ یا سوالیہ، ندائیہ، فجائیہ، واوین، قوسین اور خط کی علامتوں کا استعمال کرتے ہوئے ہر علامت کی دو دو مثالیں مزید دیں۔

جواب: **استفہامیہ یا سوالیہ:** ؟ وہ کہاں گیا تھا؟ یہ تصویر کس کی ہے؟

ندائیہ: ! یا اللہ! مجھے کامیاب کرنا۔ ارے واہ! آپ کب آئے بھائی جان!

فجائیہ: ! اُف! جہاز کریش ہو گیا۔ افسوس! میں عید سے پہلے چلا جاؤں گا۔

واوین: ” “ ابّا نے کہا: ”ایک اور ایک گیارہ“۔ امّی نے کہا: ”پھل کھالو۔“

قوسین: ( ) میرے ابّا (مرحوم) میرے اچھے دوست تھے۔

خط: --- کاش میں بیمار نہ ہوتی---تو آپ سے ملنے ضرور آتی۔

۸۔ درج ذیل پیراگراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

فورٹ منرو، پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ایک حسین پہاڑی مقام ہے جو اپنی قدرتی خوب صورتی اور دل کش مناظر کے باعث سیاحوں کے لیے ایک پُرکشش مقام ہے۔ سطحِ سمندر سے تقریباً ۶۴۷۰ فٹ بلند یہ مقام موسمِ گرما میں ٹھنڈی ہوائیں اور سرسبز پہاڑوں کا دل کش منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں کے جنگلات، خوب صورت وادیاں اور چشمے دیکھنے والوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔ فورٹ منرو کو تاریخی اہمیت بھی حاصل ہے کیوں کہ یہ علاقہ ماضی میں برطانوی فوج کے لیے ایک دفاعی چوکی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہاں کی مخصوص ثقافت، روایتی طرزِ زندگی اور مقامی دست کاریوں کی دکانیں بھی سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ فورٹ منرو کا سفر نہ صرف فطرت سے محبت کرنے والوں کے لیے ایک خوش گوار تجربہ ہوتا ہے بلکہ وہ لوگ جو سکون اور فطرت کے قریب رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے بھی یہ ایک بہترین تفریح مقام ہے۔

سوالات:

(الف) فورٹ منرو کہاں واقع ہے اور اس کی وجہِ شہرت کیا ہے؟

جواب: فورٹ منرو پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ہے۔ یہ ایک پہاڑی مقام ہے اور اپنی خوب صورتی کی وجہ سے مشہور ہے۔

www.ilmkidunya.com

(ب) فورٹ منرو کا موسم کیسا ہے؟

جواب: فورٹ منرو چوں کہ سطح سمندر سے تقریباً ۶۷۰۰ فٹ بلند مقام ہے اس لیے اس کا موسم ٹھنڈا ہے۔

(ج) فورٹ منرو کی تاریخی حیثیت کا پس منظر کیا ہے؟

جواب: ماضی میں یہ علاقہ برطانوی فوج کے لیے ایک دفاعی چوکی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

(د) فورٹ منرو اپنی ثقافت اور دست کاریوں کے حوالے سے کیسی شہرت رکھتا ہے؟

جواب: فورٹ منرو کی مخصوص ثقافت اور روایتی طرزِ زندگی بھی لوگوں میں مقبول ہے۔ مقامی دست کاریوں کی دکانیں بھی سیاحوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

(ہ) اس عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

جواب: فورٹ منرو ایک حسین پہاڑی مقام

سرگرمیاں:

- طلبہ اٹلس یا انٹرنیٹ سے سارک (SAARC) کے ممالک کا ایک نقشہ حاصل کریں اور اس میں جرنیلی سڑک (جی ٹی روڈ) کی نشان دہی کریں اور ٹیوٹوریل گروپ میں بتائیں۔
- اس سبق میں جتنی بھی آبادیوں کا تذکرہ ہوا ہے، طلبہ اس کی ایک فہرست بنائیں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ برصغیر پاک و ہند کا ایک بڑا نقشہ حاصل کریں اور سنار گاؤں (بنگلہ دیش) سے کابل (افغانستان) تک جرنیلی سڑک کی نشان دہی کرائیں۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ قدیم زمانے میں اسی شاہراہ کے راستے قافلے گزرا کرتے تھے۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کی معلومات میں اضافہ کریں کہ شمال مغرب کی طرف سے جتنے بھی حملہ آور (سوائے محمد بن قاسم کے) ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے آئے، وہ اسی شاہراہ کے راستے آئے۔

۴۔ اساتذہ ان تمام بڑے بڑے دریاؤں کے نام سے طلبہ کو آگاہ کریں جو اس شاہراہ کے راستے میں پڑتے ہیں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) اس نصابی سبق کے مصنف کا نام ہے:

(الف) سرسید احمد خان (ب) فاروق سرور (ج) رضا علی عابدی ✓ (د) ابنِ انشا

(2) مصنف چلا تھا:

(الف) لنڈی کوتل سے (ب) کابل سے (ج) قندھار سے (د) پشاور سے ✓

(3) قلعہ بالا حصار کے پتھر پر نام لکھا ہوا تھا ایک:

(الف) صدر کا (ب) شہنشاہ کا (ج) وزیر کا ✓ (د) فقیر کا

www.ilmkidunya.com

(4) پشاور شہر کے سب چائے خانے بند تھے:

(الف) ہڑتال کی وجہ سے (ب) رمضان کی وجہ سے ✓ (ج) طوفان کی وجہ سے (د) جلوسوں کی وجہ سے

(5) نوشہرہ شہر آباد کیا تھا:

(الف) شیر شاہ نے (ب) جہانگیر نے (ج) شاہ جہان نے (د) اکبر نے ✓

(6) نوشہرہ شہر کے نزدیک پہنچنے کی نشانی تھی:

(الف) دریائے راوی (ب) دریائے جہلم (ج) دریائے چناب (د) دریائے کابل ✓

(7) دریا پار کرنے کے لیے اکبر ملاحوں کو لایا تھا:

(الف) بہار سے (ب) بنارس سے ✓ (ج) کٹک سے (د) آگرے سے

(8) غیر ملکی لوگ سامان خرید کر لائے تھے:

(الف) نوشہرہ سے (ب) کابل سے (ج) بنارس سے (د) لنڈی کوتل سے ✓

(9) پنجہ صاحب گردوارہ ہے:

(الف) اٹک میں (ب) حسن ابدال میں ✓ (ج) ٹیکسلا میں (د) منگلا میں

(10) مچھلیوں کے ناک میں موتی پروئے تھے:

(الف) اکبر بادشاہ نے (ب) بہادر شاہ ظفر نے (ج) جہانگیر بادشاہ نے ✓ (د) تیمور بادشاہ نے

(11) سرائے کالا مشہور ہے اپنی:

(الف) سراؤں کے لیے (ب) گھپلوں کے لیے (ج) کھنڈروں کے لیے (د) کونڈیوں کے لیے ✓

(12) سرائے کالا کے قریب کھنڈرات ہیں:

(الف) نیڈ گاؤں کے (ب) ہڑپہ کے (ج) ٹیکسلا کے ✓ (د) میر گڑھ کے

جواب

(1)	(ج)	(2)	(د)	(3)	(ج)	(4)	(ب)	(5)	(د)	(6)	(د)
(7)	(ب)	(8)	(د)	(9)	(ب)	(10)	(ج)	(11)	(د)	(12)	(ج)

اضافی مختصر سوالات

(1) رضا علی عابدی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: رضا علی عابدی ۳۰ نومبر ۱۹۳۵ء کو گاؤں روڑکی، ضلع ہری دوار (اُترکھنڈ، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

(2) رضا علی عابدی کے والد کا تعلق بھارت کے کس مشہور شہر سے تھا؟

جواب: رضا علی عابدی کے والد کا تعلق بھارت کے مشہور شہر لکھنؤ سے تھا۔

(3) رضا علی عابدی نے باقاعدہ خبر نگاری کب شروع کی؟

جواب: رضا علی عابدی نے طالب علمی کے دور سے ہی خبر نگاری کے فن سے واقف ہو گئے تھے۔

(4) رضا علی عابدی نے انگریزی خبر کا ترجمہ پہلی مرتبہ کس عمر میں کیا؟

جواب: رضا علی عابدی صاحب نے نے تیس سال کی عمر میں پہلی بار انگریزی خبر کا ترجمہ کیا۔

(5) رضا علی عابدی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی رپورٹنگ کس اخبار میں کی؟

جواب: رضا علی عابدی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی رپورٹنگ ''حریت'' اخبار میں کی۔

(6) رضا علی عابدی، بی بی سی کے ادارے سے کب منسلک ہوئے؟

جواب: رضا علی عابدی، بی بی سی کے ادارے سے ۱۹۷۲ء کو منسلک ہوئے۔

(7) رضا علی عابدی کو کون سی زبانوں پر عبور حاصل تھا؟

جواب: رضا علی عابدی کو اُردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

(8) رضا علی عابدی کی کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟

جواب: رضا علی عابدی کی تیئس سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

(9) جرنیلی سڑک دوسرے کس نام سے زیادہ مشہور ہے؟

جواب: جرنیلی سڑک کا دوسرا مشہور ترین نام جی ٹی روڈ ہے۔

(10) جرنیلی سڑک کس نے بنوائی تھی؟

جواب: یہ سڑک شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔

(11) رضا علی عابدی نے جرنیلی سڑک کی تاریخ و تہذیب تحقیق میں کتنا عرصہ محنت کی؟

جواب: رضا علی عابدی نے اس کی تحقیق کے لیے ایک ماہ اس پر گزارا اور سخت محنت سے اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں۔

(12) ''لڑی میں پروئے ہوئے منظر سے کیا مراد ہے؟

جواب: لڑی سے مراد جرنیلی سڑک ہے جو سارے مناظر کو ایک کے بعد دوسرے منظر میں پروتی چلی جاتی ہے۔

(13) مصنف نے اپنا سفر پاکستان کے کس شہر سے شروع کیا؟

جواب: مصنف نے اپنا سفر پاکستان کے تاریخی شہر پشاور سے شروع کیا۔

(14) قلعہ بالا حصار سے نیچے لگے پتھر پر کیا لکھا ہوا تھا؟

جواب: قلعہ بالا حصار کے اس پتھر پر بڑے حروف میں شاہراہ پاکستان لکھا اور کسی وزیر کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

(15) نوشہرہ کس نے آباد کیا تھا؟

جواب: مصنف کے مطابق نوشہرہ شاید اکبر نے آباد کیا ہوگا۔ جہاں ایک سرائے تھی جس میں جہانگیر ٹھہرا تھا۔

(16) ان قلعوں اور سراؤں کی کیا حالت بن چکی ہے؟

جواب: اب وہ تمام قلعے اور سرائیں گزرے ہوئے وقت کے قافلوں کی دھول بن چکے ہیں۔

(17) سکھوں نے پشاور پر کب قبضہ کیا تھا؟

جواب: ۱۸۳۳ء کی جنگ میں سکھوں نے پشاور پر قبضہ کیا تھا۔

(18) ۱۸۳۴ء کی جنگ کے آخری معرکے کے بارے میں اس سبق میں کیا ذکر ملتا ہے؟

جواب: آخری معرکے میں سکھوں کی کمان رنجیت سنگھ نے سنبھالی۔ پٹھانوں کی طرف سے صرف دو سو یوسف زئی رہ گئے۔ تھوڑی دیر کی لڑائی میں وہ بھی ختم ہو گئے۔

(19) مشہور عالم پانینی کون تھا؟

جواب: پانینی سنسکرت قواعد کا بانی اور قدیم عالم تھا۔ وہ لاہور میں پیدا ہوا تھا۔

(20) گندھارا کا پایہ تخت کہاں واقع تھا؟

جواب: گندھارا کا پایہ تخت ''گاؤں ہنڈ'' تھا۔

(21) چنگیز خان کہاں سے واپس مڑا تھا؟

جواب: چنگیز خان ہنڈ کے پاس دریا کا پاٹ دیکھ کر واپس مڑ گیا تھا۔

(22) محمود غزنوی نے پنجاب میں کسے شکست دی تھی؟

جواب: محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔

(23) مورخین نے ہندوستان کا دروازہ کسے کہا ہے؟

جواب: مورخین نے ہندوستان کا دروازہ ہنڈ کو کہا ہے۔ اس کا پرانا نام اوہند تھا۔

(24) قلعہ اٹک کس نے بنوایا تھا؟

جواب: قلعہ اٹک اکبر نے بنوایا تھا۔ اسے اٹک بنارس بھی کہتے ہیں۔

(25) شیر شاہ سوری کی مملکت کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی تھی؟

جواب: شیر شاہ سوری کی مملکت پنجاب سے بہار تک پھیلی ہوئی تھی۔

(26) اکبر کس کے نقشِ قدم پر چلتا رہا؟

جواب: اکبر شیر شاہ سوری کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ اس کے شروع کیے ہوئے کاموں کو اکبر نے آگے بڑھایا۔

(27) قلعہ اٹک کے قریب کشتیاں چلانے کے لیے ملاح کہاں سے لائے گئے؟

جواب: کشتیاں چلانے کے لیے ملاح بنارس سے لائے گئے تھے۔

(28) بنارسی ملاحوں کو شہر میں دیے گئے محلے کا کیا نام تھا؟

جواب: جس محلے میں ملاح رہتے تھے اس کا نام ملاحی ٹولہ پڑ گیا۔ یہ محلہ اب بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

(29) غیر ملکی اشیا کی خریداری کا مرکز کون سا شہر تھا؟

جواب: غیر ملکی اشیا کی خریداری کا مرکز لنڈی کوتل شہر تھا۔

(30) مصنف نے کسٹم والوں پر کس طرح طنز کی ہے؟

جواب: مصنف کے مطابق کسٹم والے صرف چھوٹی موٹی چیزیں لانے والوں کو پکڑتے ہیں۔ بڑے لوگ بڑی آسانی سے بڑی بڑی چیزیں لے کر نکل جاتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

(31) کسٹم والوں نے مصنف کی گاڑی کس وقت روکی تھی؟

جواب: انھوں نے مئی کی گرمی میں دوپہر کے وقت روکی تھی جب کہ مسافر روزے سے تھے۔

(32) حسن ابدال کی معروف جگہوں کے نام بتائیں۔

جواب: حسن ابدال میں بہت سی مسجدیں ہیں۔ ایک طرف سکھوں کا گردوارہ پنجہ صاحب ہے، دوسری طرف بابا ولی قندھاری کی چلہ گاہ، کشمیر کی طرف جانے والی سڑک پر اکبر کی بیٹی لالہ رُخ کی قبر ہے۔

(33) مشہور قلعہ اٹک کے معمار کون تھے؟

جواب: مشہور قلعہ اٹک کے معمار خواجہ شمس الدین خوافی تھے۔

(34) حسن ابدال کی بڑی سی چٹان کے بارے میں سکھوں کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اس چٹان کو بابا ولی قندھاری نے پہاڑی سے نیچے کی لڑھکا دیا تھا۔ نیچے سے بابا گرونانک نے اپنے پنجے سے اسے روک لیا تھا۔ سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اب تک اس پر بابا گرونانک کے پنجے کا نشان موجود ہے۔

(35) مغلوں کی سب سے بڑی باؤلی کہاں موجود ہے؟

جواب: مغلوں کی سب سے بڑی باؤلی واہ چھاؤنی میں ہے۔

(36) شہر سرائے کالا کی پہچان کیا ہے؟

جواب: شہر سرائے کالا کی پہچان وہاں کی مخصوص کونڈیاں ہیں۔ یہ کالے پتھر کی بنی ہوتی ہیں اور ان کے کناروں پر بیل بوٹے بنے ہوتے ہیں۔ ان کو رکھنے کا انداز بھی بہت نرالا ہے۔

(37) اکبر نے مرگلہ پہاڑی پر سڑک کیوں بنوائی تھی؟

جواب: اکبر نے یہ سڑک اس لیے بنوائی تھی کہ کابل پر حملے کے وقت بھاری توپیں آسانی سے پہاڑی پر چڑھائی کر سکیں۔

(38) ڈاکٹر اجمل کی گلی کہاں واقع ہے؟

جواب: ڈاکٹر اجمل کی گلی مری روڈ پر کمپنی باغ کے سامنے ہے۔

(39) مصنف نے کیا دعا مانگی ہے؟

جواب: مصنف نے یہ دعا مانگی ہے کہ کھیلتے ہوئے بچوں کے ملے ہوئے ہاتھ کبھی نہ چھوٹیں۔ ہمسائیگی کے رشتے قائم رہیں۔ یہ گلیاں یوں ہی شاد رہیں اور ان میں کھیلنے والے بچے یوں ہی ان گلیوں کی رونق بڑھاتے رہیں۔

(40) جرنیلی سڑک کے بارے میں شیر شاہ سوری کے کارنامے بیان کریں۔

جواب: شیر شاہ سوری نے جرنیلی سڑک تعمیر کروائی جو کابل سے بنگلہ دیش تک جاتی تھی۔ اس کی لمبائی 3600 کلومیٹر تھی۔ اس پر جگہ جگہ سرائے، لنگر خانے اور مسجدیں تعمیر کی گئی تھیں۔

(41) وادی پشاور کے بارے میں مصنف نے کن خیالات کا اظہار کیا ہے؟

جواب: مصنف کے مطابق وادی پشاور بہت سرسبز تھی۔ بار بار لشکروں کے روندے جانے کے باوجود اس کی زمین ہری بھری ہے۔ بہر حال اس میں موجود سرائے اور قلعے وقت کی دھول میں گم ہو گئے ہیں۔

(42) لنڈی کوتل شہر کیوں مشہور ہے؟

جواب: لنڈی کوتل سے چونکہ غیر ملکی کپڑا، بلیڈ، صابن اور سگریٹ آسانی سے مل جاتے تھے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۱

بھیڑیا

مصنف کا تعارف: فاروق سرور ولادت: ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء

فاروق سرور صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے بلوچستان یونی ورسٹی کوئٹہ سے ایم اے انگلش کرنے کے بعد گورنمنٹ لا کالج کوئٹہ سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۱ء میں کوئٹہ ہی میں قانون کی پریکٹس شروع کر دی اور آج تک اسی پیشے کے ساتھ وابستہ ہیں سیشن کورٹ کوئٹہ اور بلوچستان ہائی کورٹ کوئٹہ میں بطور ایڈووکیٹ کام کرتے ہیں۔

فاروق سرور کو کہانیاں لکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ تادمِ تحریر اُن کی سترہ کتابیں چھپ چکی ہیں جن میں سے بارہ کتابیں پشتو کی، چار اُردو کی ایک انگریزی کی ہے۔ اُنھیں اُن کی ادبی خدمات کی بنا پر تین بار حکومتِ بلوچستان کی طرف سے بہترین کتاب کے انعام کا اور حکومتِ پاکستان کی جانب سے ''پرائیڈ آف پرفارمنس'' کا حق دار قرار دیا جا چکا ہے اور وہ اکادمی ادبیات، اسلام آباد کی جانب سے ''خوش حال خاں خٹک ایوارڈ'' بھی اپنے نام کر چکے ہیں۔

فاروق سرور بڑے اوصاف کے حامل لکھاری ہیں۔ وہ بیک وقت افسانہ نگار، ناول نگار، کالم نگار، مترجم اور ریڈیو، ٹی وی ڈراموں کے آرٹسٹ بھی ہیں۔

ان کی پشتو افسانوں سے ترجمہ شدہ اُردو کتاب کا نام ''ندی کی پیاس'' ہے اور شاملِ کتاب افسانہ ''بھیڑیا'' اسی کتاب سے مستعار ہے۔ یہ ایک علامتی افسانہ ہے جس میں انسانی جذبات کا باکمال اظہار ہوتا ہے۔ بعض قارئین کو یہ افسانہ اس قدر پسند آیا کہ مصنف نے اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا۔ اُن کی دوسری تصانیف میں ''دریا، لیوہ، سکاروائی، ادب سر، ساگوان اور مجرم'' شامل ہیں۔

مرکزی خیال

''بھیڑیا'' کہانی ایک علامتی کہانی ہے۔ جس میں مصنف نے بتایا ہے کہ ہر انسان اپنے خوف کے ایک ان دیکھے خول میں بند ہے۔ مصنف اس بات پر توجہ دلاتا ہے کہ اگر انسان تھوڑی ہمت کرے تو وہ سسٹم اور معاشرے میں پنپتے ہوئے جھوٹ کے خلاف کھڑا ہو سکتا ہے۔ ناحق وہ اپنے اندر کے خوف کو کھلا کھلا کر پالتا رہتا ہے۔

خلاصہ

میں اپنے اردگرد دیکھتا ہوں تو درختوں کا جنگل دکھائی دیتا ہے۔ دیکھنے پر پتہ چلتا ہے کہ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے۔ میرے میں بھی ایک درخت میں پناہ لیے ہوئے ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اب میں نیچے اُتر جاؤں کیوں کہ اب تھک چکا ہوں مگر یہ بھڑیا جو نیچے کھڑا ہے کم بخت مجھے نیچے اُترنے ہی نہیں دیتا۔ وہ اس انتظار میں ہے کہ میں کب نیچے اُتروں اور وہ مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائے۔ جس درخت پر میرا مسکن ہے وہ جادو کا درخت معلوم ہوتا ہے۔ میری ہر خواہش اس درخت پر پوری ہو جاتی ہے۔ نرم گرم بستر، شان دار ٹی وی سیٹ، کھانے پینے کے لیے انواع و اقسام کی چیزیں ہر طرح کی آسائشیں موجود ہیں۔ مگر اس کے باوجود مجھے آزادی حاصل نہیں کیوں کہ آزادی قربانی مانگتی ہے۔ میں اپنے بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں کیوں کہ وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اب تو راتوں کو بھی اس بھیڑیے سے خوف آتا ہے۔ لگتا ہے وہ میرا پیچھا کر رہا ہے۔ خوف سے میرے پسینے چھوٹ جاتے ہیں اور دل ڈوبنے سا لگتا ہے۔ مایوسی کے اس گھپ اندھیرے میں میں اس بات سے خوش ہوتا ہوں کہ یہ درخت کافی اُونچا ہے

کہ بھیڑیا مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دن تو مصروفیت میں گزر جاتا ہے مگر رات کو تو اب خواب بھی ڈراؤنے آتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کب تک اس عذاب میں مبتلا رہوں گا۔

ایک صبح میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ درخت کے گھنے پتوں میں سرسراہٹ سی ہوئی۔ مجھے لگا کہ بھڑیا بالآخر آ ہی پہنچا۔ غور کرنے پر معلوم پڑا کہ وہ بھی میرے ہی جیسا ایک شخص ہے اور اس نے بھی اپنے بھیڑیے جو نیچے کھڑا غرا رہا تھا کے ڈر سے درخت میں پناہ لی تھی۔ ہم دونوں لوگ تمام تر آسائشوں کے باوجود اپنے اُوپر جبر کر کر کے تھک چکے ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ ہم دونوں کے بھیڑیے اکثر تو خاموش شاید تاک میں بیٹھے رہتے ہیں مگر کبھی کبھی خونخوار غراہٹ کے ساتھ درخت کے تنوں پر موٹے دانت اور پنجے گاڑ دیتے ہیں۔ ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ آخر کار کب تک اس خوف کے عذاب سے ڈرتے رہیں گے۔ ہم نیچے اُتریں گے اور اپنے اپنے بھیڑیوں سے مقابلہ کریں گے۔ میرا ساتھی تو ہمت کر کے کود جاتا ہے مگر میں بزدل اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہوں۔ بھیڑیا اس کی طرف لپک کر حملہ آور ہوتا ہے تو میرا ساتھی درخت کی چھوٹی سی توڑی ہوئی شاخ سے بھیڑیے کو مارتا ہے۔ اس کا بھیڑیا اسی وقت زمین پر گر کر چند لمحوں میں مر جاتا ہے۔ وہ اب آزاد ہو جاتا ہے۔ میرا ساتھی مسلسل مجھے کہتا ہے نیچے اُترو بھیڑیا تمھیں کچھ نہیں کہے گا وہ بہت بزدل ہے۔ لیکن میں خوف کے مارے کانپ جاتا ہوں۔ اچانک ہی درخت چھوٹا ہونے لگتا ہے۔ دوسری طرف بھیڑیا بڑا ہونے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ ہاتھی جتنا نظر آتا ہے۔ میرا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے اور خوف سے لگتا ہے کہ میری گردن میں پھانسی کا پھندہ ہے لیور کھینچنے پر میں کبھی بھی مر سکتا ہوں۔ میرا ساتھی میری ہمت بندھاتا ہے کہ خدارا نیچے اُترو اور بھیڑیے کو مار دو۔ آخر کار میں درخت سے نیچے کود جاتا ہوں اور درخت سے توڑی ہوئی ایک چھوٹی سی شاخ سے اپنے بھیڑیے کو مارتا ہوں۔ بھیڑیا دھڑام سے گر کر مر جاتا ہے۔ میں آزاد ہو کر خوشی سے جھوم کر ناچنے لگتا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد میں اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ وہاں نہیں ہوتا۔ میں پھر سے ارد گرد دیکھتا ہوں تو بے شمار درختوں کا ایک جنگل ہے۔ ہر درخت میں میری طرح کسی نہ کسی نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا اسے خوف زدہ کر رہا ہے۔ میں زور زور سے قہقہے لگا کر سادہ لوح لوگوں کی طرف بڑھتا ہوں جو ناحق اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خوف ناک	دہشت ناک، ڈراؤنا	چیڑ پھاڑ کر کھانا	ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھانا
مسکن	رہنے کی جگہ	جرأت	ہمت، دلیری
آسائشیں	آرام وسکون	قربانی کا تقاضا	ایثار
مصروفیت	ہر وقت کام کرتے رہنا	کنپکنی	کپکپی، تھرتھری
ہلاک	جان سے مار دینا	مایوسی	نا اُمیدی، بددلی
اذیت	تکلیف، دُکھ	چابک	چھانٹا
حیرت	حیرانی	گھُپ اندھیرا	مکمل تاریکی
پناہ لینا	چھپ جانا	غرانا	جانوروں کے غصے سے بولنے کی آواز

www.ilmkidunya.com

بُزدل	ڈرپوک، کم ہمت	جبر	ظلم، ستم
اُکتاہٹ	بے زاری	گھبراہٹ	بے چینی، اضطراب
جنون	دیوانہ پن	سوچ بچار	غوروفکر کرنا
باؤلا پن	پاگل پن	عذاب	تکلیف دہ عمل
بزدل	ڈرپوک	مبتلا ہونا	کسی علت میں پڑ جانا
کوسنا	گالیاں دینا	بے سُود	بے کار
آزادی	خودمختاری	ذہن ماؤف ہونا	دُکھ یا صدمے سے بے حس ہو جانا
مجرم	جرم کرنے والا	پھندا	پھانسی کے لیے رسّی کا گھیرا
جلاد	پھانسی دینے والا پتھر دل شخص	بے سُود	بے کار، بے فائدہ
رائی کا پہاڑ	چھوٹی بات کا بتنگڑ بنانا	رقص	ناچ

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: جس درخت پر میرا مسکن ہے ۔ یہ ایک عجیب سا درخت ہے بلکہ اگر میں اسے جادو کا درخت کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ میں یہاں جو بھی خواہش کرتا ہوں وہ فوراً پوری ہو جاتی ہے۔ اگر نرم اور گرم بستر کے بارے میں سوچوں تو وہ میرے قریب بچھ جاتا ہے۔ اُکتا جاؤں تو میرے سامنے ایک شان دار ٹی وی سیٹ آجاتا ہے۔ جس کے اسٹیریو اسپیکرز ہوتے ہیں اور جو دنیا کا ہر اسٹیشن پکڑ سکتا ہے۔ اگر کسی بھی کھانے کے لیے میرا جی چاہے تو وہ فوراً حاضر ہوتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہے، ہر طرح کی آسائشیں ہیں۔ لیکن یہاں جس چیز کی کمی ہے اور جس چیز کے لیے میں تڑپ رہا ہوں وہ ہے آزادی، لیکن یہ آزادی مجھ سے قربانی کا تقاضا کرتی ہے، اور قربانی یہ کہ مجھے نیچے اُترنا پڑے گا اور بھیڑیے کو ہلاک کرنا ہوگا۔ لیکن مجھ میں اتنی جرأت نہیں۔ میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مسکن	ٹھکانہ، رہنے کی جگہ	اُکتا جانا	دل بھر جانا
اسٹیریو اسپیکرز	دو اسپیکرز جن سے آواز پیدا ہوتی ہے	آسائشیں	سہولتیں
تقاضا	طلب کرنا	ہلاک کرنا	جان سے مار دینا
جرأت	ہمت	--	--

حوالہ متن: سبق کا عنوان : بھیڑیا

مصنف کا نام : فاروق سرور

سیاق وسباق: مصنف کے اردگرد بے شمار درخت ہی درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے اپنے اپنے بھیڑیے کے خوف سے پناہ

www.ilmkidunya.com

لے رکھی ہے۔ ہر شخص اپنے بھیڑیا کے خوف سے آزاد ہونا تو چاہتا ہے مگر بزدلی کی وجہ سے ایسا کر نہیں سکتا۔ اچانک اسے احساس ہوتا ہے کہ ساتھ والے درخت میں ایک آدمی ہے جو ہمت کر کے درخت سے نیچے کود جاتا ہے اور درخت کی ایک ٹہنی سے بھیڑیے کو مار گراتا ہے۔ وہ مصنف کو بھی نیچے آنے کے لیے اُکساتا ہے لیکن وہ ڈرتے ہوئے تذبذب کا شکار ہوتا ہے۔ آخر کار ہمت کر کے وہ نیچے کود کر اپنے بھیڑیے کو ٹہنی سے مار کر آزادی حاصل کر لیتا ہے۔

تشریح: جس درخت پر اب میرا ٹھکانہ ہے اس درخت کو میں جادوئی درخت کہوں تو غلط نہ ہوگا۔ اپنے ٹھکانے میں میں جس چیز کی بھی تمنا کرتا ہوں وہ فوراً پوری ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ نرم گرم بستر ہو یا دو سے زیادہ آواز کے سپیکروں والا ٹی وی۔ کھانے پینے کی ہر چیز اور بے شمار سہولتیں دستیاب ہیں۔ مگر جس چیز کے لیے میں تڑپتا رہتا ہوں وہ ہے آزادی۔ کیوں کہ آزادی نفس اور سکون کی قربانی مانگتی ہے۔ اس کے لیے مجھے اپنے ٹھکانے سے نیچے اُترنا پڑے گا اور اپنے بھیڑیے کو جان سے مار دینا ہوگا مگر مجھ میں ہمت نہیں کیوں کہ مجھے لگتا ہے میرا بھیڑیا مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

پیراگراف 2: ہم دونوں لوگ ہیں جو اپنے اپنے بھیڑیے سے خوف زدہ ہیں باوجود یہ کہ درخت میں ہمارے لیے ہر طرح کی آسائشیں موجود ہیں لیکن ہم ان آسائشوں سے خوش نہیں، جبر اور اُکتاہٹ کا احساس روز بروز ہمیں کھائے جا رہا ہے۔ اب تو ہمیں رات کو نیند بھی نہیں آتی۔ جوں ہی آنکھ لگتی ہے بھیڑیے کا خوف ناک چہرہ ہمیں دوبارہ جگا دیتا ہے۔ کم بخت اب ہمارے خوابوں میں بھی گھس گیا ہے وہ یہاں ہمیں سکون سے رہنے نہیں دیتا۔ ہم دونوں کے بھیڑیے اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی ان دونوں پر ایسا جنون سوار ہو جاتا ہے کہ وہ درخت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اس کے موٹے تنے پر دانت اور پنجے گاڑ دیتے ہیں اور اس وقت خوف ناک سی غراہٹ ہوتی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
بیزاری	اُکتاہٹ	ظلم	جبر
دہشت زدہ	خوک ناک	دن بہ دن	روز بروز
دیوانگی، پاگل پن	جنون	بُری قسمت	کم بخت
--	--	جانوروں کی غُرغُر کی آوازیں	غُراہٹ

سیاق و سباق: مصنف کے اردگرد بے شمار درخت ہی درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے اپنے اپنے بھیڑیے کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔ ہر شخص اپنے بھیڑیا کے خوف سے آزاد ہونا تو چاہتا ہے مگر بزدلی کی وجہ سے ایسا کر نہیں سکتا۔ اچانک اسے احساس ہوتا ہے کہ ساتھ والے درخت میں ایک آدمی ہے جو ہمت کر کے درخت سے نیچے کود جاتا ہے اور درخت کی ایک ٹہنی سے بھیڑیے کو مار گراتا ہے۔ وہ مصنف کو بھی نیچے آنے کے لیے اُکساتا ہے لیکن وہ ڈرتے ہوئے تذبذب کا شکار ہوتا ہے۔ آخر کار ہمت کر کے وہ نیچے کود کر اپنے بھیڑیے کو ٹہنی سے مار کر آزادی حاصل کر لیتا ہے۔

تشریح: ہم دونوں اپنے اپنے بھیڑیوں سے دہشت زدہ ہیں۔ ہمارے مسکنوں یعنی درختوں میں ہر طرح کی سہولتیں موجود ہیں مگر ہم ان تمام آرام دہ چیزوں کے باوجود خوش نہیں۔ اپنے اُوپر ظلم اور بیزاری کا احساس ہمیں ہر روز اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔ اب تو بھیڑیے کا دہشت ناک چہرہ راتوں کو ہمارے خوابوں میں بھی گھس کر ہمیں سونے نہیں دیتا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہم دونوں کے بھیڑیے اپنی اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھے رہتے ہیں مگر کبھی کبھی ان پر ایسی دیوانگی طاری ہو جاتی ہے کہ وہ درختوں کے تنوں پر پنجے گاڑنے لگتے ہیں اور پھر خوف ناک غُرغُر کی آوازیں نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

پیراگراف 3: میرا ذہن بالکل ماؤف ہے۔ میری آنکھیں بند ہیں اور میں پھانسی چڑھنے والے اس مجرم کی طرح موت کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کی گردن میں رسّی کا پھندا ڈالا جا چکا ہے اور جواب اس انتظار میں ہے کہ جلاد کب لیور کھینچے گا۔ میں اس وقت اگر کوئی آوازیں سن رہا ہوں تو وہ صرف میرے ساتھی کی ہیں، جو نیچے سے دے رہا ہے کہ خدارا نیچے اُترو۔ تم بھیڑیے سے زیادہ طاقت ور ہو۔ بھیڑیا یونہی ایک خوف ہے۔ رائی کا ایک پہاڑ ہے جسے تم ایک ہی ٹھوکر سے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ماؤف ہونا	سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہنا	مجرم	جرم کرنے والا
رسّی کا پھندا	پھانسی کا پھندا	جلاد	جو پھانسی دیتا ہے

سیاق وسباق: مصنف کے اردگرد بے شمار درخت ہی درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے اپنے اپنے بھیڑیے کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔ ہر شخص اپنے بھیڑیا کے خوف سے آزاد ہونا تو چاہتا ہے مگر بزدلی کی وجہ سے ایسا کر نہیں سکتا۔ اچانک اسے احساس ہوتا ہے کہ ساتھ والے درخت میں ایک آدمی ہے جو ہمت کر کے درخت سے نیچے کود جاتا ہے اور درخت کی ایک ٹہنی سے بھیڑیے کو مار گراتا ہے۔ وہ مصنف کو بھی نیچے آنے کے لیے اُکساتا ہے لیکن وہ ڈرتے ہوئے تذبذب کا شکار ہوتا ہے۔ آخر کار ہمت کر کے وہ نیچے کود کر اپنے بھیڑیے کو ٹہنی سے مار کر آزادی حاصل کر لیتا ہے۔

تشریح: اب میرا ذہن سوچنے سمجھنے سے بالکل قاصر ہو چکا ہے۔ میری آنکھیں بالکل بند ہیں اور میں خود کو پھانسی چڑھنے والے اس مجرم کی طرح سمجھتا ہوں جس کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالا جا چکا ہے اور میں اب صرف لیور کے کھینچے جانے کا انتظار کر رہا ہوں کہ خوشی خوشی موت کے گھاٹ اُتر جاؤں۔ اس وقت مجھے مسلسل صرف اور صرف اپنے ساتھی کی آوازیں آرہی ہیں جو مجھے کہہ رہا ہے کہ اللہ کے واسطے نیچے اُتر آؤ! تم بھیڑیے سے زیادہ طاقت ور ہو۔ بھیڑیا تو صرف تمھارے اندر کا ایک خوف ہے۔ تم ایک ہی وار سے اُسے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو۔

مشق

الف۔ سبق ''بھیڑیا'' کے متن کے حوالے سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) ہم دونوں کے ________ اکثر اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں:

(الف) اژدہے (ب) مینڈھے (ج) بھیڑیے ✓ (د) چیتے

(ii) ایک دن کافی ________ کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں ہم دونوں نیچے اُتریں گے:

(الف) سمجھ بوجھ (ب) تردد (ج) غور وفکر (د) سوچ بچار ✓

(iii) ________ جیسا بڑا بھیڑیا دھڑام سے نیچے گرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مر جاتا ہے:

(الف) گھوڑے (ب) ہاتھی ✓ (ج) شیر (د) چیتے

(iv) میرا ساتھی بھیڑیے کو مارتا ہے:

(الف) بندوق سے (ب) چھوٹی سی شاخ سے ✓ (ج) تیر کمان سے (د) لاٹھی سے

(v) میرے ساتھی نے آزادی حاصل کر لی اپنی:

(الف) بہادری سے ✓ (ب) عقل مندی سے (ج) جرأت وہمت سے (د) مستقل مزاجی سے

www.ilmkidunya.com

جواب

(الف)	(v)	(ب)	(iv)	(ب)	(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(i)

۲۔ سبق ''بھیڑیا'' کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) درختوں کے نیچے کھڑے کیا غرا رہے تھے؟

جواب: درختوں کے نیچے بھیڑے کھڑے غرا رہے تھے۔

(ب) اس کہانی میں بلند درخت کس بات کی علامت ہے؟

جواب: مایوسی کے گھپ اندھیرے میں بلند درخت اس بات کی علامت ہے کہ میں محفوظ ہوں اور بھیڑیا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(ج) جب گھنے درختوں میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے تو مصنف کو کیا پتا چلتا ہے؟

جواب: جب مصنف کو گھنے درختوں میں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے تو پہلے تو وہ ڈر جاتا ہے پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ کوئی اور بھی اپنے بھیڑیے کے ڈر سے چھپا ہوا ہے۔

(د) اس کہانی میں ''بھیڑیا'' کس بات کی علامت ہے؟

جواب: اس کہانی میں بھیڑیا خوف و ہراس کی علامت ہے۔

(ہ) ''میرا ساتھی'' اپنے بھیڑیے کو کس چیز سے ہلاک کرتا ہے؟

جواب: میرا ساتھی اپنے بھیڑیے کو درخت سے توڑی ہوئی چھوٹی سی شاخ سے مارتا ہے۔ اس کا بھیڑیا اسی وقت زمین پر گر کر مر جاتا ہے۔

۳۔ سبق ''بھیڑیا'' کے متن کو مدِنظر رکھ کر درست بیان کے آگے (✓) اور غلط کے آگے (×) کا نشان لگائیں۔

جواب:

بیان	نشان
(الف) جب میں ارد گرد دیکھتا ہوں، میرے چاروں طرف بے شمار پودے ہیں۔	✓
(ب) میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔	✓
(ج) اگر یہ درخت مجھے پناہ نہ دیتا تو بھیڑیا کب کا مجھے ہلاک کر چکا ہوتا۔	✓
(د) جوں ہی رات ہوتی ہے، ایک عجیب سی راحت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔	×
(ہ) ایک ایک انگ یوں دُکھ رہا ہوتا ہے جیسے کسی نے لاٹھی سے مجھے مارا ہو۔	×
(و) اس اجنبی نے درخت پر ایک اور شیر کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔	×

حروف:

جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے کہ حروف کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے چند ایک کی مختصر وضاحت پہلے آ چکی ہے۔ کچھ ایک کی وضاحت یہاں کی جاتی ہے:

حروفِ تحسین: وہ حروف ہیں جو تحسین و آفرین اور تعریف و توصیف کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً شاباش، بہت خوب، واہ واہ، سبحان اللہ، مرحبا، آفرین ہے وغیرہ۔ حروفِ تحسین کے استعمال کے فوری بعد فجائیہ کی علامت ''!'' لگائی چاہیے۔

حروفِ نفرین: وہ حروف جو نفرت، حقارت یا ملامت کے جذبات کے اظہار کے موقع پر کہے جاتے ہیں۔ مثلاً: توبہ توبہ، لعنت، ہزار لعنت، تھو، اخ تھو، تف، پھٹکار وغیرہ۔

www.ilmkidunya.com

حروفِ ندا: وہ حروف ہیں جو کسی کو ندا یا آواز دینے یا پکارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً:

- اے دوست! ہم نے ترکِ محبت کے باوجود
  محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی — ناصر کاظمی
- یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
  جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے — علامہ اقبالؒ
- ارے لڑکے! میری بات سنو۔

ان مثالوں میں ''اے دوست'' اور ''یا رب'' حروفِ ندا ہیں۔ اسی طرح: ارے بھائی، اجی حضرت، ابے احمق، او جانے والے، یا خدا وغیرہ بھی حروفِ ندا ہیں۔ حروفِ ندا کے بعد حروفِ تحسین کے استعمال کی طرح ندائیہ کی علامت ''!'' لگائی چاہیے۔

حروفِ انبساط: وہ حروف ہیں جو خوشی اور مسرت وانبساط کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً: واہ واہ، آہاہا، اوہو، اخاہ، ماشاءاللہ، خوب، افسوس، صد افسوس، آہ، دریغا، حسرتا، واحسرتا، اُف، وائے وغیرہ۔

حروفِ تاسف: وہ حروف ہیں جو افسوس اور غم کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً: ہائے ہائے، ہے ہے، ہیہات، حیف، صد حیف، افسوس، صد افسوس، آہ، دریغا، حسرتا، واحسرتا، اُف، وائے وغیرہ۔

حروفِ تاکید: وہ حروف ہیں جو کلام میں تاکید اور زور کا مفہوم پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً: ہرگز، ضرور، مطلق، بالکل، زنہار، سراسر، سربسر، اصلاً، خود، بھی، سب کے سب، کُل کُلہم، سرتاپا، ہو بہو، ضرور، ضرور ہو، بالضرور، بالضرور، عین وغیرہ۔

۴۔ **درج ذیل جملوں میں سے حرفِ تحسین، حرفِ نفرین، حرفِ ندا، حرفِ انبساط، حرفِ تاسف اور حرفِ تاکید کی نشان دہی کیجیے۔**

جواب:

(الف)	سبحان اللہ! کیا خوب صورت وادی ہے۔	حرفِ تحسین
(ب)	توبہ توبہ! یہ تو عذابِ الٰہی ہے۔	حرفِ نفرین
(ج)	اجی حضرت! میری بات بھی سن لیں۔	حرفِ ندا
(د)	ماشاءاللہ! کیا زبردست گھر بنایا ہے۔	حرفِ تحسین
(ہ)	افسوس صد افسوس! میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔	حرفِ تاسف
(و)	مجھے اس چیز کی مطلق کوئی ضرورت نہیں۔	حرفِ تاکید

۵۔ **اعراب کی مدد سے درست تلفظ واضح کریں۔**

آسائش مجرم بےسود غرانا پھندا جلاد سنکنی مسکن

جواب: آسائش مُجرِم بے سُود غُرّانا پھندا جلّاد سَنکنی مَسکَن

۶۔ **ان الفاظ کے مترادف لکھیں۔**

اذیت درخت خواہش ہلاک کرنا جرأت چابک خوف زدہ خاموش غصہ خوف ناک

جواب:

الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف
اذیت	تکلیف	درخت	شجر

خواہش	تمنا
جرأت	ہمت
خوف زدہ	دہشت زدہ
غصہ	ناراضی

ہلاک کرنا	مار دینا
چابک	چھانٹا
خاموش	چُپ
خوف ناک	ڈراؤنا

۷۔ ان الفاظ کے متضاد لکھیں۔ اُترنا کم بخت آزادی طاقت ور اُونچا حاضر عالم آسان زندگی تھوڑا

جواب:

الفاظ	متضاد
اُترنا	چڑھنا
آزادی	غلامی
اُونچا	نیچا
عالم	جاہل
زندگی	موت

الفاظ	متضاد
کم بخت	خوش بخت
طاقت ور	کمزور
حاضر	غیر حاضر
آسان	مشکل
تھوڑا	بہت

۸۔ درج ذیل انگریزی اقتباس کے اصل معانی و مفہوم اور مقاصد کو برقرار رکھتے ہوئے اُردو میں ترجمہ کریں۔

Wolves are found in a variety of habitates, ranging from the frozen Arctic regions to the dense forests of North America, and even into deserts and grasslands. They are highly adaptable animals, able to survive in diverse climate zones. In their natural habitat, wolves play a critical role as apex predators. Despite their critical ecological role, wolves face numerous threats from human activities, including habitat distruction, hunting, and conflicts with livestock farming. Conservation efforts are essential to protect these megnificent creatures and ensure that they continue to roam the wild landscapes they call home.

سرگرمیاں:

- طلبہ انٹرنیٹ سے بھیڑیے کی ایک رنگین تصویر حاصل کریں، اُسے چارٹ پر لگائیں اور اُس کے بارے میں ایک مضمون لکھیں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ ملک کے ہر خطے میں لوک کہانیاں سُنی اور سُنائی جاتی ہیں جو بالعموم اُس خطے کے لوگوں کی ثقافت کی عکاس ہوتی ہیں۔

۲۔ طلبہ کو بتائیں کہ بھیڑیا خوں خوار ہونے کی علامت ہے اور بیش تر طور پر اس جانور کو سدھانا تقریباً ناممکن ہے۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ انگریزی کے شہ پاروں کو اُردو میں ترجمہ کرتے وقت لفظی ترجمہ نہیں کرتے بلکہ رَواں ترجمہ کرتے ہیں۔

۴۔ طلبہ کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے اُنھیں بتائیں کہ ترکیہ پاکستان کا ایک دوست ملک ہے جہاں کا قومی جانور بھیڑیا ہے۔

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

(1) مصنف کو اپنے اردگرد نظر آیا:

(الف) بانسوں کا جنگل (ب) درختوں کا جنگل ✓ (ج) گاڑیوں کا جنگل (د) انسانوں کا جنگل

(2) یہ کم بخت ______ مجھے نیچے اُترنے ہی نہیں دیتا:

(الف) کتا (ب) شیر (ج) اُونٹ (د) بھیڑیا ✓

(3) آزادی حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ دینی پڑتی ہے:

(الف) دولت (ب) خوشی (ج) قربانی ✓ (د) کمائی

(4) دوسرے درخت پر اُسے نظر آیا ایک:

(الف) پرندہ (ب) مچھر (ج) جگنو (د) آدمی ✓

(5) میرا مسکن ہے ایک:

(الف) کمزور درخت پر (ب) جھاڑی پر (ج) جادو کے درخت پر ✓ (د) بانس کے درخت پر

(6) اب درخت پر وقت گزارنا مشکل تھا:

(الف) شام (ب) صبح کا (ج) سہ پہر کا (د) رات کا ✓

(7) نصاب میں شامل سبق ''بھیڑیا'' صنف کے لحاظ سے ہے:

(الف) ناول (ب) خاکہ (ج) افسانہ (د) کہانی ✓

(8) آدمی خوف زدہ رہتا تھا اپنے:

(الف) کتے سے (ب) چوکیدار سے (ج) پڑوسی سے (د) بھیڑے سے ✓

(9) اس کے ساتھ والے درخت کے آدمی نے مار ڈالا:

(الف) اپنا دوست (ب) اپنا ساتھی (ج) اپنا بھیڑیا ✓ (د) اپنا استاد

(10) خوف کی وجہ سے میرا ذہن ہے بالکل:

(الف) حیران (ب) پریشان (ج) پشیمان (د) ماؤف ✓

(11) آخر کار میں نے دل میں ٹھان لی ہے:

(الف) نجات پانے کی (ب) آزادی حاصل کرنے کی (ج) دولت کمانے کی ✓ (د) دور دراز جانے کی

(12) درخت پر بیٹھا شخص بھیڑے کو مارتا ہے ایک:

(الف) ڈنڈے سے (ب) کلہاڑے سے (ج) زہر سے (د) درخت کی چھوٹی سی ٹہنی سے ✓

جواب

(1)	(ب)	(2)	(د)	(3)	(ج)	(4)	(د)	(5)	(ج)	(6)	(د)
(7)	(د)	(8)	(د)	(9)	(ج)	(10)	(د)	(11)	(ج)	(12)	(د)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) فاروق سرور کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: فاروق سرور 25 مئی 1963ء کو کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔

(2) فاروق سرور کس پیشے سے منسلک تھے؟

جواب: فاروق سرور وکالت کے پیشے سے منسلک تھے۔

(3) فاروق سرور کو کہانیاں لکھنے کا شوق کس عمر سے تھا؟

جواب: انہیں کہانیاں لکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔

(4) اب تک فاروق سرور کی کتنی کتابیں چھپ چکی ہیں؟

جواب: فاروق سرور کی اب تک سترہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔

(5) فاروق سرور کتنی صنفوں پر عبور رکھتے ہیں؟

جواب: انہیں افسانہ نگاری، ناول نگاری، کالم نگاری اور ترجمے پر بھی عبور حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹی۔ وی ڈراموں کے اداکار بھی ہیں۔

(6) بھیڑیا اس افسانے میں کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: بھیڑیا خوف کی علامت ہے۔ دراصل مصنف اس ظالم اور طاقتور طبقے پر طنز کرتا ہے جو کمزور پر مسلسل ظلم کرتا ہے۔

(7) بھیڑیا کس انداز میں ان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے؟

جواب: بھیڑیے پر جنون طاری ہو تو وہ درخت کے تنے پر دانت اور پنجے مارتا اور خوف ناک انداز میں غراتا۔

(8) مصنف نے اپنے مسکن کو جادو کا درخت کیوں کہا؟

جواب: اس درخت پر اسے بنیادی ضروریات زندگی سب حاصل ہوتی ہیں لہٰذا اس نے اس درخت کو جادو کا درخت کہا ہے۔

(9) افسانے کا مرکزی کردار ہر چیز کے ہوتے ہوئے بھی بے چین کیوں تھا؟

جواب: ہر چیز کے ہوتے ہوئے بھی مسلسل کسی نہ کسی خوف میں مبتلا رہتا تھا۔ اسے آزادی حاصل نہیں تھی اسی لیے وہ ہر وقت بے چین سا رہتا تھا

(10) ایک روز صبح اس جنگل میں اس آدمی کو کیا آواز سنائی دیتی ہے؟

جواب: ایک صبح اچانک ہی اسے درخت کے گھنے پتوں کی سرسراہٹ سنائی دیتی ہے۔ دیکھتا ہے کہ ایک اور آدمی پناہ لیے ہوئے ہے۔

(11) آسائشوں کے ہونے کے باوجود دونوں آدمی خوش کیوں نہیں تھے؟

جواب: آسائشوں کے ہونے کے باوجود وہ دونوں جبر اور اکتاہٹ کا شکار تھے۔ لہٰذا وہ خوش نہیں تھے۔

(12) درخت پر بیٹھے آدمی بھیڑیے کی کس بات پر حیران تھے؟

جواب: وہ لوگ بھیڑیوں کی باہمی لاتعلقی پر حیران تھے۔ کیوں کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے اجنبی رہتے تھے۔

(13) بھیڑیے کے بارے میں سوچ کر آدمی کو کیا محسوس ہوتا ہے؟

جواب: بھیڑیے کے بارے میں سوچ کر خوف کے مارے اس آدمی کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

(14) بھیڑیے کا مرکزی کردار درخت سے نیچے کیوں نہیں کود سکتا؟

جواب: وہ شخص اپنے آرام اور بزدلی کی وجہ سے نیچے نہیں کود سکتا اور اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔

(15) کیا دوسرے بھیڑیے کا پہلے آدمی سے تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! دوسرے بھیڑیے کا پہلے والے آدمی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

(16) کیا ظلم کو صرف اور صرف بددعاؤں سے روکا جا سکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں! یہ قدرت کا اصول ہے کہ ظلم صرف اور صرف زورِ بازو سے روکا جا سکتا ہے۔

(17) درخت پر بیٹھا دوسرا شخص بالآخر اپنے خوف سے کیسے چھٹکارا حاصل کرتا ہے؟

جواب: درخت پر بیٹھا شخص بالآخر ہمت کر کے درخت سے نیچے کود جاتا ہے۔

(18) درخت کی پتلی چھوٹی سی شاخ کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: درخت کی پتلی اور چھوٹی سی شاخ دراصل ہمت اور دلیری کی علامت ہے۔

(19) اس شاخ سے مرکزی کردار کیا کام لیتا ہے؟

جواب: مرکزی کردار ہمت جٹا کر اس شاخ سے آخر کار بھیڑیے کو مار گراتا ہے۔

(20) مرکزی کردار کس چیز کے لیے تڑپ رہا تھا؟

جواب: مرکزی کردار زندگی میں آزادی کے لیے تڑپ رہا تھا۔

(21) مرکزی کردار کا ساتھی اپنے خوف پر قابو پانے کے لیے کیا نصیحت کرتا ہے؟

جواب: مرکزی کردار کا ساتھی خوف پر قابو پانے کے لیے اسے نصیحت کرتا ہے کہ وہ درخت سے نیچے اُترے۔ وہ کہتا ہے کہ بھیڑیا بہت کمزور ہے تم آسانی سے اسے ہلاک کر دو گے۔

(22) بھیڑیا معمولی سی شاخ سے کیوں کر مر جاتا ہے؟

جواب: بھیڑیا معمولی شاخ سے اس لیے مر جاتا ہے کہ حقیقت میں وہ بہت کمزور ہوتا ہے جو بے وجہ ہی اس آدمی کے حواسوں پر سوار رہتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۴ محنت کی برکات

شاعر کا تعارف: خواجہ الطاف حسین حالیؔ (۱۸۳۷ء-۱۹۱۴ء)

خواجہ الطاف حسین نام اور حالیؔ تخلص کرتے تھے۔ آپ پانی پت (ہریانہ، انڈیا) کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد گرا نام خواجہ ایزد بخش تھا جو حافظِ قرآن تھے اور ان کی قرأت کو شہرہ اس قدر تھا کہ لوگ دُور و نزدیک سے اُن کی تلاوت سننے کے لیے کشاں کشاں چلے آتے سر دُھنتے رہ جاتے تھے۔ اُنھوں نے لحنِ داؤدی پایا تھا۔ یہی صفات مولانا حالیؔ کی ذات میں بھی بدرجۂ اُتم موجود تھیں اور وہ بھی حافظِ قرآن تھے۔ مو حالی کم عمری میں ہی والدین کے سائے سے محروم ہو گئے۔ مزید علم حاصل کرنے کا شوق اُنھیں دہلی لے گیا جہاں معاشی طور پر مشکل حالات میں اکتساب علم کے ساتھ ساتھ مشاہیر کی صحبتوں، خصوصاً نواب مصطفیٰ خان شیفتہ اور مرزا غالب سے فیض حاصل کیا۔

مولانا حالیؔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے زمانے کے کچھ عرصے بعد لاہور آ گئے اور گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازمت اختیار کر لی اور یہیں رہ کر مولانا محمد حسین آزاد کے ساتھ غزل کے بجائے نظمیں لکھنے کی بنیاد ڈالی اور اپنی چار طویل نظمیں (مثنویاں): ''برکھا رُت، نشاطِ اُمید، حُبِ وطن اور مناظرہ رحم و انصاف'' انجمن پنجاب لاہور کے پلیٹ فارم سے پیش کیں۔

مولانا حالی سرسید تحریک سے وابستہ قوم کے بہت بڑے مصلح ہیں۔ وہ اُردو کے پہلے نقاد اور پہلے سوانح نگار تصور ہوتے ہیں۔ اُن کا ذوقِ شعر اعلیٰ درجے کا تھا۔ وہ فنِ شعر اور نقدِ شعر دونوں میں صاحبِ نظر تھے۔ بلاشبہ اُن کے ہاں قدیم رنگ شاعری بھی موجود ہے جو بہت خوب ہے مگر اُن کا اصل جوہر اور کمال جدید شاعری میں ظاہر ہوا۔ ان کی نظموں کی بڑی خوبی زبان و بیان کی سادگی اور سلاست ہے۔

اُردو شاعری میں مولانا حالی کا اعلیٰ ترین کارنامہ اُن کی طویل نظم ''مدو جزرِ اسلام'' ہے جو عام طور پر ''مسدسِ حالی'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ نظم اس قدر مقبول ہوئی کہ اس نے مقبولیت اور شہرت کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے۔ ''مسدسِ حالی'' کے بارے میں سرسید کہا کرتے تھے: ''مَیں اس مسدسِ حالی'' کا محرک ہوا ہوں اور مَیں اسے اپنے اعمالِ حسنہ سے سمجھتا ہوں۔ جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دُنیا سے کیا لائے ہو تو مَیں کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا کر لایا ہوں اور کچھ نہیں۔''

شاملِ کتاب نظم ''محنت کی برکات''، مسدسِ حالی سے مستعار اقتباس ہے اور اس نظم میں، جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے، محنت سے کام کرنے والوں کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔

مرکزی خیال

مولانا الطاف حسین حالی کی نصاب میں شامل اس نظم کا مرکزی خیال ہے کہ دنیا کی تمام رونقیں اور برکتیں محنت ہی میں شمار ہیں۔ محنت کی بدولت ہی انسانوں اور قوموں کو عظمت اور فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے اور نامور لوگوں نے محنت ہی کی بدولت اپنا مقام حاصل کیا۔ ہم بھی محنت سے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

خلاصہ

دنیا میں صرف وہی لوگ عزت حاصل کرتے ہیں جو سخت محنت کرتے ہیں۔ محنت کے بغیر نہ تو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی بادشاہی۔ دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ گزرے ہیں اُنھوں نے محنت اور لگن سے کام کر کے ایک مقام حاصل کیا۔ دیکھا جائے تو وہ سب لوگ نیچے سے اوپر آئے۔ اللہ

www.ilmkidunya.com

تعالیٰ نے انسانوں کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ لیکن اگر بنی نوع انسان اپنی ان صلاحیتوں کو پہچانے گا نہیں تو یہ سب صلاحیتیں ضائع ہو جائیں گی بلکہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گی۔ اگر ہمارے اوپر مشکلیں آجائیں تو ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ان اڑے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کر کے کامیابیوں کو گلے لگانا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نہ صرف اپنا سہارا خود بنیں بلکہ ضرورت مندوں کا بھی مددگار بننا چاہیے۔ دنیاوی کمزور سہاروں کی بجائے صرف رب تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ خدا پہ یقین رکھتے ہوئے اپنے مسئلے خود حل کرنے ہوں گے۔ مثل مشہور ہے: "ہمت مرداں مدد خدا۔"

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مشقت	سخت محنت	ذلت	رسوائی، بدنامی
بڑائی	عظمت، برتری، بزرگی	فضیلت	برتری
فرماں روائی	حکمرانی	نہال	پودے، درخت
جوہر	ہنر، خوبی	مخفی	چھپا ہوا، راز
جیتے جی	زندگی میں ہی	امانت	کوئی چیز سپرد نہ کرنا
مبادا	شاید	تلف	ضائع ہو جانا
ودیعت	عطا، امانت، دی ہوئی	سہل	آسان
صید	شکار ہاتھ آنا	سرپٹ بھاگنا	تیز دوڑنا
سنوارے	درست کام کرنا	عارضی	ناپائیدار، تھوڑی دیر کے لیے
آپ ہانکو	اپنے کام خود کرو	درماں	علاج، چارا، دوا
یاں	یہاں یعنی اس دنیا میں	دستِ ہمت	ہمت والے ہاتھ
حامی	مددگار	--	--

اشعار کی تشریح

بند 1:

مشقت کی ذلت جنھوں نے اُٹھائی
جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی
فضیلت، نہ عزت، نہ فرماں روائی

نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

تشریح: حالی کہتے ہیں کہ دنیا میں صرف انھی افراد کو عزت ملتی ہے جنھوں نے سخت محنت اور مشقت کی۔ دنیا میں ان لوگوں کو ہی عظمت حاصل

www.ilmkidunya.com

ہوتی ہے جو اپنے کام محنت سے کرتے ہیں۔ محنت کے بغیر نہ تو بزرگی ملتی ہے اور نہ عزت۔ جو لوگ دنیا میں حکومت کرنے کے خواہاں ہیں انھیں بھی حکمرانی اور بادشاہی محنت ہی کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ دنیا کے اس گلشن میں جتنے بھی پودے ہیں وہ آہستہ آہستہ نشوونما پا کر بڑے بڑے تناور درخت بن جاتے ہیں۔ لوگ ان کی چھاؤں میں بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو انسان بھی چھوٹی عمر سے ہی محنت کرتے ہیں تو ایک دن تاریخ میں عظیم بن جاتے ہیں۔ قومیں بھی لگن سے محنت کر کے دنیا میں نام کماتی ہیں۔ جو قومیں اپنی مدد آپ کے تحت کام کرتی ہیں وہ ترقی کی شاہراہ پر دوڑتی ہیں۔

بند2:

بہت ہم میں اور تم میں جوہر ہیں مخفی
خبر کچھ نہ ہم کو نہ تم کو ہے جن کی
اگر جیتے جی، کچھ نہ ان کی خبر لی
تو ہو جائیں گے مل کے مٹی میں مٹی

یہ جوہر ہیں ہم میں امانت خدا کی
مبادا تلف ہو ودیعت خدا کی

تشریح: مولانا حالی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر بہت سے کمالات چھپا رکھے ہیں کہ ہمیں ان صلاحیتوں کی خبر تک نہیں ہے۔ اگر ہم نے اپنی زندگی میں ان خداداد صلاحیتوں کو نہ پہچانا اور ان سے فائدہ نہ اُٹھایا تو وقت کے ساتھ یہ صلاحیتیں ضائع ہو جائیں گی۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی قیمتی چیز مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتی ہے۔ ہماری صلاحیتیں خدا کی دی ہوئی بہترین امانت ہیں۔ اگر ہم نے اپنی صلاحیتوں سے کام نہ لیا تو اللہ تعالیٰ کی یہ امانت ضائع ہو جائے گی۔ ہم دنیا میں لوگوں کے سامنے بھی شرمندہ ہوں گے اور آخرت میں اللہ کے حضور بھی شرمسار کھڑے ہوں گے۔ صلاحیتیں اللہ کی دی ہوئی وہ امانت ہیں جس کے بارے میں روزِ قیامت سوال ہوگا۔ ہمیں اپنی زندگی فارغ رہ کر بے کار نہیں گزارنی چاہیے۔

بند3:

نہیں سہل گر صید کا ہاتھ آنا
تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپٹ بھگانا
نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اُٹھانا
ذرا تیز ہانکو جو ہے دُور جانا

زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے
تو وقت اے عزیزو! یہی زور کا ہے

تشریح: اس بند میں حالی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شکار یعنی کوئی مقصد یا کام ہمارے ہاتھ نہیں آتا تو ہمیں چاہیے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ہم اپنے گھوڑوں کو اور تیز دوڑائیں جب تک کہ وہ مقصد حاصل نہ ہو جائے۔ دراصل شاعر یہاں اسے استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ اپنی منزل مقصود حاصل کرنے کے لیے انسان کی کوششیں اگر کامیاب نہیں ہو رہی ہیں تو اسے اپنی محنت اور زیادہ تیز اور جوش و خروش سے کرنی چاہیے۔ اگر انسان نے اپنے سر پر ذمہ داریوں اور کاموں کا بھاری گٹھر اُٹھا رکھا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ تیز تیز چلے مُبادا وہ راستے میں کہیں تھک کر بیٹھ نہ جائے۔ زمانہ یعنی ہمارے حریف اگر ہم سے زیادہ طاقت ور ہیں تو ہمیں اپنے کام میں اور زیادہ محنت کرنی چاہیے تاکہ ہم کامیابی حاصل کر سکیں۔ یہی بات حضرت علامہ اقبالؒ نے یوں کہی ہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے

بند4:

بشر کو ہے لازم کہ ہمت نہ ہارے
جہاں تک ہو کام آپ اپنے سنوارے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے
کہ ہیں عارضی زور، کمزور سارے

اَڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو تم آپ ہانکو

تشریح: اس بند میں حالیؔ فرماتے ہیں کہ بنی نوع انسان پر یہ بات لازم ہے کہ وہ مشکلوں سے گھبرا کر ہمت نہ ہارے۔ وہ انسان ہی کیا جو مشکلوں کے آگے سر جھکا دے۔ اللہ نے انسان کو ہواؤں تک کا رُخ موڑنے کی طاقت عطا کی ہے۔ لہٰذا ہر بشر کو چاہیے کہ وہ ہمت سے کام لے کیوں کہ مثل مشہور ہے: ''ہمتِ مرداں مددِ خدا۔'' جہاں تک ہو سکے انسان اپنے کام خود کرے اور دوسروں کے سہارے سے گریز کرے۔ انسان کو صرف اور صرف اپنے خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے کہ دنیا کے سب سہارے وقتی اور کمزور ہیں۔ لوگ عاملوں، بابوں اور ستارہ شناسوں کے پاس اپنے مسئلے لے کر جاتے ہیں یہ سب چیزیں انسان کے یقین کو کمزور کرتی ہیں۔ حقیقی طاقت صرف رب تعالیٰ کی ہے۔ وہی مددگار اور مشکل کشا ہے۔ ہمیں صرف اور صرف اسی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے کہ وہی ہر شے پر قادر ہے۔ مزید شاعر کہتے ہیں کہ جب تم پر کوئی مشکل وقت آجائے اور تمھیں لگے کہ تم کسی مصیبت میں پھنس گئے ہو تو کسی بھی مدد کے لیے اِدھر اُدھر مت جھانکو اپنی مدد آپ کے مضبوط جذبے کے تحت خود اپنی مشکل حل کرو اور حالات کا مقابلہ کرو۔

بند5:

تمھیں اپنی مشکل کو آساں کرو گے
تمھیں درد کا اپنے درماں کرو گے
تمھیں اپنی منزل کا ساماں کرو گے
کرو گے تمھیں کچھ اگر یاں کرو گے

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

تشریح: شاعر کہتے ہیں کہ مت بھولو کہ اپنی تمام تر مشکلوں کو تم ہی آسان کرو گے۔ اپنے درد کا علاج تم خود ہی کرو گے۔ کسی ابنِ مریم کا انتظار نہ کرو۔ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے اپنا ساز و سامان اور زادِ راہ خود ہی تیار کرو۔ غیروں اور دوسروں کی محتاجی سے ہر گام بچنے کی کوشش کرو کہ احسان کرنے والے اپنی غلامی میں لے لیتے ہیں۔ اپنی محنت اور ہمت سے کام لو بجائے اس کے کہ تم دوسروں کے دستِ نگر بنو۔ ہمت اور محنت کی برکتوں میں وہ حکمِ الٰہی چھپا ہوا ہے جو انسانوں کے حق میں واقع ہوا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ہمت کرنے والے کا حامی و ناصر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

www.ilmkidunya.com

مشق

۱۔ نظم "محنت کی برکات" کے متن کے مطابق مصرعے مکمل کریں۔

(الف) نہال اس ______ میں جتنے بڑھے ہیں

(ب) یہ جوہر ہیں ہم میں ______ خدا کی

(ج) ______ تلف ہو ودیعت خدا کی

(د) بشر کو ہے لازم کہ ______ نہ ہارے

(ہ) مثل ہے کہ ہمت کا ______ خدا ہے

جواب

(الف)	گلستاں	(ب)	امانت	(ج)	مبادا	(د)	ہمت	(ہ)	حامی

۲۔ نظم "محنت کی برکات" کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) انسان کو فضیلت، عزت اور فرماں روائی کب ملتی ہے؟

جواب: انسان کو محنت اور سچی لگن کی بدولت دنیا میں فضیلت، عزت اور فرماں روائی ملتی ہے۔

(ب) اگر مخفی جوہر کی خبر نہ لی تو کیا ہونے کا امکان ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں ایک عظیم نعمت اپنے بندوں کو مخفی جوہر یعنی چھپی ہوئی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ اگر ہم ان مخفی جوہروں کو تلاش نہ کر پائے تو یہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے۔

(ج) اگر دُور کا سفر درپیش ہو تو گھڑ سوار پر کیا لازم آتا ہے؟

جواب: اگر دُور دراز کا سفر درپیش ہو تو مسافر یعنی اس گھڑ سوار پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھوڑے کو تیز تر دوڑائے تا کہ منزل پر بروقت پہنچ سکے۔

(د) بشر کے لیے سب سے بڑا سہارا کس کا ہے؟

جواب: بشر کے لیے بے شک سب سے بڑا سہارا اُس کے پیدا کرنے والے خدا کا سہارا ہے۔

(ہ) ہمت کا حامی کون ہے؟

جواب: ہمت سے کام لینے والوں کا حامی و ناصر خدا ہے۔

۳۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

خبر لینا مٹی ہو جانا ہاتھ آنا زور آزمانا ہمت ہارنا سامان کرنا دائیں بائیں جھانکنا

جواب:

محاورات	جملے
خبر لینا	ٹھہرو ذرا! میں ابھی تمھاری خبر لیتی ہوں۔
مٹی ہو جانا	آصف نے نئے کاروبار میں محنت تو بہت کی مگر سارا پیسہ مٹی میں مٹی ہو گیا۔
ہاتھ آنا	اکبر کو کامیابی کا ہاتھ آنا بہت مشکل لگ رہا ہے۔

www.ilmkidunya.com

زور آزمانا	پہلوان نے اکھاڑے میں زور آزما کر آخر کار بازی جیت لی۔
ہمت ہارنا	ہمت ہارنے سے کیا ہوگا محنت کرو اور دل نہ چھوڑو۔
سامان کرنا	منزل تک پہنچنے کے لیے خود ہی محنت کر کے سامان کرنا ہوگا۔
دائیں بائیں جھانکنا	دائیں بائیں جھانکنے سے کبھی کچھ نہیں ملتا بلکہ ہمت کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے۔

۴۔ درج ذیل الفاظ کا درست تلفظ اِعراب لگا کر واضح کریں۔

مشقت ودیعت مبادا تلف ہمت درماں

جواب: مُشقت وَدِیعَت مُبَادا تلف ہِمّت دَرماں

ذو معنی الفاظ:

وہ الفاظ جن کے دو یا دو سے زیادہ معنی ہوں، ذُومعنی یا ذُومعنین الفاظ کہلاتے ہیں۔ ایسے بعض الفاظ ایک معنوں میں مذکر ہوتے ہیں تو دوسرے معنوں میں مونث۔ بعض اوقات دونوں معنوں میں مذکر یا مونث۔ بہر کیف ذُومعنی الفاظ کے استعمال کے ضمن میں بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے کسوٹی اہلِ زبان کی گفت گو (تحریر و تقریر) ہی ہے۔ چند ایک ذُومعنی الفاظ اور اُن کے معنی درج ذیل ہیں:

الفاظ	ایک معنی	دوسرے معنی
آب	پانی	چمک دمک
اُردو	زبان	لشکر، لشکر گاہ
اوقات	وقت کی جمع	حیثیت
بار	بوجھ	باری
باز	ایک شکاری پرندہ	دوبارہ، کھلا ہوا
بیت	گھر	شعر
تاک	تاک جھانک	انگور کی بیل
تکرار	جھگڑا	بار بار دہرانا

الفاظ	ایک معنی	دوسرے معنی
تکیہ	سرہانہ	بھروسا
طاق	محراب	ہندسہ جو دو پر تقسیم نہ ہو
ظرف	برتن	حوصلہ
عرصہ	مدت	میدان
عرض	گزارش	چوڑائی
فصل	فاصلہ	موسم
قصور	قصر کی جمع، محلات	غلطی
کان	معدنیات نکلنے کی جگہ	جسم کا حصہ

۵۔ درج ذیل ذو معنی الفاظ کے معنی لکھیں۔

جست غریب کل مانگ لہر سنگ کف لگن مالٹا محل

جواب:

الفاظ	ایک معنی	دوسرے معنی
جست	دھات	چھلانگ
کل	مشین	آرام
لہر	موج	اُمنگ
کف	ہتھیلی	جھگڑا
مالٹا	پھل	مُلک

الفاظ	ایک معنی	دوسرے معنی
غریب	نادار	بے چارہ
مانگ	بالوں کی پٹی	مانگنا
سنگ	ساتھ	پتھر
لگن	محبت	برتن
محل	شان دار عمارت	موقع

www.ilmkidunya.com

اصنافِ نظم:

اصنافِ نظم بہت سی ہیں جن میں سے کچھ کا بیان ''حمد'' میں آچکا ہے۔ کچھ کی وضاحت یہاں بیان کی جاتی ہے۔

قصیدہ: قصیدہ عربی کے لفظ ''قصد'' سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ''قصد (ارادہ) کرنا'' کے ہیں جس سے ثابت ہے کہ یہ وہ صنفِ نظم ہے جو ارادی طور پر وجود میں آتی ہے اور شاعر ارادتاً کسی کی مداح وستائش کرتا ہے۔ اس ضمن میں وہ بعض اوقات زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ قصیدہ بہت پرانی صنفِ نظم ہے اور یہ عربی کے علاوہ فارسی میں بھی وافر ذخیرے کی صورت میں موجود ہے۔ قصیدے اور غزل کی ہیئت ایک ہی ہے۔ وہی مطلع و مقطع اور وہی آغاز سے اختتام تک ردیف اور کافیے کا اہتمام۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی زمانے میں غزل بھی قصیدے ہی کا حصہ ہوتی تھی۔ قصیدے کو عام طور پر چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: تشبیب، گریز، مدح اور دُعا۔ اُردو قصیدہ گوئی میں مرزا محمد رفیق سودا اور شیخ ابراہیم ذوق کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

غزل: اصنافِ نظم میں غزل اہم ترین صنفِ شاعری ہے۔ اُردو کے شعری ادب میں سب سے زیادہ سرمایہ بھی غزل ہی کا ہے۔ یہ وہ صنفِ نظم ہے جس میں عشق ومحبت کا ذکر ہوتا ہے اور شاعر اپنے فکر وخیال کا اظہار اشارے کنایے کی زبان میں نہایت لطیف پیرائے میں کرتا ہے۔ غزل کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف کرنا کے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب غزال (ایک عرب کا نہایت خوب صورت آہو) کو شکاری کتے دبوچنے کو ہوں تو اس کے منہ سے اس وقت جو دردناک چیخ نکلتی ہے، اسے غزل کہتے ہیں۔ گویا غزل میں عشق ومحبت اور سوز وگداز کا نمایاں ہونا بہت ضروری ہے۔ غزل کا دامن بہت وسیع ہے اور اب غزل میں تقریباً ہر موضوع لایا جانے لگا ہے بلکہ کچھ قد آور شاعروں مثلاً: علامہ محمد اقبالؒ، مولانا ظفر علی خاں اور فیض احمد فیض وغیرہ نے غزل کا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا ہے اور غزل میں ہر قسم کے افکار وخیالات اور مشاہدات وتجربات کو پیش کیا جاتا ہے۔

مرثیہ: مرثیہ کے لغوی معنی غم والم کے انداز میں کسی مرنے والے کا ذکرِ خیر اور اس کے اوصاف بیان کرنے کے ہیں۔ مرثیہ کی صنف عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو میں آئی لیکن اُردو اور فارسی میں مرثیہ کی صنف زیادہ تر اہل بیتؓ یا واقعہ کربلا کے لیے مخصوص ہے۔ اُردو میں سب سے زیادہ مرثیے شہیدانِ کربلا کے لکھے گئے ہیں۔ اس حوالے سے میر انیس اور مرزا دبیر نے سب سے زیادہ شہرت پائی اور لازوال مرثیے یادگار چھوڑے۔

> **مرثیے کے اجزائے ترکیبی:** مرثیے کے اجزائے ترکیبی درج ذیل ہیں:
> چہرہ، سراپا، رخصت، آمد، رجز، رزم/جنگ، شہادت اور بین۔

مثنوی: مثنوی اُردو کی ایک مقبول صنفِ نظم ہے۔ مثنوی میں ہر شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں (ردیف ضروری نہیں) اور تمام شعر ایک دوسرے سے جداگانہ قافیہ اور ردیف رکھتے ہیں۔ مسلسل قافیے کی عدم پابندی کی وجہ سے اس صنف میں لمبے چوڑے تاریخی واقعات اور طویل قصے کہانیاں سہولت کے ساتھ نظم کیے جاسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی اور اُردو میں بعض مثنویاں بہت طویل ہیں۔ مولانا حالی کے نزدیک مثنوی سب سے کارآمد صنفِ نظم ہے۔ ہمارے قومی شاعر علامہ اقبالؒ نے بھی اسی صنف کو سب سے زیادہ برتا ہے۔ ان کی مثنوی ''ساقی نامہ'' کا پہلا شعر ہے۔

ہُوا خیمہ زن کاروانِ بہار
ارم بن گیا دامنِ کوہسار

رباعی: رباعی سے مراد ایسی صنفِ شاعری ہے جس کے کل چار مصرعے ہوتے ہیں لیکن ان چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون بیان کیا جاتا ہے۔ بالعموم رباعی کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔ رباعی میں عام طور پر صوفیانہ جذبات وخیالات بیان کیے جاتے ہیں۔ رباعی اخلاقی شاعری کی ترجمان سمجھی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر میر انیس کی ایک حمدیہ رباعی ملاحظہ کریں:

گلشن میں صبا کو جُست جُو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفت گو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں، بُو تیری ہے

قطعہ: اصطلاحِ شعر میں دو یا دو سے زیادہ شعروں کو، جو موضوع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متعلق ہوں، قطعہ کہتے ہیں۔ قطعہ دو شعروں سے کم کا نہیں ہوتا اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ قطعہ میں بالعموم مطلع نہیں ہوتا۔ کسی قصیدے یا غزل کے مسلسل بیانیہ اشعار کو بھی قطعہ کہتے ہیں۔ زمانہ حال کے معروف شاعر پروفیسر انور مسعود کا ایک قطعہ ہے:

جو چوٹ بھی لگی ہے وہ پہلی سے بڑھ کے تھی
ہر ضرب کرب ناک پہ میں تلملا اُٹھا
پانی، سوئی گیس کا، بجلی کا، فون کا
بِل اتنے مل گئے ہیں کہ مَیں بلبلا اُٹھا

مخمس: اصطلاح میں مخمس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہو۔ اس صنف کو بہت سے شاعروں نے برتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی کی نظمیں: ''برسات کی بہاریں، آدمی نامہ اور مفلسی'' وغیرہ مخمس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ''برسات کی بہاریں'' کا ایک بند ہے:

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں
سبزوں کی لہلہاہٹ، باغات کی بہاریں
بوندوں کی جھم جھماوٹ، قطرات کی بہاریں
ہر بات کے تماشے، ہر گھات کی بہاریں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

مُسدس: اصطلاحِ شعر میں مسدس سے مراد ایسی نظم ہے جس کا ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہو۔ اس صنف کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں جب کہ پانچواں اور چھٹا مصرع الگ قافیے کے حامل ہوتے ہیں۔ اُردو کے تمام بڑے بڑے شاعروں نے اس صنف کو برتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی معروف نظمیں: ''شکوہ اور جوابِ شکوہ'' اسی ہیئت میں ہیں اور مولانا حالی کی معروف نظم ''مسدس مدو جزرِ اسلام'' جس کا اقتباس شاملِ کتاب ہے، اسی ہیئت میں ہے۔

۶۔ شاملِ کتاب نظم ''محنت کی برکات'' صنف کے اعتبار سے کیا کہلائے گی۔

جواب: شاملِ کتاب نظم ''محنت کی برکات'' صنف کے اعتبار سے مسدس ہے۔

۷۔ نظم ''محنت کی برکات'' کا مرکزی خیال لکھیں جو تین چار سطروں سے زیادہ نہ ہو۔

جواب: مولانا الطاف حسین حالی کی نصاب میں شامل اس نظم کا مرکزی خیال ہے کہ دنیا کی تمام رونقیں اور برکتیں محنت ہی میں شمار ہیں۔ محنت کی

www.ilmkidunya.com

بدولت ہی انسانوں اور قوموں کو عظمت اور فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے اور نامور لوگوں نے محنت ہی کی بدولت اپنا مقام حاصل کیا۔ ہم بھی محنت سے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

۸۔ **درج ذیل پیراگراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔**

جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحولیاتی نظام کی بقا اور تنوع کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ زمین پر موجود ہر جانور کا قدرتی ماحول اور ماحولیاتی توازن میں ایک مخصوص کردار ہوتا ہے، اور اگر کسی نوع کی تعداد کم ہو جائے یا وہ معدوم ہو جائے تو اس کے اثرات پورے نظام پر پڑ سکتے ہیں۔ انسانی سرگرمیوں جیسا کہ جنگلات کی کٹائی، غیر قانونی شکار اور ماحولیاتی آلودگی نے بہت سے جانوروں کی نسلوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ جانوروں کے تحفظ کے اقدامات کے ذریعے ہم نہ صرف ان انواع کو بچا سکتے ہیں بلکہ مستقبل کی نسلوں کے لیے ایک متوازن اور پائیدار ماحول بھی فراہم کر سکتے ہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قدرت کے ان قیمتی اثاثوں کی حفاظت کریں اور ان کے لیے محفوظ مقامات اور قوانین کو مضبوط بنائیں تاکہ وہ قدرتی ماحول میں آزادانہ زندگی گزار سکیں۔

سوالات:

(الف) جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحول کے لیے کیوں ضروری ہے؟

جواب: جانوروں کا تحفظ ہمارے ماحولیاتی نظام کی بقا اور تنوع کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

(ب) وہ کون سی انسانی سرگرمیاں ہیں، جو جانوروں کو خطرے سے دوچار کر سکتی ہیں؟

جواب: انسانی سرگرمیوں جیسا کہ جنگلات کی کٹائی، غیر قانونی شکار اور ماحولیاتی آلودگی نے بہت سے جانوروں کی نسلوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

(ج) جانوروں کی نایاب انواع واقسام کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟

جواب: جانوروں کی نایاب انواع واقسام کو بچانے کے لیے ان کے تحفظ کے اقدامات کے ذریعے انھیں بچایا جا سکتا ہے۔ نیز قدرتی پائیدار ماحول کی فراہمی بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

(د) عبارت کو موزوں عنوان تجویز کریں۔

جواب: جانوروں کا تحفظ اور ماحول

سرگرمیاں:

- طلبہ کسی ذریعے سے "مسدس مدوجزرِ اسلام" حاصل کریں اور اس طویل نظم میں سے شاملِ کتاب پانچ بند تلاش کریں اور اس موضوع پر دو بند مزید شامل کر کے انھیں ٹیوٹوریل گروپ میں پیش کریں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ کسی ذریعے سے "کلیاتِ حالی" حاصل کریں اور اس میں مولانا کی دو نظموں "حبِ وطن اور برکھا رُت" کے ابتدائی اشعار طلبہ کو سنائیں تاکہ مولانا حالی کا اسلوبِ بیان ان کے ذہن نشین ہو۔

۲۔ اساتذہ طلبہ سے مسدس حالی کا کوئی ایک بند زبانی سنیں اگر وہ نہ سنا سکیں تو انھیں مسدس حالی کا وہ بند سنائیں جس کا پہلا مصرع ہے: "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" اور طلبہ سے اس بند کے مصرعوں کی تعداد پوچھنے کے بعد اس بند کے قافیے اور ردیف کے بارے میں بھی پوچھیں۔

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

www.ilmkidunya.com

(1) محنت کرنے والے ہمیشہ نیچے سے ______ جاتے ہیں:
(الف) نیچے (ب) پیچھے (ج) اُوپر ✓ (د) آگے

(2) ہمارے اندر خدا کی امانت ہیں یہ ______:
(الف) گوہر (ب) جوہر ✓ (ج) شوہر (د) منوہر

(3) انسان کو تلاش کرنا پڑتی ہیں اپنی صلاحیتیں:
(الف) دریدہ (ب) نویدہ (ج) پوشیدہ ✓ (د) کشیدہ

(4) شکار آسان نہ ہو تو گھوڑوں کو دوڑانا چاہیے:
(الف) دھیرے دھیرے (ب) منہ زور (ج) سرپٹ ✓ (د) سُست روی سے

(5) ہم سے زور آزما ہے یہ:
(الف) بہانہ (ب) ترانہ (ج) دیوانہ (د) زمانہ ✓

(6) سدا اپنی ______ کو تم آپ ہانکو:
(الف) گائے (ب) بھینس (ج) گاڑی ✓ (د) بکری

(7) تو وقت اے عزیز وہی ______ کا ہے:
(الف) شور (ب) دوڑ (ج) جوڑ (د) زور ✓

(8) بشر کو ہے لازم ہے کہ ہارے نہ ______:
(الف) سمت (ب) قسمت (ج) ہمت ✓ (د) قیمت

(9) اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ ______:
(الف) ٹوکو (ب) جھانکو ✓ (ج) روکو (د) ہانکو

(10) اپنی منزل پر پہنچنے کا کوئی نہیں کرسکتا ______:
(الف) درماں (ب) جہاں (ج) ساماں ✓ (د) آساں

(11) خدا کے سوا سب سہارے ہیں:
(الف) کمزور ✓ (ب) کڑوڑ (ج) نچوڑ (د) مڑوڑ

(12) ______ ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے:
(الف) کہاوت (ب) مقولہ (ج) محاورہ (د) مثل ✓

جواب

(1)	(ج)	(2)	(ب)	(3)	(ج)	(4)	(ج)	(5)	(د)	(6)	(ج)
(7)	(د)	(8)	(ج)	(9)	(ب)	(10)	(ج)	(11)	(الف)	(12)	(د)

اضافی مختصر سوالات

(1) خواجہ الطاف حسین حالی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: خواجہ الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔

(2) خواجہ الطاف حسین کیا تخلص استعمال کرتے تھے؟

جواب: خواجہ الطاف حسین حالی تخلص استعمال کرتے تھے۔

(3) مولانا حالی نے کون سے استادوں سے فیض حاصل کیا؟

جواب: مولانا الطاف حسین حالی نے نواب مصطفیٰ خان شیفتہ اور مرزا غالب سے فیض حاصل کیا۔

(4) مولانا حالی لاہور کب اور کیوں آئے؟

جواب: مولانا الطاف حسین حالی ۱۸۵۷ء کو لاہور آئے تھے۔ یہاں آ کر انھوں نے محمد حسین آزاد کے ساتھ مل کر نظم لکھنے کا آغاز کیا۔

(5) اُردو ادب میں مولانا حالی کا کیا مقام ہے؟

جواب: اُردو ادب میں مولانا حالی بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ وہ اُردو کے پہلے سوانح نگار اور نقاد مانے جاتے ہیں۔

(6) اُردو شاعری میں مولانا حالی کا بڑا کارنامہ کون سا ہے؟

جواب: اُردو شاعری میں حالی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی نظم ''مدوجزر اسلام'' ہے جو کہ ''مسدس حالی'' کے نام سے مشہور ہے۔

(7) سر سید احمد خان نے مسدسِ حالی کے بارے میں کیا کہا تھا؟

جواب: سر سید احمد خان نے فرمایا: ''جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا لائے ہو تو میں کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا کر لایا ہوں اور کچھ نہیں''۔

(8) نظم ''محنت کی برکات'' کون سی طویل نظم سے لی گئی ہے؟

جواب: نظم ''محنت کی برکات'' طویل ترین نظم ''مسدس حالی'' سے لی گئی ہے۔

(9) ''محنت کی برکات'' کس ہیئت میں لکھی گئی ہے؟

جواب: ''محنت کی برکات''، نظم مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔

(10) مسدس کس نظم کو کہتے ہیں؟

جواب: ایسی نظم جس کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوں ایسی نظم کو مسدس کہتے ہیں۔

(11) مشقت اور محنت کرنے والے لوگوں کو کیا حاصل ہوتا ہے؟

جواب: مشقت اور محنت کرنے والے لوگوں کو فضیلت، عزت اور فرماں روائی حاصل ہوتی ہے۔

(12) نہال کس طرح کے پودے کو کہتے ہیں؟

جواب: نہال سے مراد چھوٹے چھوٹے پودے ہیں۔

(13) الطاف حسین حالی نے جوہر سے کیا مراد لیا ہے؟

جواب: الطاف حسین حالی نے جوہر سے مراد وہ عظیم صلاحیتیں لی ہیں جو کہ قدرت نے ہمیں دی ہیں۔

www.ilmkidunya.com

(14) **اگر ہم نے زندگی میں جوہر کی قدر نہ کی تو کیا ہوگا؟**

جواب: اگر ہم نے زندگی میں جوہر کی قدر نہ کی تو پھر وہ مٹی میں مٹی ہو جائیں گی اور ہم اللہ تعالیٰ کی نعمت سے محروم ہو جائیں گے۔

(15) **شاعر نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کن چیزوں کو کہا ہے؟**

جواب: الطاف حسین حالی نے اللہ کی وہ صلاحیتیں جو اللہ تعالیٰ نے امانت کے طور پر بندوں کو عطا کی ہیں، ان کو نعمتیں کہا ہے۔

(16) **دنیا میں ہمارے لیے سب سے طاقت ور آسرا کون سا ہے؟**

جواب: دنیا میں ہمارے لیے سب سے طاقت ور آسرا اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(17) **مولانا الطاف حسین حالؔی نے دنیا کے سہاروں کو کمزور کیوں کہا ہے؟**

جواب: مولانا حالؔی نے دنیا کے سہاروں کو کمزور اور عارضی اس لیے کہا ہے کہ وقت آنے پر سب دنیاوی سہارے منہ موڑ لیتے ہیں۔

(18) **جو لوگ محنت و مشقت کی ذلت اُٹھاتے ہیں قدرت کی طرف سے انہیں کیا انعام ملتا ہے؟**

جواب: جو لوگ محنت و مشقت کی ذلت اُٹھاتے ہیں پروردگار کی طرف سے انہیں دنیا و آخرت میں بڑائی اور عزت ملتی ہے۔

(19) **حالی کے نزدیک اپنی مشکلوں کو کیسے آسان کیا جا سکتا ہے؟**

جواب: حالی کے نزدیک صرف اور صرف اللہ کی مدد اور اپنی محنت و مشقت سے اپنی زندگی کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔

(20) **''چھپا دستِ ہمت میں روزِ قضا ہے'' اس مصرعے کا کیا مطلب ہے؟**

جواب: اس مصرعے کا مطلب ہے کہ ہمت اور محنت کرنے والے ہاتھوں میں ہی تقدیر لکھی ہوتی ہے۔

(21) **اڑے وقت کے بارے میں مولانا حالؔی کیا کہتے ہیں؟**

جواب: مولانا حالؔی ہماری ہمت بندھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی اڑا یعنی مشکل آ جائے تو ہمت نہ ہارو بلکہ اپنی گاڑی کو ہانکتے چلے جاؤ۔

(22) **شاعر کے نزدیک ہمت کا حامی کون ہوتا ہے؟**

جواب: شاعر کے نزدیک ہمت کا حامی خدا ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے ''ہمتِ مرداں مددِ خدا''۔

(23) **ہم خدا کی کس امانت کے امین ہیں؟**

جواب: خدا نے اپنے بندوں کو مختلف قسم کی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ مولانا حالؔی نے ان صلاحیتوں کو چھپے ہوئے جوہر کہا ہے۔ ہم اسی امانت کے امین ہیں۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۳

جاوید کے نام

شاعر کا تعارف:

علامہ محمد اقبالؒ (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء)

علامہ اقبالؒ سیال کوٹ میں، جو سرزمینِ پنجاب کا ہمیشہ سے ہی ایک مردم خیز خطہ رہا ہے، پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی شیخ نور محمد بڑے پرہیز گار اور عبادت گزار شخص تھے اور اُن کی والدہ محترمہ امام بی بی بھی بڑی خلیق، نیک سیرت اور زاہدہ و عابدہ خاتون تھیں جن کا زیادہ وقت یا تو بچیوں کو تعلیم دینے یا پھر عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ نیکوکار والدین سے تربیت پانے کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم سید میر حسن کی معروف درس گاہ سے حاصل کی۔ علامہ اقبالؒ اپنے مقام و مرتبہ کو ہمیشہ انھی کا فیض و ثمر سمجھتے تھے۔

علامہ اقبالؒ نے ایف اے مرے کالج سیال کوٹ جب کہ بی اے اور ایم اے (فلسفہ) کے امتحانات گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس کیے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ پڑھانے کے لیے انھیں نامور فلسفہ دان پروفیسر تھامس آرنلڈ مل گئے جنھوں نے فلسفہ کے ساتھ ان کا فطری میلان دیکھ کر اس قدرتی جوہر کو اور بھی چمکا دیا۔ پروفیسر تھامس آرنلڈ اپنے احباب میں اقبال کی تعریف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: ''ایسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے۔''

بعد ازاں اقبال ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک یورپ میں مقیم رہے جہاں اُنھوں نے لندن سے بار ایٹ لا اور جرمنی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

وطن واپس آ کر آپ لاہور ہائی کورٹ میں وکالت بھی کرتے رہے مگر آپ کا اصل میدان شاعری تھا۔ ''انجمن حمایتِ اسلام'' کے جلسوں میں علامہ اقبالؒ کے نام سے رونق آ جاتی تھی۔ آپ مسلمانوں کے زوال پر بے حد غم ناک تھے اور انھیں دوبارہ بام عروج پر دیکھنے کے آرزو مند تھے۔ چناں چہ اُنھوں نے اسی بنا پر اپنی شاعری کے ذریعے خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا اور اُنھیں ساحلِ امید و یقین کی طرف رواں دواں کیا۔ مسلمان نوجوانوں میں مردِ مومن اور شاہین جیسی اصطلاحات اور علامات کے ذریعے نئی روح پھونکنے کی کوشش کی۔ انھوں نے نہ صرف تصورِ پاکستان پیش کیا بلکہ اس سلسلے میں قائد اعظمؒ کو بہت مفید عملی مشورے بھی دیے۔

شاملِ کتاب نظم ''جاوید کے نام'' ہر چند اُنھوں نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کو مخاطب ہو کر کہی ہے لیکن در اصل اس نظم میں وہ ہر مسلم نوجوان سے مخاطب ہیں۔

''بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز'' (نصف حصہ) اُن کے اُردو شعری مجموعوں کے نام ہیں جو ''کلیاتِ اقبالؒ'' کی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

مرکزی خیال

خدا کے عشق میں ڈوب کر انسان دُنیا کی بے ثباتی کا راز حاصل کرتا ہے اور اس کے اندر وہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ لالہ و گل کی خاموش زبان بھی سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ شاعر اپنی مشرقی تہذیب اور علمی اقدار پر انحصار کرنے کو کہتے ہیں کہ اپنی خودی کی حفاظت کرتے ہوئے غریبی میں رہ کر اپنا نام اور مقام پیدا کرو۔

www.ilmkidunya.com

خلاصہ

"جاوید کے نام"، نظم میں علامہ اقبالؒ بظاہر اپنے بیٹے جاوید اقبال سے مخاطب ہیں مگر وہ تمام باتیں جو اس نظم میں کہی گئی ہیں دراصل وہ پیغام عالمِ مسلمان نوجوانوں کے لیے ہے۔ اقبالؒ مسلمان نوجوانوں کو اپنے کام سے عشق، فلسفے کی سمجھ بوجھ اور محنت کی سچائی سے نیا زمانہ اور نئے صبح و شام پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فطرت کے رازوں اور مزاج کو سمجھ کر نوجوان اپنے اس مقصد اصل کے لیے اللہ نے اسے اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ علامہ یہ پیغام دیتے ہیں کہ نوجوانو! تمھیں یورپ کی ناپائیدار تہذیب سے اپنے دامن اور افکار کو بچا کر رکھنا ہے۔ یورپ کے فلسفے اور فکر سے متاثر ہونے کی بجائے اپنے مشرق کے علم اور فلسفے کی تہذیب کو اپنا کر اپنی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ علامہ خود کو انگور کی بیل کی وہ شاخ بتاتے ہیں جس پر پھل کے خوشے لٹکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میری شاعری بھی انگوروں کی طرح اپنی تہذیب کے رس سے بھری ہوئی ہے۔ اس شاعری سے رہ نمائی حاصل کرو اور اپنا مقصدِ حیات پالو۔ اپنی خودی کو کسی بھی قیمت پر نہ بیچنا بلکہ اپنی غریبی میں رہ کر اپنا نام کمانا کہ غلط راستے پر چل کر حاصل کرنے والا نام عزت اور شہرت ایک نہ ایک دن مٹی میں مل جاتی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
دن رات	صبح و شام	عشق کی دنیا	دیارِ عشق
ٹیولپ کے پھول	لالہ و گل	قدرت کو سمجھنے والا	فطرت شناس
صراحی و پیالہ یعنی تہذیب و تمدن	مینا و جام	یورپ یعنی انگریز اور یہودی قوم	گرانِ فرنگ
خالص سُرخ شراب	مئے لالہ فام	انگور کی بیل کی ٹہنی	شاخِ تاک
ضمیر کا زندہ ہونا	خودی	طرزِ عمل	طریق
بادشاہی، اقتدار	امیری	ہندوستانی مٹی کے برتن	سفالِ ہند

اشعار کی تشریح

ضروری نوٹ: دوسری گول میز کانفرنس کا زمانہ تھا اور علامہ اقبالؒ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے ہوئے تھے۔ جاوید اقبال ان کے فرزند اُن دنوں کم سن تھے۔ اُنھوں نے علامہ اقبالؒ کو پہلا خط لکھا جس میں گراموفون لانے کی فرمائش کی۔ اقبالؒ بیٹے کے لیے گراموفون تو نہ لا سکے البتہ نظم ان کے لیے لکھی جس میں تمام عالمِ اسلام کے نوجوانوں کے لیے خودی کا پیغام ہے۔

شعر 1:

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر

تشریح: اس شعر میں علامہ اقبالؒ اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے دراصل سب نوجوانوں کو کہتے ہیں کہ اے جاوید! تُو عشق کی دنیا میں یعنی خدا سے عشق میں کھو کر اپنا مقام پیدا کر۔ دراصل اقبال کہنا چاہتے ہیں کہ جب انسان خدا سے محبت کی انتہا کو پہنچ جائے تو پھر اس راز کو پا لیتا ہے جس سے انسان کو دنیا میں اس کے آنے کا مقصد پتہ چلتا ہے۔ علامہ کہتے ہیں کہ جب تُو خود کو جان لے گا تب ہی اللہ کے احکامات کے فلسفے پر عمل کرتے ہوئے زمانے میں نئی تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ اس وقت تم نئی صبحیں اور نئی شامیں پیدا کر کے باطل کا دھارا حق کی طرف موڑ دو گے۔ لہٰذا اپنے آپ کو پہچاننا بہت ضروری ہے۔

www.ilmkidunya.com

شعر2: خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گُل سے کلام پیدا کر

تشریح: اس شعر میں علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اگر خدا تجھے فطرت کو پہچاننے والا دل عطا کرے تو اس حساس دل میں قدرت کے سب راز سمجھ میں آ جائیں گے۔ علامہ کہتے ہیں کہ اگر تو فطرت کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر خاموشی سے گزارے تو لالہ و گل کی خاموشی بھی تجھ سے باتیں کرتی ہوئی سنائی دے گی۔ دراصل شاعر کہنا چاہتے ہیں کہ خدا کی بنائی ہوئی ہر چیز اپنے رب کی صناعی میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہے۔ پودے اور پھول جو بول نہیں سکتے وہ بھی قدرت کے راز جانتے ہیں لہٰذا تم بھی غور و فکر کرو گے تو اپنے ربّ کے نائب ہونے کا راز حاصل کر لو گے تو دنیا کا دھارا موڑنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ فطرت کے مظاہر کو سمجھنے سے ہی انسان خود کی شناخت کے قابل ہوتا ہے۔

شعر3: اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

تشریح: اے میرے بیٹے! یہاں پھر علامہ پورے عالمِ نوجوانان سے خطاب کرتے ہوئے بیٹے کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں کہ تُو یورپ کی تہذیب کے شیشہ گروں یعنی دانشورانِ مغرب سے سبق نہ لو۔ ان کے احسان کا بوجھ اپنے ناتواں کندھوں پر نہ ڈالو کیوں کہ اپنی تہذیب کے امانت دار تم ہی ہو۔ اپنے وطن ہندوستان کی مٹی، اس کی تہذیب اور اپنے اسلاف کے علم کی روایات کی پاس داری بھی تمھاری ذمہ داری ہے۔ یورپ کی تہذیب سونے کی طرح چمک دار ضرور ہے مگر پائیدار نہیں لہٰذا اُسے اختیار کرنے سے گریز کرو۔ اپنے وطن کے طور طریقے، اپنی رسمیں، اپنی روایات کی ہر چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کے قوانین کے عین مطابق ہے تم اس سے محبت اور وابستگی پیدا کرو۔ اپنے ہی وطن کی مٹی سے پیالہ اور صراحی بناؤ یعنی اپنے علم، روایات اور تہذیب و تمدن سے روشنی حاصل کرو۔

شعر4: مَیں شاخِ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر

تشریح: اس شعر میں علامہ اپنے آپ کو انگور کی بیل سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح انگور کی بیل پر لگے ہوئے پھل سے رَس کشید کر کے پینے کے لیے مدہوش کر دینے والی خالص سرخ شراب پیدا کی جاتی ہے۔ اسی طرح مَیں انگور کی شاخ ہوں اور اس میں لگا ہوا پھل میری شاعری ہے۔ میری شاعری میں پوشیدہ میرے پیغام کو کشید کر کے اُسے نچوڑ کر اپنے لیے ایسی سرخ شراب پیدا کر لے جو تجھے تیرے دنیا پر آنے کے مقصد سے آگاہ کر دے۔ علامہ پیغام دیتے ہیں کہ مَیں نے اپنی شاعری میں جن حقیقتوں کو آشکار کیا ہے۔ اگر تو اس فلسفے سے فائدہ اُٹھا لے تو تیری زندگی میں ولولہ پیدا ہو جائے گا۔ تُو اس مذہبی، سیاسی اور جمہوری شعور کو حاصل کر لے گا جو تیرے آباؤ اجداد کی میراث ہے۔ اس طرح تُو حق کی راہ پر چلنے کا پابند ہو جائے گا۔

شعر5: مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

تشریح: اس شعر میں علامہ اپنے اسلاف کی شناخت اور علم پر فخریہ انداز میں کہتے ہیں کہ میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے۔ علامہ اپنے بیٹے جاوید سے مخاطب ہیں کہ اگر انسان اپنی غریبی یعنی اپنی چادر کے اندر رہتے ہوئے اپنے پاؤں پھیلائے اور سادگی کو زندگی کا مقصد بنالے تو اس میں بھی وہ اپنا نام بنا لے گا۔ دراصل علامہ کہنا چاہتے ہیں کہ اکثر اوقات انسان شہرت اور نام بنانے کے لیے غلط راستے اختیار کر لیتا ہے جس کے لیے اپنی خودی تک کو بیچ دیتا ہے۔ اس کے بدلے میں اسے دولت، عزت اور شہرت سب مل جاتی ہے۔ اس شعر میں علامہ نصیحت کرتے ہیں کہ اگر انسان سچائی اور ایمان داری کا راستہ اختیار کر لے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنی غریبی میں نام پیدا نہ کر سکے۔ ایک سچا اور ایمان دار آدمی ضمیر فروشی کی بجائے غریبی میں نام پیدا کر سکتا ہے۔ محنت، لگن کا جذبہ دوسروں کی بلیک میلنگ سے بچ کر اپنی دُنیا آپ پیدا کرنے کا نام ہے۔

www.ilmkidunya.com

مشق

www.ilmkidunya.com

۱۔ نظم "جاوید کے نام" کے متن کے مطابق مصرعے مکمل کریں۔

(الف) خدا اگر ____ فطرت شناس دے تجھ کو

(ب) سکوتِ لالہ و گُل سے ____ پیدا کر

(ج) سِفالِ ہند سے ____ پیدا کر

(د) مرا طریق امیری نہیں ____ ہے

(ہ) مَیں ____ میری غزل ہے میرا ثمر

جواب

(الف)	دل	(ب)	کلام	(ج)	میناو جام	(د)	فقیری	(ہ)	شاخِ تاک

۲۔ نظم "جاوید کے نام" کے متن کو مدِنظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) "نئے صبح وشام" پیدا کرنے سے علامہ اقبالؒ کی کیا مراد ہے؟

جواب: "نئے صبح وشام" پیدا کرنے سے علامہ اقبالؒ کی مراد ہے کہ جب انسان خود کو پہچان لے گا تو پھر اللہ کے پیغام کو بھی جان لے گا۔ تب مسلمانوں میں ایسی قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ باطل کے خلاف لڑ کر دُنیا میں نئے زمانے اور نئی صبحیں پیدا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(ب) سِفالِ ہند سے میناو جام پیدا کرنے سے علامہ اقبالؒ کیا مفہوم مراد لیتے ہیں؟

جواب: یہاں علامہ اقبالؒ نے میناو جام کو استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اصل میں وہ مغرب کے فلسفے اور تہذیب کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تم نے شراب کے جام کا مزہ اُٹھانا ہی ہے تو مشرق کی مٹی سے بنے ہوئے پیالوں میں جام پیو۔ اُن کا پوشیدہ پیغام دراصل اپنے وطن اور اپنی تہذیب کے اُصولوں پر چلو اور دُنیا میں نام پیدا کرو۔

(ج) شاخِ تاک کیا ہے اور اس ثمر سے علامہ اقبالؒ کیا پیدا کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: شاخِ تاک دراصل انگور کی وہ شاخ ہے جو انگوروں کے خوشوں سے لدی ہوتی ہے جس کے رَس کو کشید کر کے سرخ شراب تیار کی جاتی ہے۔ اس شاخِ تاک کو علامہ نے پھر استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے کہ وہ انگور کی شاخ ہیں اور اُن کی شاعری اس پر لگا ہوا پھل۔ یعنی اُنھوں نے اپنی شاعری میں جو اسرار و رموز بیان کیے ہیں اُنھیں سمجھ کر اُن سے اپنے اندر مذہبی، ملی، سیاسی اور جمہوری شعور پیدا کرو۔

(د) سکوتِ لالہ و گُل سے کلام پیدا کرنے سے علامہ اقبالؒ کی کیا مراد ہے؟

جواب: سکوتِ لالہ و گُل سے کلام پیدا کرنے کا مطلب ہے کہ جب انسان کو اللہ فطرت شناس دل عطا کرتا ہے تو وہ فطرت کے پاس تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرے تو اسے پودوں اور پھولوں کی خاموشی بھی سنائی دیتی ہے کہ بے زبان ہو کر بھی وہ ہمہ وقت اپنے خالق کی عظمت و بڑائی کے گیت گاتے رہتے ہیں۔

(ہ) علامہ اقبالؒ نے اپنے طریق کو فقیری کیوں کہا ہے؟

جواب: علامہ نے اپنے طریق کو فقیری اس لیے کہا ہے کہ جب وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے جرمنی گئے اور لندن بھی تشریف لے گئے تو اُنھوں نے مشاہدہ کیا کہ لوگ جھوٹی عزت و شہرت پانے کے لیے اپنی خودی کو داؤ پر لگا دیتے ہیں اور بک جاتے ہیں۔ علامہ کہتے ہیں کہ انسان کو اگر اللہ پر

بھروسہ ہو تو اپنی غریبی میں بھی رہ کر وہ مقام حاصل کر لیتا ہے جس کے لیے لوگ غلط راستہ اپنا کر جلد منصب پر جا پہنچتے ہیں۔ مگر جھوٹ پر مبنی طاقت اور اقتدار نے ایک نہ ایک دن ڈھ ہی جانا ہوتا ہے۔

۳۔ اِعراب لگا کر درست تلفظ واضح کریں۔

صبح وشام دل فطرت شناس شاخ تاک سفال ہند مینا و جام شیشہ گران فرنگ

جواب: صُبح وشَام دلِ فِطرَت شَنَاس شَاخِ تَاک سِفَالِ ہِند مِینا و جَام شِیشَہ گرانِ فَرَنگ

خط نگاری:

خط ایک تحریری ملاقات ہے اس لیے خط کو ''نصف ملاقات'' بھی کہتے ہیں۔ خط لکھتے وقت درج ذیل امور کو پیش نظر رکھیں:

خط کے آغاز میں پیشانی پر تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) لکھیں۔

خط لکھتے وقت یوں سمجھیں کہ آپ جسے خط لکھ رہے ہیں، وہ آپ کے رُو برو بیٹھا ہے اور اس کے بڑے چھوٹے ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کریں۔

آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں الفاظ کی بچت کرتے ہوئے مختصر طور پر لکھیں اور صرف مطلب کی باتیں لکھیں تاکہ پڑھنے والے کا وقت ضائع نہ ہو۔

خط میں مقامِ روانگی، تاریخ، القاب و آداب اور نفسِ مضمون ملحوظ رکھتے ہوئے خط کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۴۔ ان ہدایات کی روشنی میں دوست کے نام گرمیوں کی چھٹیاں اپنے یہاں گزارنے کی دعوت کے حوالے سے ایک خط لکھیں۔

جواب:

اسلام آباد

25 فروری 2025

میرے پیارے دوست مجتبیٰ

السلام علیکم! مزاج بخیر۔ ہماری گرمیوں کی چھٹیاں جون کے پہلے ہفتے سے شروع ہو رہی ہیں۔ تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ اس مرتبہ چھٹیاں میرے پاس اسلام آباد میں گزارو گے۔ ہم خوب سیر و تفریح کریں گے۔ مارگلہ کی پہاڑیوں پر بھی جائیں گے اور دو چار دن مری کی سیر بھی کریں گے۔ میں تمہارے آنے کا شدت سے انتظار کروں گا۔ اور ہاں! مجھے انکار نہیں سُننا۔

تمہارا دوست

عمران بابر

۵۔ کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
دل	فطرت شناس
سکوت	لالہ و گل
شیشہ گران	فرنگ
سفال	ہند

www.ilmkidunya.com

کالم (ب)	کالم (الف)
لالہ فام	شاخ
غریبی	مئے
تاک	فقیری

جواب:

کالم (ب)	کالم (الف)
	دل
لالہ وگل	سکوت
	شیشہ گران
	سفال
	شاخ
لالہ فام	مئے
	فقیری

سرگرمیاں:

- "بالِ جبریل" میں "جاوید کے نام" ہی سے ایک اور نظم بھی موجود ہے۔ طلبہ اس نظم کو اپنی کاپی میں لکھیں اور شاملِ کتاب نظم سے اس کا موازنہ کریں۔
- شاملِ کتاب نظم بہ عنوان "جاوید کے نام" کو تمام طلبہ چارٹ کی صورت میں خوش خط لکھیں۔ جس کا چارٹ اوّل آئے، اُسے جماعت کے کمرے میں نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو نظم "جاوید کے نام" کے قوافی اور ردیف کی نشان دہی کرائیں۔

۲۔ اساتذہ "بالِ جبریل" میں موجود نظم "ایک نوجوان کے نام" بھی کلاس میں پڑھ کر سنائیں اور طلبہ کو آگاہ کریں کہ اس نظم میں بھی نوجوانوں کو خودی کا درس دیا گیا ہے۔

۳۔ اساتذہ علامہ اقبالؒ کے اسلوبِ بیان پر روشنی ڈالتے ہوئے بتائیں کہ علامہ اقبالؒ کو ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) دیارِ عشق میں اپنا مقام ______ کر:

(الف) کھویا (ب) پیدا ✓ (ج) ڈھونڈا (د) دلا

(2) اس نظم میں قافیہ ہے:

(الف) مقام (ب) شام (ج) انجان (د) پیدا کر ✓

www.ilmkidunya.com

(3) ______ نہ بیچ فقیری میں نام پیدا کر:

(الف) قیمت (ب) سوچ (ج) خودی (د) انا ✓

(4) سفالِ ہند سے ______ پیدا کر:

(الف) مینا و جام (ب) اپنا نام (ج) سہانا خیال ✓ (د) اپنا امام

(5) شاخِ تاک کہتے ہیں:

(الف) آم کی شاخ کو ✓ (ب) جامن کی شاخ کو (ج) انگور کی شاخ کو (د) امرود کی شاخ کو

(6) لالہ و گل کی خاموشی سنائی دیتی ہے:

(الف) پتھر دل کو (ب) چھوٹے دل کو (ج) کالے دل کو (د) گداز دل کو ✓

(7) ہمیں انحصار کرنا چاہیے اپنی:

(الف) شکل و صورت پر (ب) مشرقی تہذیب پر ✓ (ج) فرنگی تہذیب پر (د) جھوٹی تسلی پر

(8) علامہ اقبالؒ کو فخر ہے شناخت اور علم پر اپنے:

(الف) دوستوں کی (ب) جوانوں کی (ج) اسلاف کی ✓ (د) دنیاداری کی

(9) علامہ اقبالؒ کی نصیحت ہے کہ احسان نہ اُٹھاؤ:

(الف) کسی کے (ب) مسلمانوں کے (ج) پڑوسیوں کے (د) فرنگیوں کے ✓

(10) اگر دل فطرت شناس ہو تو وہ حاصل کر لیتا ہے:

(الف) دشمنوں کا راز (ب) ارتقا کا راز (ج) کائنات کا راز ✓ (د) شاعری کا راز

(11) اے نوجوانو! تم ہی امانت دار ہو اپنی:

(الف) شکست کے (ب) جیت کے (ج) ہار کے (د) تہذیب کے ✓

(12) کامیابی حاصل ہوتی ہے صرف ______ کے رستے پر چل کر:

(الف) مفاہمت (ب) مزاحمت (ج) مخاطمت (د) صداقت ✓

جواب

(1)	(ب)	(2)	(د)	(3)	(ج)	(4)	(الف)	(5)	(ج)	(6)	(د)
(7)	(ب)	(8)	(ج)	(9)	(د)	(10)	(ج)	(11)	(د)	(12)	(د)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) علامہ اقبال کے والد اور والدہ کا نام کیا تھا؟

جواب: علامہ اقبال کے والد کا نام شیخ نور محمد اور والدہ محترمہ کا نام امام بی بی تھا۔

(2) علامہ اقبال کے والدین کس طرح کی شخصیات تھیں؟

جواب: علامہ اقبال کے والد بہت پرہیزگار اور عبادت گزار انسان تھے۔ والدہ محترمہ امام بی بی بھی بہت خلیق، نیک سیرت خاتون تھیں جو عبادت و ریاضت میں اپنا وقت گزارتیں۔

(3) کیا علامہ اقبال کا مقام و مرتبہ ان کی اپنی محنت کا نتیجہ تھا؟

جواب: نہیں! علامہ اقبال کے نزدیک وہ اپنے مقام و مرتبہ کو ہمیشہ اپنے والدین کے فیض کا ثمر سمجھتے تھے۔

(4) علامہ اقبال نے ایف اے اور بی اے کہاں سے کیا؟

جواب: علامہ اقبال نے مرے کالج سیالکوٹ سے ایف اے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔

(5) گورنمنٹ کالج لاہور میں علامہ اقبال نے فلسفہ کس استاد سے پڑھا؟

جواب: گورنمنٹ کالج لاہور میں علامہ اقبال نے فلسفہ پروفیسر تھامس آرنلڈ سے پڑھا۔

(6) پروفیسر آرنلڈ علامہ اقبال کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟

جواب: وہ فرماتے تھے کہ ''اقبال جیسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے''۔

(7) علامہ اقبال نے لندن اور جرمنی سے کون سی ڈگریاں حاصل کیں؟

جواب: لندن سے علامہ اقبال نے بارایٹ لا اور جرمنی سے فلسفے میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

(8) ''جاوید کے نام'' نظم انھوں نے کس سے مخاطب ہو کر کہی؟

جواب: یہ نظم اُنھوں نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کو مخاطب کر کے کہی مگر اس میں چھپا پیغام دراصل ہر مسلمان نوجوان چاہے وہ دنیا کے جس بھی خطے میں ہو اس کے لیے ہے۔

(9) دیارِ عشق سے کیا مراد ہے؟

جواب: دیارِ عشق کے لفظی معنی ہیں عشق کی سرزمین۔ اقبال کا پیغام چوں کہ کائناتی ہے۔ وہ سب مسلمان نوجوانوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے نوجوانو! تم عشقِ اللہ کی دنیا میں اپنا مقام اور مرتبہ پیدا کرو۔

(10) ''نیا زمانہ اور نئے صبح و شام'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب: علامہ کے نزدیک فرسودہ روایات کو ترک کر کے نئی دنیا پیدا کرنے کا مطلب ہے کہ جس طرح حضور ﷺ آنے کے بعد جہالت کا اندھیرا مٹا دیا اور نئے صبح و شام پیدا کیے۔ اسی طرح آج کا نوجوان بھی آپؐ کے راستے پر چل کر انقلاب برپا کر سکتا ہے۔

(11) شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان سے کیا مراد ہے؟

جواب: شیشہ گرانِ فرنگ اقبال نے شیشے بنانے والے انگریز قوم کو کہا ہے۔ دراصل علامہ کہتے ہیں کہ یورپی تہذیب کا احسان مت اُٹھاؤ۔

(12) سفالِ ہند سے علامہ اقبال کی کیا مراد ہے؟

جواب: سفالِ ہند کے لفظی معنی ہیں ہندوستان کی مٹی سے بنے ہوئے برتن۔ لیکن یہاں اقبال کی مراد ہے کہ اپنے مشرقی تہذیب و روایات کو اپنانا از حد ضروری ہے۔

(13) شاخِ تاک کس کو کہتے ہیں؟

جواب: انگور کی بیل میں وہ شاخ جس پر رسیلے انگوروں کے گچھے ہوں اُسے شاخِ تاک کہتے ہیں۔

(14) مئے لالئہ فام کسے کہتے ہیں؟

جواب: مئے لالئہ فام اس خالص سُرخ شراب کو کہتے ہیں جو رسیلے انگوروں کو کشید کر کے بنائی جاتی ہے۔

(15) امیری اور فقیری میں کیا فرق ہے؟

جواب: دولت مندی، بادشاہی اور اقتدار کی طاقت کو اور اختیار کی قوت کو امیری کہتے ہیں۔ جب کہ فقیر کا لفظی مطلب ہے درویش، غریبی، مُفلسی، ناداری وغیرہ۔ اس میں اقبال نفس کشی اور قناعت کو فقیری کہتے ہیں۔

(16) اس نظم میں لالہ وگل سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس نظم میں لالہ وہ گل سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ خوبصورت فطرت۔ لالہ وگل فارسی زبان کا لفظ ہے یہ گہرے سرخ رنگ کا پھول ہے۔ گل کا مطلب قدرت کے بے شمار رنگا رنگ پھول۔

(17) اقبال نے غریبی میں کیسے نام پیدا کرنے کو کہا؟

جواب: اقبال نے کہا کہ اپنی خودی کو کسی بھی قیمت پر مت بیچو۔ اپنی عزت کو قائم رکھو خواہ تمہیں مُفلسی میں ہی کیوں نہ رہنا پڑے اور اپنے نفس کو مارنا پڑے۔

(18) علامہ اقبال کے مجموعے بانگِ درا میں کس کے لیے نظمیں لکھیں؟

جواب: بانگِ درا میں علامہ اقبال نے بچوں کے لیے نظمیں لکھیں۔

(19) ''جاوید کے نام'' نظم علامہ اقبال کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

جواب: یہ نظم علامہ اقبال کے مجموعے ''بانگِ درا'' میں شامل ہے۔

(20) اس نظم میں دلِ فطرت شناس کس کو کہا گیا ہے؟

جواب: علامہ اقبال نے دلِ فطرت شناس ایک ایسے نرم گداز دل کو کہا ہے جس میں محبت کا جذبہ موجزن ہو اور وہ فطرت کی خاموشیاں بھی سمجھ سکے۔

(21) علامہ اقبال نے مغربی تہذیب پر کس طرح تنقید کی ہے؟

جواب: علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کو کھوکھلا اور دکھاوے پر مبنی کہا ہے۔ اقبال اسلام اور رسولؐ کے عاشق ہیں۔ ان کے خیال میں مغرب عارضی چمک دمک رکھتا ہے۔

(22) علامہ اقبال نے اپنے بیٹے کو کس طریق کی تاکید کی؟

جواب: علامہ اقبال نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کو فقیری کے طریق کو اپنانے کی تاکید کی۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۴ — پیامِ لطیفؒ

شاعر کا تعارف: شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (۱۶۸۹ء-۱۷۵۲ء)

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا شمار سندھ کی بزرگ ترین شخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ سرزمینِ سندھ میں اپنے کردار و گفتار اور حسنِ عمل سے ایک دنیا کی فکری و روحانی تربیت اور فیوض و برکات کا باعث بنے اور اپنے سندھی کلام سے سندھ کو محبت، امن، رواداری اور بھائی چارے کا گہوارہ بنانے کی تعلیم دی۔ آپؒ کا آباد کردہ ریت کا ٹیلا "بھٹ" دنیا بھر میں بھٹ شاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ آپؒ کی سندھی شاعری کا مجموعہ "شاہ جو رسالو" کے نام سے شائع ہوا جس کا منظوم اُردو ترجمہ شیخ ایاز نے کیا۔ شاملِ کتاب اقتباس "شاہ جو رسالو" کے ایک حصے سے مستعار چند اشعار کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔

شیخ ایاز (مترجم) (۱۹۲۳ء-۱۹۹۷ء)

شیخ ایاز، جن کا پورا نام شیخ مبارک علی ہے، کی جائے ولادت صوبہ سندھ کا شہر شکار پور ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ غلام حسین تھا جنھیں سندھی، فارسی اور اُردو زبانوں کے ساتھ بڑا لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے گھر میں اُس زمانے کے معروف رسائل: "ہمایوں، ادبی دنیا اور نیرنگِ خیال" وغیرہ باقاعدگی سے آتے تھے۔

شیخ ایاز نے میٹرک تک کی تعلیم اپنی آبائی شہر شکار پور ہی میں حاصل کی۔ اس کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے کراچی چلے گئے لیکن ناسازگار حالات کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکے اور شکار پور لوٹ آئے اور حالات سازگار ہوتے ہی از سرِ نو حصولِ تعلیم کا ناتا جوڑا اور کراچی سے بی اے اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں اور کراچی ہی میں پریکٹس شروع کر دی مگر بعد میں ترکِ سکونت کر کے سکھر آ گئے اور تادمِ واپسیں پریکٹس بھی وہیں کرتے رہے۔

آپ کا پہلا ادبی کارنامہ شکار پور سے ادبی رسالے "آگی قدم" کا اجرا تھا۔ شیخ ایاز کو اُن کی ادبی خدمات کی بنا پر حکومتِ پاکستان کی طرف سے "ہلالِ امتیاز" کا اعزاز دیا گیا۔ آپ نے کراچی میں وفات پائی مگر آپ کو شاہ عبداللطیف بھٹائی کے ساتھ بے پناہ عقیدت کی بنا پر اُن کے مزار کے نزدیک ہی سپردِ خاک کیا گیا۔

شیخ ایاز کا شمار جدید سندھی ادب کے بانیوں میں کیا جاتا ہے۔ آپ کو مزاحمتی ادیب، ترقی پسند شاعر اور سندھی صوفی بزرگ شاعر عبداللطیف بھٹائی کے منظوم مترجم کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

مرکزی خیال

اس پوری کائنات کا خالق و مالک و رازق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جو شخص بھی اللہ اور رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ایمان لاتا ہے وہ دوسروں پر فوقیت حاصل کر لیتا ہے۔ افسوس کہ انسان دُنیا کی جھوٹی چمک دمک میں کھو چکا ہے۔

خلاصہ

اے ربِ رحیم تُو ہی اوّل و آخر ہے، تُو ہی قائم دائم ہے۔ صرف ہمیں تیرا ہی آسرا ہے۔ تیری جتنی بھی تعریف کریں کم ہے۔ تُو ہی اعلیٰ اور علیم ہے۔ تُو ہی واحد رازقِ کائنات اور سب جہانوں کا والی ہے۔ کامل ایمان کے ساتھ جس نے حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مرتبہ جانا تو اسے دوسروں پر فوقیت ملی۔ جس نے اس قادرِ مطلق کو وحدہٗ لاشریک جانا تو اس نے اپنی ہستی کو پہچانا۔ میں نے گوہرِ بے بہا کو چھوڑ کر اپنا دامن پتھروں سے بھر لیا۔ میں نے اپنی غفلت سے اس عہد کو توڑ دیا جو مالک کے ساتھ کیا تھا۔ اب میں کشتی طوفان میں گھری ہوئی ہے۔

www.ilmkidunya.com

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
قائم		رازق	رزق دینے والا
قدیم	سب سے پرانا	ایمانِ کامل	اللہ اور رسول ﷺ پر مکمل ایمان
تمنا	خواہش، آرزو	فوقیت	دوسروں پر برتری
توصیف	تعریف، تحسین	واحدہٗ لاشریک	اللہ کی واحد اور یکتا ذات
شش جہات	اُوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے	سنگ ریزے	پتھر اور روڑے
عہد	وعدہ	گوہرِ بے بہا	بے شمار موتی
غفلت	لاپرواہی	معصیت	گناہ

اشعار کی تشریح

بند 1:

تیری ہی ذات اوّل و آخر — تُو ہی قائم ہے اور تُو ہی قدیم
تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے — تیرا ہی آسرا ہے، ربِ کریم
کم ہے جتنی کریں تیری توصیف — تُو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی علیم
والیِ شش جہات، واحد ذات — رازقِ کائنات، ربِ رحیم

تشریح: شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھ کے صوفی شاعر تھے۔ ان کی شاعری انسان دوستی، محبت، امن، رواداری اور تصوف پر مبنی ہے۔ نصاب میں شامل یہ کلام کا منظوم اُردو ترجمہ سندھی کے معروف شاعر شیخ ایاز نے کیا ہے۔ تشریح طلب شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اے ربِّ کریم! تیری ذات سب سے پہلے تھی اور آخر تک رہے گی۔ کائنات کی تخلیق سے بہت پہلے بھی تُو ہی تھا اور دُنیا کے ختم ہونے کے بعد بھی صرف تُو ہی رہے گا۔ ہماری ہر تمنا اور ساری اُمیدیں تیری ہی ذات سے وابستہ ہیں۔ ہم دنیا کے سب الفاظ بھی اکٹھے کرلیں تب بھی تیری تعریف مکمل نہیں ہوگی کیوں کہ تُو ہی سب سے اعلیٰ ہے اور تُو ہر شے سے واقف اور باخبر ہے۔ کائنات کی ہر چیز کو رزق بھی تیری ہی ذات سے ملتا ہے۔ تُو نہایت رحم کرنے والا یکتا ہے اور سب جہانوں کا والی ہے۔

بند 2:

ایمانِ کامل کے ساتھ جس نے بھی — دل سے مانا، زبان سے جانا
جس کی خاطر بنی ہے یہ دُنیا — اس محمدؐ کا مرتبہ جانا
فوقیت اُس کو دوسروں پہ ملی — اپنی ہستی کو اُس نے پہچانا
جس نے اُس قادرِ حقیقی کو — وحدہٗ لاشریک ہے جانا

تشریح: جس کسی نے بھی پورے یقین کے ساتھ دل کی تمام تر سچائیوں سے حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذاتِ مبارک کا مقام و مرتبہ پہچانا اور یہ کہ یہ دنیا نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خاطر ہی بنائی گئی۔ ربِ تعالیٰ نے اس کو دوسروں پر فوقیت عطا کی۔ اللہ کہتا ہے کہ اگر محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس کائنات کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ہی سجایا گیا ہے اور وہی ہمارے نجات دہندہ ہیں۔ شاعر مزید کہتا ہے کہ جو شخص اپنی ذات کو پہچان لیتا ہے وہ اللہ کے ہونے کا راز جان لیتا ہے۔ جب اللہ کا عرفان حاصل ہو جائے تو اس انسان پر یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ انسان کتنا بے بس ہے اور ہر چیز کا مالک اور قادرِ مطلق بس صرف خدا ہے۔ وہ واحد اور یکتا ہے۔ خدا کو پہچان لینے کے بعد خدا اس کا پیغام بھی سمجھ لیتا ہے اور یہی اس کی نجات کا رستہ ہے۔

www.ilmkidunya.com

بند 3: سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن گوہر بے بہا کو چھوڑ دیا
موجِ طوفانِ معصیت نے آہ! میری کشتی کے رُخ کو موڑ دیا
ہائے وہ عہد جس کو اے مالک! اپنی غفلت سے مَیں نے توڑ دیا

تشریح: نظم کا یہ بند پورے کا پورا تصوف میں ڈھلا ہوا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے جب ایک ہی دن ساری روحوں کو اللہ نے تخلیق کیا اور پھر دنیا میں بھیجنے سے قبل وعدۂ الست میں مجھے اپنی اطاعت میں لینے کا عہد لیا تھا۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں پوری طرح سے اللہ کا اطاعت گزار بندہ بنوں گا۔ مگر افسوس کہ اس دنیا میں آکر جب میں نے ہوش سنبھالا تو اس دنیا کی چمک دمک سے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور میں اپنے وعدے کو بھول گیا۔ میں گناہوں کے منجدھار میں ڈوب گیا۔ دنیاداری کی لالچ نے مجھے صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیا اور میری کشتی کا رُخ اَن دیکھے طوفانوں میں گھر گیا۔ خدا نے مجھے دردِل کے واسطے پیدا کیا تھا مگر افسوس کہ میں نے خدمتِ خلق کی بجائے اپنے آپ سے محبت، جھوٹ، غیبت، خودغرضی اور حسد کے پتھروں سے اپنا دامن بھر لیا۔ اس بند میں شاعر کفِ افسوس ملتا ہے اور خدا سے فریاد کرتا ہے کہ مجھے تکبر اور گناہوں سے بچالے اور راہِ راست پر ڈال دے۔

مشق

۱۔ **نظم "پیامِ لطیف" کے متن کے مطابق مصرے مکمل کریں۔**

(الف) تیری ہی ذات ________
(ب) ________ ، ربّ رحم
(ج) تیرا ہی آسرا ہے ________
(د) ________ کے ساتھ جس نے بھی
(ہ) جس نے اُس ________ کو

جواب

(الف)	اوّل و آخر	(ب)	رازقِ کائنات	(ج)	ربِّ کریم	(د)	ایمانِ کامل	(ہ)	قادرِ حقیقی

۲۔ **نظم "پیامِ لطیف" کے متن کے مدِنظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔**

(الف) شاعر نے کس کا آسرا ڈھونڈا ہے؟

جواب: شاعر نے ربّ تعالیٰ کا آسرا ڈھونڈا ہے۔

(ب) شاعر کے نزدیک دوسروں پر فوقیت کس کو ملتی ہے؟

جواب: جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مقام و مرتبہ پہچانا شاعر کے نزدیک اُسے دوسروں پر فوقیت ملتی ہے۔

(ج) شاعر نے "تُو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی علیم" کسے کہا ہے؟

جواب: شاعر نے "تُو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی علیم" بے شک اللہ تعالیٰ کو کہا ہے۔

(د) "شش جہات" سے کون کون سی جہت مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد چھے سمتیں ہیں۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے۔

(ہ) شاعر نے گوہرِ بے بہا کو چھوڑ کر کس چیز سے اپنا دامن بھر لیا ہے؟

جواب: شاعر نے گوہرِ بے بہا کو چھوڑ کر اپنا دامن سنگ ریزوں سے بھر لیا ہے۔

(و) شاعر کی کشتی کے رُخ کو کس چیز نے موڑ دیا ہے؟

جواب: دنیا کی لالچ اور گناہوں نے شاعر کی کشتی کے رُخ کو موڑ دیا ہے۔

۳۔ کالم (الف) کو کالم (ب) کے ساتھ اس طرح ملائیں کہ نظم "پیامِ لطیف" کے مصرعے مکمل ہو جائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
تیرا ہی آسرا ہے	اور تُو ہی علیم
تُو ہی اعلیٰ ہے	دوسروں پہ ملی
فوقیت اُس کو	ربّ کریم
رازقِ کائنات	بھر لیا دامن
سنگ ریزوں سے	مَیں نے توڑ دیا
اپنی غفلت سے	ربّ رحیم

جواب:

کالم (الف) اور کالم (ب)
تیرا ہی آسرا ہے ربّ رحیم
تُو ہی اعلیٰ ہے اور تُو ہی علیم
فوقیت اُس کو دوسروں پہ ملی
رازقِ کائنات ربّ کریم
سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن
اپنی غفلت سے مَیں نے توڑ دیا

۴۔ نظم "پیامِ لطیف" کے درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

آسرا تمنا توصیف رازق دُنیا کشتی عہد موج

جواب:

الفاظ	جملے
آسرا	اصغر کو اپنے ماں باپ کا بہت بڑا آسرا تھا۔
تمنا	میری تمنا ہے کہ مَیں بہترین مصور بنوں۔
توصیف	اللہ تعالیٰ کی توصیف بیان کرنا میرے بس سے باہر ہے۔
رازق	ہمارا رازق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
دُنیا	یہ دُنیا جی لگانے کی جگہ نہیں ہے۔

www.ilmkidunya.com

کشتی	ملاحوں کی کشتی آرام سے کنارے پہنچ گئی۔
عہد	مغلیہ عہد میں شاندار باغ اور قلعے بنے۔ کیا تمھیں اللہ سے کیا عہد یاد نہیں؟
موج	وہ ہر وقت اپنی ہی موج میں رہتا ہے۔

علمِ بدیع: بدیع کے لغوی معنی تو انوکھا، نادر یا نئی چیز کے ہیں لیکن اُردو ادب کی اصطلاح میں علمِ بدیع اس علم کو کہتے ہیں جس سے تحسین و تزئینِ کلام کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ علمِ بدیع کی دو قسمیں ہیں: صنائع لفظی اور صنائع معنوی، یعنی لفظوں اور معنوں کے لحاظ سے نکات اور باریکیاں بیان کرنا۔ صنائع لفظی و معنوی کا بیان بڑا تفصیل طلب ہے اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے معنوی لحاظ سے یہاں صرف تین اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔

صنعتِ تلمیح: تلمیح کے لغوی معنی ہیں: اشارہ کرنا۔ ادب کی اصطلاح میں کلام میں کسی مشہور قصے، واقعے، شخصیت، جگہ، داستان یا روایت کی طرف اشارہ کرنے کو تلمیح کہتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی　　　میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

اس شعر میں ''ابنِ مریم'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جو مُردوں کو بحکم ربی زندہ کیا کرتے تھے۔

صنعتِ تکرار: تکرار کے لفظی معنی ہیں: بار بار دہرانا لیکن اصطلاح میں صنعتِ تکرار ایسی صنعت کو کہتے ہیں جہاں مصرعوں یا شعروں میں ایک لفظ کو دو بار یا دو سے زیادہ بار دہرایا جا سکے۔ جیسے: کیسے کیسے، کہاں کہاں، رفتہ رفتہ وغیرہ۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ کیجیے۔

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

صنعتِ تضاد: علمِ بدیع کی اصطلاح میں کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے متضاد یا اُلٹ ہوں۔ مثال کے طور پر ہنسنا اور رونا، سیاہ اور سفید، اُمید و نا اُمیدی، رنج اور خوشی، مقدم اور موخر، زمین اور آسمان وغیرہ۔ مثلاً یہ شعر:

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے　　　اگر نصیب تیرے کوچے کی گدائی ہو

اس شعر میں ''بادشاہی اور گدائی'' کے الفاظ ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

۵۔ درج ذیل اشعار میں نشان وہی کریں کہ صنعتِ تلمیح، صنعتِ تکرار یا صنعتِ تضاد میں سے کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے۔

جواب:
- سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن　　　گوہرِ بے بہا کو چھوڑ دیا (صنعتِ تضاد)
- موجِ طوفانِ معصیت نے آہ!　　　میری کشتی کے رُخ کو موڑ دیا (صنعتِ تلمیح)
- ہائے وہ عہد جس کو اے مالک!　　　اپنی غفلت سے میں نے توڑ دیا (صنعتِ تکرار)

تلخیص نگاری:

تلخیص نگاری سے مراد کسی اقتباس یا عبارت کا خلاصہ اس طرح بیان کرنا ہے کہ اُس کا اختصار تقریباً جامع الفاظ میں ظاہر ہو جائے۔ تلخیص کرتے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

www.ilmkidunya.com

- تلخیص اصل جملے یا اقتباس کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔
- تلخیص میں مترادف الفاظ کا استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ جامع قسم کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔
- تلخیص میں تشبیہ یا مثال نہیں دیا کرتے۔
- اگر تلخیص میں ایک یا دو اسمِ معرفہ قبیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو وہ تلخیص میں ضرور آجائیں گے۔
- تلخیص کا عمل تشریح کے عمل کے متضاد ہوتا ہے یعنی کم از کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم ادا کیا جاتا ہے۔

مثالیں: مثلاً ذیل کے دو جملوں کی تلخیص یوں ہوگی:

میں نے آج یکم اکتوبر بروز جمعرات سکول میں اُردو کے مضمون کا ٹیسٹ دیا۔

- میں نے آج سکول میں اُردو کا ٹیسٹ دیا۔

گزشتہ دنوں اتوار کے روز ہم سب بہن بھائیوں نے اپنے والدین کے ہم راہ چڑیا گھر دیکھا۔

- اتوار کو ہم نے چڑیا گھر دیکھا۔

۶۔ درج ذیل جملوں کی تلخیص کریں۔

(الف) جناب عالی! میں آپ کی ہر بات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔

جواب: جناب! میں آپ کا فرماں بردار ہوں۔

(ب) ہم نے احمد سے زیادہ عدل و انصاف، جرأت و ہمت، لطف و کرم اور جود و سخا کا حامل شخص نہیں دیکھا۔

جواب: احمد سب سے زیادہ منصف، دلیر، رحم دل اور سخی ہے۔

سرگرمیاں:

- تمام طلبہ اپنے استاد کی راہ نمائی میں یا انٹرنیٹ سے سندھ کے صوفی شاعر شاہ عبدالطیف بھٹائی کے بارے میں معلومات کو چارٹ پر لکھیں۔ جس کا چارٹ اوّل آئے، اُسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔
- نظم ''پیامِ لطیف'' میں جو پیام بیان ہوا ہے، اُسے طلبہ اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ ہر زبان کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ جب ایک زبان کی تحریر کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے تو دونوں زبانوں کے مزاج کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو شاہ عبدالطیف بھٹائی کے مزار کی کوئی واضح سی تصویر یا مووی دکھائیں اور اُن سے استفسار کریں کہ انھوں نے اس تصویر یا مووی سے کیا اخذ کیا؟

۳۔ اساتذہ طلبہ کو شیخ ایاز کا کوئی اور منظوم اقتباس پڑھ کر سنائیں اور اس بارے میں گفت گو کریں۔

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

(1) شاہ عبداللطیف بھٹائی شاعر تھے:

(الف) بلوچی کے (ب) پنجابی کے (ج) سندھی کے ✓ (د) اُردو کے

(2) شاہ عبداللطیف نے اپنی شاعری کے ذریعے درس دیا:

(الف) صوبائیت کا (ب) سیاست کا (ج) نفرت کا (د) رواداری کا ✓

(3) سندھی زبان میں ریت کے ٹیلے کو کہتے ہیں:

(الف) مینا (ب) بھٹ ✓ (ج) بھٹہ (د) ٹیلا

(4) شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کا اُردو میں منظوم ترجمہ کیا:

(الف) شیخ امتیاز نے (ب) شیخ نیاز نے (ج) شیخ ایاز نے ✓ (د) شیخ سرفراز نے

(5) صرف اور صرف ہمیں آسرا ہے:

(الف) انسانوں کا (ب) دنیا کا (ج) لوگوں کا (د) ربّ تعالیٰ کا ✓

(6) سب سے کریم اور رحیم ذات ہے میرے:

(الف) دوست کی (ب) اللہ کی ✓ (ج) استاد کی (د) ابا کی

(7) دنیا میں فوقیت حاصل ہوتی ہے:

(الف) دولت والے کو (ب) اقتدار والے کو (ج) عہدے والے کو (د) نبی کریمؐ کو پہچاننے والے کو ✓

(8) پیامِ لطیف کے کلام میں شاعر نے ذکر کیا ہے:

(الف) حضرت موسیٰؑ کا (ب) حضرت محمدؐ کا ✓ (ج) حضرت عیسیٰؑ کا (د) حضرت دانیالؑ کا

(9) میری کشتی کے رُخ کو موڑ دیا ہے:

(الف) طوفانی بارش نے (ب) لال آندھی نے (ج) موجِ طوفانِ معصیت نے ✓ (د) پتھروں نے

(10) انسان بھول گیا رب سے کیے ہوئے اپنے:

(الف) عمل کو (ب) وفا کو (ج) گزارش کو (د) عہد کو ✓

جواب

(1)	(ج)	(2)	(د)	(3)	(ب)	(4)	(ج)	(5)	(د)
(6)	(ب)	(7)	(د)	(8)	(ب)	(9)	(ج)	(10)	(د)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) شاہ عبداللطیف بھٹائی کا شمار کن شخصیات میں ہوتا ہے؟

جواب: شاہ عبداللطیف بھٹائی کا تعلق سندھ کی بزرگ شخصیات میں ہوتا ہے۔

(2) شاہ عبداللطیف بھٹائی کس وجہ سے مشہور تھے؟

جواب: آپ اپنی صوفیانہ شاعری محبت، امن اور رواداری کا گہوارہ ہونے کی وجہ سے مشہور تھے۔

(3) شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنے کلام کے ذریعے کیا پیغام دیا؟

جواب: شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنے کلام میں محبت، امن، رواداری، بھائی چارے اور مساوات کا پیغام دیا۔

(4) شاہ عبداللطیف بھٹائی کی کتاب کس نام سے مشہور ہے؟

جواب: شاہ عبداللطیف بھٹائی کی کتاب ''شاہ جو رسالو'' کے نام سے مشہور ہے۔

(5) شیخ ایاز کا پورا نام کیا ہے؟

جواب: شیخ ایاز کا پورا نام شیخ مبارک علی ہے۔

(6) شیخ ایاز نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جواب: آپ نے میٹرک اپنے آبائی شہر شکارپور سے کیا۔ اس کے بعد کراچی سے بی اے اور ایل ایل بی کیا۔

(7) شیخ ایاز کس پیشے سے منسلک ہوئے اور کہاں پریکٹس کرتے رہے؟

جواب: شیخ ایاز وکالت کے پیشے سے منسلک ہوئے اور کراچی سے پریکٹس شروع کی پھر سکھر آ گئے۔

(8) حکومت پاکستان کی طرف سے شیخ ایاز کو کون سا اعزاز دیا؟

جواب: حکومت پاکستان کی طرف سے شیخ ایاز کو ''ہلالِ امتیاز'' دیا گیا۔

(9) شیخ ایاز کی وجہ شہرت کیا ہے؟

جواب: آپ کی وجہ شہرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کا ترجمہ کرنا ہے۔

(10) شاعر نے کس کی ذات کو اوّل و آخر کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو اوّل و آخر کہا ہے۔

(11) علیم اور رحیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: علیم سے مراد بے انتہا علم رکھنے والا یعنی اللہ تعالیٰ ہے۔ رحیم کا مطلب ہے رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا۔

(12) پیامِ لطیف کس مشہور شاعر کا کلام ہے؟

جواب: پیامِ لطیف سندھی صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کا کلام ہے۔

www.ilmkidunya.com

(13) ایمانِ کامل کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایمانِ کامل سے مرایہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر مکمل ایمان رکھنا۔

(14) شاعر نے کس عہدِ وفا کے ٹوٹنے کی بات کی ہے؟

جواب: شاعر نے اللہ کے احکامات کو بھلا دینے کو عہدِ وفا کے ٹوٹ جانے سے جوڑا ہے۔

(15) قائم اور قدیم کس ذات کی صفات ہیں؟

جواب: قائم اور قدیم ربّ تعالیٰ ہی کی صدات ہیں

(16) جو لوگ توحید و رسالت پر ایمان لاتے ہیں انہیں کیا حاصل ہوتا ہے؟

جواب: توحید و رسالت پر ایمان لانے والوں کو ایمان کامل حاصل ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے دوسروں پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔

(17) شاہ عبداللطیف بھٹائی نے سنگ ریزے کس کو کہا؟

جواب: شاہ عبداللطیف بھٹائی نے سنگ ریزے اصل میں غلطیوں اور گناہوں کو سنگ ریزے کہا ہے۔

www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com

سبق ۱۵ کرکٹ اور مشاعرہ

www.ilmkidunya.com

شاعر کا تعارف: دلاور فگار (۱۹۲۹ء-۱۹۹۸ء)

اصل نام دلاور حسین اور فگار تخلص کرتے تھے۔ جائے ولادت بدایوں (یو پی، انڈیا) ہے، جہاں ان کے والدِ گرامی شاکر حسین ایک مقامی سکول میں استاد تھے۔ شعر کہنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ابتدا میں "شباب" تخلص کرتے تھے۔ والد کی ناگہانی وفات کے بعد بسلسلۂ روزگار محکمہ ڈاک میں ملازمت اختیار کر لی لیکن اس کے باوجود اپنی تعلیم کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیا اور بی اے کرنے کے بعد تدریس و تعلیم کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ اسی دوران میں آگرہ یونی ورسٹی سے اُردو اور معاشیات کے مضامین میں ایم اے کے امتحانات پاس کر لیے اور بدایوں کو خیر آباد کہہ کر کراچی چلے آئے اور پھر اسی شہر کو اپنا مسکن بنا لیا۔ بعد ازاں کچھ عرصہ تک "کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی (کے ڈی اے)" میں بھی ملازمت کی۔

دلاور فگار فطری طور پر موزوں طبع واقع ہوئے تھے۔ ابتدا میں سنجیدہ شاعری کرتے تھے جس کا مجموعہ "حادثے" کے عنوان سے شائع ہوا۔ انھی دنوں ایک دوست کو کچھ مزاحیہ نظمیں لکھ کر دینا شروع کیں تو ان نظموں کو بڑا پسند کیا گیا۔ جب دوستوں کو معلوم ہوا کہ ان نظموں کے خالق دلاور فگار ہیں تو دوستوں نے کہا کہ آپ کا میلانِ طبع تو مزاح کی طرف ہے اور مزاحیہ نظمیں کہنے کے لیے اصرار کیا تو مزاحیہ رنگ میں کہنے لگے اور اَن گنت نظمیں کہہ ڈالیں۔

دلاور فگار کے شعری مجموعوں میں "انگلیاں فگار اپنی، ستم ظریفیاں، شامتِ اعمال، آداب عرض، مطلع عرض ہے، خدا جھوٹ نہ بلوائے، چراغِ خنداں اور کہنا سنا معاف" شامل ہیں۔ یہ سب مجموعے "کلیاتِ فگار" کی شکل میں بھی چھپ گئے ہیں۔

دلاور فگار نے معروف امریکی سیاست دان اور امریکہ کے صدر جمی کارٹر کی کتاب "Why not the best?" کا "خوب تر کہاں" کے نام سے اُردو ترجمہ کیا۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے ان کی علمی و ادبی خدمات کی بنا پر اُنھیں بعد از وفات تمغۂ حسنِ کارکردگی سے نوازا گیا۔

دلاور فگار بڑے زُود اور بسیار گو واقع ہوئے تھے اور ایک ہی نشست میں درجنوں شعر کہہ دیتے تھے اور ہر بار نئے موضوع پر کہتے تھے۔ دلاور فگار کو ان کی مزاحیہ شاعری اور اُن کے ظریفانہ رویوں کی بنا پر "شہنشاہِ ظرافت" اور "اکبر ثانی" کے القابات سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

شاملِ کتاب نظم "کرکٹ اور مشاعرہ" میں شاعر نے حقیقتِ حال بیان کرتے ہوئے مزاحیہ دل آویز انداز میں کرکٹ کے کھیل کا موازنہ مشاعرے کے ساتھ کیا ہے۔

مرکزی خیال

آج کل کے زمانے میں مشاعرہ جو کہ خالص ادبی بیٹھک ہوتی ہے وہ بھی کرکٹ کی کھیل کی طرح ہو گیا ہے۔ دونوں جگہوں میں کوئی رَن آؤٹ ہوتا ہے تو کوئی کلین بولڈ۔ دونوں طرف مقدر کا ہی کھیل لگتا ہے۔ بدقسمت کھلاڑی دونوں میدانوں میں فیل ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ

کرکٹ وہ کھیل ہے جو عوام میں مقبول ہے۔ اس نظم میں دلاور فگار نے مزاحیہ اور دل آویز انداز میں کرکٹ کے کھیل اور مشاعرے کا موازنہ کیا ہے۔ کرکٹ میں کھیلنے والے کھلاڑی ہوتے ہیں اور مشاعروں میں شاعر لوگ۔ کرکٹ کے میدان میں امپائر فیصلہ کرتے ہیں تو مشاعروں میں صدر مشاعرہ۔ کرکٹ میں مسلسل پریکٹس کام آتی ہے تو مشاعروں میں سُر اور لے سے شعر پڑھنا کامیابی کی کنجی ہے۔ کرکٹ کے کھیل میں اگر ایل بی ڈبلیو اور نو بال کا چکر ہے تو شاعری میں بے وزن شعر اور مذکر مونث کا چکر چلتا ہے۔ ہر شاعر خود کو مشاعرے کا کپتان تصور کرتے ہوئے سٹیج پر اُترتا ہے۔ کرکٹ میں اناڑی کھلاڑی شائقین کے لیے بیزاری کا سبب بنتے ہیں تو کچھ متشاعر ناظرین کا دماغ چاٹتے ہیں۔ الغرض کہ کرکٹ اور مشاعرے میں بے حد مماثلت پائی جاتی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تفریح	کھیلوں سے دل کو بہلانا	مشاعرہ	جہاں شاعر شعر سناتے ہیں
گیم	کھیل	ایم	انگریزی کا لفظ ہے مطلب ارادہ
امپائر	کرکٹ کھیل میں فیصلہ کرنے والا	صدر نشیں	مجلس کی صدارت کرنے والا
ریاض	مشق کرنا	نوبال	قاعدے کے خلاف گیند کرانا
کلام	شاعری	فاؤل	قانون کے خلاف کھیلنا
چکر	اُلجھانا	اہمال	بے معنی ہونا
مقدر	قسمت	عندلیب	بُلبل
ہٹ لگانا	چوکے چھکے مارنا	اناڑی	ناتجربہ کار
متشاعر	بناوٹی شاعر	پھسڈی	پیچھے رہ جانے والا

اشعار کی تشریح

شعر 1:

مشاعرہ کا بھی تفریح ایم ہوتا ہے
مشاعرہ میں بھی کرکٹ کا گیم ہوتا ہے

تشریح: دلاور فگار کہتے ہیں کہ چاہے کرکٹ ہو یا مشاعرہ دونوں کا مقصد لوگوں کو تفریح فراہم کرنا ہے۔ بلکہ اگر میں کہوں کہ مشاعرہ اور کرکٹ دونوں ایک میچ کی طرح کھیلے جاتے ہیں۔ جیسے کرکٹ ایک کھیل ہے بالکل اسی طرح مشاعرہ بھی تفریح کا مقصد لیے ہوتا ہے۔ مشاعرے میں خیال، الفاظ اور اندازِ بیان سے لوگوں کو تفریح مہیا کی جاتی ہے۔ شاعر حضرات محض حاضرین کو محظوظ کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اعلیٰ ادب اور مزاحمتی شاعر اور مقصدیت پر مبنی شاعری کے معیارات اب ختم ہو چکے ہیں۔ لوگوں کا ادبی ذوق بہت زیادہ گر چکا ہے۔ کرکٹ کی کھیل میں ٹیموں کی مقابلے بازی سے لوگ محظوظ ہو کر تالیاں پیٹتے ہیں۔ مخالف ٹیم کے لیے ناپسندیدگی کے لیے آوازیں کستے اور نعرے بازی بھی کرتے ہیں۔ شاعر نے اس شعر میں مشاعرے پر گہری طنز کی ہے۔

شعر 2:

وہاں جو لوگ کھلاڑی ہیں وہ یہاں شاعر
یہاں جو صدر نشیں ہے وہاں ہے امپائر

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ کرکٹ میں کھلاڑی ہوتے ہیں اور مشاعرے میں شاعر۔ دراصل دونوں ہی اپنے اپنے میدان کے منجھے ہوئے کھلاڑی ہیں۔ جس طرح کرکٹ کے کھیل کے اپنے اصول و ضوابط ہوتے ہیں اور کھیل کو جج کرنے کے لیے ایک امپائر مقرر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مشاعرے میں ایک صاحب صدر ہوتا ہے جو سٹیج پر صدارت کی کرسی پر براجمان ہوتا ہے۔ شاعر صاحب صدر کو مخاطب کرتے ہوئے اپنا کلام سناتے ہیں۔ صدر کسی شعر پر داد دے تو اس شعر کو معیاری سمجھا جاتا ہے اور شاعروں کو آؤٹ کرنے کا بھی اختیار اسی کے پاس ہوتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

شعر 3:

وہاں ریاض مسلسل سے کام چلتا ہے
یہاں گلے کے سہارے کام چلتا ہے

تشریح: شاعر کا یہ شعر مزاح کا رنگ اختیار کیے ہوئے ہے اور اس میں مشاعرے کا کرکٹ کے کھیل سے دل چسپ موازنہ ملتا ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ کرکٹ کے کھیل میں بہترین کارکردگی دکھانے کے لیے ہر کھلاڑی کو ہمہ وقت پریکٹس کرنا ہوتی ہے۔ کھلاڑی کبھی شکر دوپہروں میں نیٹ پریکٹس کرتے ہیں تو کبھی چست رہنے کے لیے ورزشیں کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے کھیل کو عروج پر لے جا سکیں۔ دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ شاعری میں اگر کسی کا گلا اچھا ہے اور اسے لہجے اور تحت اللفظ پر کمال حاصل ہو تو اچھے ترنم کے باعث کلام کی خامی چھپ جاتی ہے۔ اگر گلہ بھی اچھا نہ ہو، تلفظ بھی بہتر نہ ہو تو مشاعرہ ناکام ہو جاتا ہے۔ شاعر ایک اور نکتے کی بھی توجہ دلا کر کہتا ہے کہ لوگوں میں ادبی ذوق اور شعر کہنے کا معیار اب بہت گر چکا ہے۔ بس محض لوگوں کو سستی تفریح مہیا کرنے کے لیے بے ذوق شاعری کی جا رہی ہے۔

شعر 4:

وہاں بھی کھیل میں نو بال ہو تو فاؤل ہے
یہاں بھی شعر میں اہمال ہو تو فاؤل ہے

تشریح: دلاور فگار مزاحیہ شاعری میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ وہ اُردو شاعری میں انگریزی کے الفاظ نہایت مؤثر انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ اس شعر میں بھی انگریزی کے لفظ فاؤل کو برتنے کا طرز ہی الگ ہے۔ کرکٹ کے کھیل میں اگر کوئی باؤلر یا بیٹسمین کھیل کے اصول وضوابط کے خلاف کھیلے تو امپائر اسے فاؤل قرار دے دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح مشاعرے میں بھی زبان و بیان، تحت اللفظ، بے وزن، بے بحر اور بے موقع شاعری کرنے والے کو بھی فاؤل قرار دے دیا جاتا ہے۔

شعر 5:

وہاں ہے ایل بی ڈبلیو یہاں یہ چکر ہے
کہ عندلیب مونث ہے یا مذکر ہے

تشریح: اس شعر میں لفظ ایل۔ بی۔ ڈبلیو کا استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بیٹسمین وکٹ کے سامنے آ کر اپنی ٹانگ سے گیند کو روکے۔ انگریزی میں اسے Leg before wicket کہتے ہیں۔ دلاور فگار کہتے ہیں کہ کرکٹ میں ایل بی ڈبلیو کا فیصلہ کرکٹ میں ہمیشہ گومگو کا شکار رہتا ہے۔ کبھی کبھار امپائر کے لیے اس کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور پھر کسی اور امپائر سے بھی مدد لینا پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح شاعری میں عندلیب یعنی بلبل کا مذکر یا مونث ہونے کا معاملہ کھٹائی میں پڑا رہتا ہے۔ سب کہتے ہیں اگر بلبل مذکر ہے تو اس کی مونث کیا ہے اور اگر بلبل مونث ہے تو اس کا مذکر کیا ہے۔ لہٰذا یہ کش مکش چلتی رہتی ہے۔

شعر 6:

وہاں بھی صرف مقدر کا کھیل ہوتا ہے
جو اُن کی ہے یہاں بھی وہ فیل ہوتا ہے

تشریح: شاعر دلاور فگار کہتے ہیں کہ کرکٹ کے کھیل اور مشاعرے کی محفل میں قسمت کا سکہ بہت زیادہ چلتا ہے۔ جس طرح کرکٹ میں کھلاڑی اگر خوش قسمت ہو تو کسی بھی میچ میں کھیلی گئی ایک ہی شان دار اننگ اسے شہرت کے ساتویں آسمان پر پہنچا دیتی ہے۔ اگر قسمت بُری ہو تو کھلاڑی ناکام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر شاعر کی بھی قسمت تیز ہو تو اس کی ناموری کا سبب بن جاتی ہے۔ زمانے میں کئی مقبول شاعر لوگوں کی نظروں میں مقبول نہیں ہو پاتے۔

www.ilmkidunya.com

شعر 7:

وہاں ہے ایک ہی کپتان پوری ٹیم کی جان
یہاں ہر ایک پلیئر بجائے خود کپتان

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ جس طرح کرکٹ ٹیم کا ایک کپتان ہوتا ہے بالکل اسی طرح مشاعرے میں بھی شاعر خود ہی کپتان ہوتا ہے۔ کرکٹ ٹیم کا کپتان پوری ٹیم کا مقدر ہوتا ہے جو کھلاڑیوں میں سپورٹس مین شپ پیدا کر کے اپنی ٹیم کو مخالف ٹیم کو ہرانے کے لیے ہر طرح کے جتن کرتا ہے۔ کپتان اگر اچھا ہو اور اپنی ٹیم کو مثبت انداز میں لے کر چلے تو کوئی وجہ نہیں کہ جیت اس کا مقدر نہ ہو۔ مگر مشاعرے میں چوں کہ کوئی ٹیم نہیں ہوتی اور ہر شاعر اپنے زعم میں خود کو ہی کپتان تصور کرتا ہے۔ خود پہ نازاں ہو کر جو جی میں آئے وہی کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے جیسا اور کوئی ہے ہی نہیں۔ شاعر حضرات کے ہاں شاید یہ مرض ہے کہ وہ حسد کے مارے دوسرے شاعروں کی اہلیت اور قابلیت کا اعتراف کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اپنے آگے دوسروں کو ہیچ سمجھتے ہوئے ادبی معرکوں میں نیچا دکھانے کی بھرپور کوششیں کرتے ہیں۔

شعر 8:

یہاں کچھ ایسے بھی کپتان پائے جاتے ہیں
جو رَن بناتے نہیں ہٹ لگائے جاتے ہیں

تشریح: دلاور فگار کے ہر شعر میں کرکٹ اور مشاعرے میں مماثلت کا ذکر ملتا ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ کرکٹ کی پوری ٹیم کی جان اور سردار صرف کپتان ہوتا ہے۔ مگر مشاعرے میں ہر شاعر اپنا ہی کپتان خود ہوتا ہے۔ کرکٹ میں کچھ کھلاڑی رَن نہیں بناتے بلکہ چوکے چھکے مار کے سکور میں اضافہ کرتے ہیں اور شائقین کرکٹ کی داد وصول کرتے ہیں۔ اسی طرح مشاعرے میں چند شاعر ہمارے جیسا کوئی نہیں کے مترادف پوری غزل کا ہر شعر نہیں سناتے بلکہ ایک دو ہی اچھے شعر سنا کر محفل لُوٹ لیتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ ایسے شعرا کرکٹ کے ہٹ کپتان کی طرح ہوتے ہیں جو چوکوں چھکوں کی طرح شعروں کے سٹروک کھیلتے ہیں۔

شعر 9:

وہاں جو لوگ اناڑی ہیں وقت کاٹتے ہیں
یہاں بھی کچھ متشاعر دماغ چاٹتے ہیں

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ کرکٹ کے کھیل میں بھی کچھ کھلاڑی اناڑیوں کی طرح ٹک ٹک کر کے بس وقت پاس کرتے ہیں۔ ان میں کوئی قابلیت تو نہیں ہوتی مگر وہ سفارش پر ٹیم میں شہرت کی خاطر بھرتی تو ہو جاتے ہیں لیکن اپنے ساتھ ساتھ شائقین کا بھی وقت برباد کرتے ہیں۔ اسی طرح مشاعرے میں بھی اناڑی قسم کے شاعر جو بناوٹی طور پر شاعر بنے ہوتے ہیں وہ بھی کسی تعلق داری کی بنا پر تک بندی کر کے بے وزن اور بے بحر شعر کہتے ہیں اور سامعین کی سمع فراشی کا باعث بنتے ہیں۔ بس چاہے شاعری کرنی نہ آتی ہو مگر وہ خواہ مخواہ اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کرتے ہیں۔

شعر 10:

ہوا کرے اگر اسکور اس کا زیرو ہے
یہاں جو محض پھسڈی ہے وہ بھی ہیرو ہے

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ کرکٹ کے کھیل میں اگر کوئی کھلاڑی ہیرو بن کر مشہور ہو بھی جائے اور بعد میں، اس کا کھیل بالکل زیرو ہو جائے وہ تب بھی خود کو ہیرو ہی تصور کرتا ہے۔ اسی طرح مشاعروں میں جو کسی قابل بھی نہ ہو وہ خود کو بڑا علامہ تصور کرتا ہے۔ خواہ اسے شاعری نہ بھی کرنی آتی ہو وہ بس صرف تک بندی ہی کرتے ہیں مگر حوصلہ دیکھو کہ وہ خود کو ہیرو سمجھتے ہیں۔ شاعری میں پیچھے رہ جانے والے بھی اپنے آپ کو طرم خان سمجھتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

شعر 11:

ادب نواز پہ شاؤٹ یہاں بھی ہوتے ہیں
یہ بدنصیب رَن آؤٹ یہاں بھی ہوتے ہیں

تشریح:

تشریح: اس شعر میں دلاور فگار کہتے ہیں کہ جس طرح کرکٹ کے کھلاڑی جن سے لوگوں کی بہت سی امیدیں وابستہ ہوں اور پچ پر آتے ہی رَن آؤٹ ہو جائیں تو لوگ ہوٹنگ کرتے ہیں۔ اسی طرح ادب میں اب لوگ ایک نئی اصطلاح یعنی ادب نوازی کو اختیار کرتے ہوئے بے وزن اور بے کار اشعار والے شاعروں پر اپنی مہربانیاں کرتے ہیں۔ یعنی ہر شعبے میں اب سفارشیں چلتی ہیں۔ ادب نواز شاعر بھی کرکٹ کی طرح رَن آؤٹ ہوتے ہیں جب سامعین و حاضرین اُن پر شاؤٹ کرتے ہیں۔

شعر 12:

مرے خیال کو اہلِ نظر کریں گے کیچ
مشاعرہ بھی ہے اِک طرح کا کرکٹ میچ

تشریح: شاعر اپنی اس طویل نظم کے آخری شعر میں کہتا ہے کہ اہل نظر اور اہل ذوق جو ادب اور شاعری کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں وہ میرے اس خیال اور الفاظ سے اتفاق کریں گے۔ میرے خیال میں جیسے کرکٹ کے میچ کی طرح اچھی کارکردگی پر کھلاڑیوں کو داد و تحسین ملتی ہے۔ اسی طرح اچھی اور معیاری شاعری پر بھی تعریف سننے کو ملتی ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے جس طرح کرکٹ میں سفارشیں چلتی ہیں اسی طرح مشاعروں میں بھی اب ادب نوازیاں چلتی ہیں۔

مشق

ا۔ نظم "کرکٹ اور مشاعرہ" کے متن کے مطابق مصرے مکمل کریں۔

(الف) مشاعرہ میں بھی کرکٹ کا ____ ہوتا ہے
(ب) یہاں جو ____ ہے وہاں ہے امپائر
(ج) یہاں بھی کچھ ____ دماغ چاٹتے ہیں
(د) یہ بدنصیب ____ یہاں بھی ہوتے ہیں
(ہ) مشاعرہ بھی ہے اک طرح کا ____

جواب

(الف)	ایم	(ب)	صدر نشیں	(ج)	متشاعر	(د)	رَن آؤٹ	(ہ)	کرکٹ میچ

۲۔ نظم "کرکٹ اور مشاعرہ" کے متن کے مدِنظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے کرکٹ کو مشاعرے کے مماثل کیوں قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر نے کرکٹ کو مشاعرے کے مماثل اس لیے قرار دیا ہے کہ دونوں میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔

(ب) کرکٹ میں جو شخص امپائر کہلاتا ہے، مشاعرے میں اسے کس نام سے پکارا جاسکتا ہے؟

جواب: کرکٹ میں جو شخص امپائر کہلاتا ہے، مشاعرے میں اسے صدر نشیں کہتے ہیں۔

(ج) شاعر نے کرکٹ میں ایل بی ڈبلیو ہونے والے کھلاڑی کو مشاعرے میں کس شاعر کے مشابہ قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر نے کرکٹ میں ایل بی ڈبلیو ہونے والے کھلاڑی کو مشاعرے میں متشاعر کے متشابہ قرار دیا ہے۔

(د) شاعر نے کرکٹ کے اناڑی کھلاڑیوں کو مشاعرے کے کن لوگوں کی مانند کہا ہے؟

جواب: شاعر نے کرکٹ کے اناڑی کھلاڑیوں کو مشاعرے کے متشاعر کی مانند کہا ہے۔

(ہ) مشاعرے میں رَن آؤٹ ہونے والے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: مشاعرے میں رَن آؤٹ ہونے والے سے شاعر کی مراد ہے کہ اگر سامعین بے ذوق ہوں اور بے ہنگم شور شرابا ہو تو اچھا شاعر بھی رَن آؤٹ ہو جاتا ہے۔

۳۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

مشاعرہ کرکٹ مقدر اناڑی متشاعر میچ

جواب:

الفاظ	جملے
مشاعرہ	الحمرا ہال کا مشاعرہ بہت اچھا تھا۔
کرکٹ	کرکٹ عوام میں ایک مقبول کھیل ہے۔
مقدر	اس کے مقدر میں شاید ہار ہی لکھی تھی۔
اناڑی	اناڑی کا کھیلنا کھیل کا ستیاناس۔
متشاعر	متشاعر کو کوئی بھی سُننا نہیں چاہتا۔
میچ	ہمارے سکول کا کرکٹ میچ دل چسپ رہا۔

۴۔ درج ذیل الفاظ کا درست تلفظ اِعراب لگا کر واضح کریں۔

تفریح عندلیب مشاعرہ اہمال بدنصیب

جواب: تَفرِیح عَندَلِیبْ مُشَاعِرہ اِہمَال بَدنَصِیب

۵۔ درج ذیل تراکیب و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔

ریاضِ مسلسل مقدر کا کھیل وقت کاٹنا دماغ چاٹنا اہلِ نظر

جواب:

تراکیب و محاورات	جملے
ریاضِ مسلسل	کسی بھی کام میں ریاضِ مسلسل کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے۔
مقدر کا کھیل	مقدر کا کھیل نرالا ہوتا ہے۔
وقت کاٹنا	پردیس میں وقت کاٹنا محال ہو جاتا ہے۔
دماغ چاٹنا	تم ہر وقت تقاضے کر کر کے میرا دماغ چاٹتی رہتی ہو۔
اہلِ نظر	اہلِ نظر بہترین لوگوں کو پہچان لیتے ہیں۔

علمِ بیان:

سبق ''ابتدائی حساب'' کی مشق میں علمِ بیان کی تعریف اور تشبیہ و استعارہ کا ذکر مکمل ہو چکا ہے۔ یہاں مجازِ مرسل اور کنایہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

مجازِ مرسل:

• آپ "الحمد" سنائیں (جز سے کُل) • میں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں (کُل سے جز)

• ایک گلاس پی لو (ظرف سے مظروف) • پانی لے آؤ (مظروف سے ظرف)

پہلے جملے میں "الحمد" کہہ کر پوری سورۂ فاتحہ مراد ہے یعنی جز سے کُل مراد لیا گیا ہے۔ دوسرے جملے میں "میں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں"، چوں میں کانوں میں انگلی کا کچھ ہی حصہ جا سکتا ہے، اس لیے کُل کہہ کر جز مراد لیا گیا ہے۔ اسی طرح چوتھے جملے میں پانی سے مراد وہ برتن ہے جس کے اندر پانی ہے، یعنی مظروف کہہ کر ظرف مراد لیا گیا ہے۔

یہ سب مجازِ مرسل کی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مجازِ مرسل کی بہت سی صورتیں روزمرہ بول چال میں آتی ہیں۔ گویا مجازِ مرسل کی تعریف یوں ہوئی کہ: "جب کوئی لفظ حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اس میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں"۔

۶۔ درج ذیل مثالوں میں مجازِ مرسل کی نشان دہی کریں۔

جواب:

مثال	مجازِ مرسل
(الف) نہر بہ رہی ہے۔	ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔
(ب) آسمان سے سونا برس رہا ہے۔	مسبب بول کے سبب مراد لی گئی ہے۔ سونا یعنی بارش جس سے اچھی فصل پیدا ہوگی۔
(ج) قلم تلوار سے طاقت ور ہے۔	ظرف سے مظروف مراد لی گئی ہے۔ یعنی قلم سے لکھی ہوئی چیزیں۔

کنایہ:

کنایہ کے معنی ہیں اشارے سے بات کہنا اور کنایہ کی اصطلاحاً تعریف ہے:

"کسی لفظ سے ایسی بات مراد لینا جو اس کے معنوں کو لازم ہو"۔ "شتر بے مہار" کا مفہوم ہے بے دھڑک بے ہودہ باتیں کرنے والا ہے اور "پیٹ کا ہلکا" کنایہ ہے راز کی بات کہہ دینے والے کی طرف۔

"شتر بے مہار" کے معنی ہیں "وہ اُونٹ جس کی نکیل نہ ہو"۔ دوسرے مرکب کے معنی ہیں: "ہلکے پیٹ والا آدمی"، لیکن جب ان کلمات سے ایسے معنی مراد لیے جائیں جو ان کے اصل معنوں کے لیے لازمی یا صفاتی ہیں تو اس لفظ یا کلمے یا مرکب کو کنایہ کہیں گے۔ جب اُونٹ کی نکیل نہ ہوگی تو وہ لازماً بلبلاتا پھرے گا۔ ہلکے پیٹ کی لازمی صفت ہوگی کہ کوئی چیز اس میں نہ ٹھہرے اور وہ راز کی بات جلد اُگل دے۔ کنایہ علمِ بیان کی بہت اچھی صورت ہے جس سے تحریر و تقریر میں لطف پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ درج ذیل جملوں میں کنایہ کی نشان دہی کریں۔

جواب:

جملے	کنایہ
(الف) مفلسوں اور ناداروں کے لیے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔	دروازہ کھلا رہنے کا مطلب ہے سب کی امداد کے لیے تیار رہنا۔
(ب) بڑھیا کی بیٹی کا کوئی رشتہ نہ آیا اور سر کے بالوں میں چاندی اُتر آئی۔	بالوں میں چاندی آنے کا مطلب ہے بڑھاپا آ جانا۔

جملے کی اقسام:

جملے کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ذیل میں صرف دو مشہور قسموں کا ذکر کیا جاتا ہے:

• جملہ اسمیہ • جملہ فعلیہ

جملہ اسمیہ: وہ جملہ جس میں مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوں اور اس کے آخر میں فعل ناقص آئے۔

مثلاً: حمید ذہین ہے۔ اس مثال میں "حمید" اور "ذہین" دونوں اسم ہیں اور "ہے" فعل ناقص ہے۔ چناں چہ یہ جملہ، جملہ اسمیہ ہوا۔

www.ilmkidunya.com

جملہ فعلیہ: وہ جملہ جس میں مسند الیہ اسم ہو اور مسند فعل ہو۔ مثلاً: جمیل پڑھتا ہے۔ اس جملے میں "جمیل" اسم ہے اور "پڑھتا ہے" فعل ہے۔ چناں چہ یہ جملہ، جملہ فعلیہ ہوا۔

جملہ فعلیہ کے تین اجزا ہوتے ہیں: فاعل، مفعول اور فعل تام۔ مسند الیہ کو فاعل، مسند کو مفعول اور آخر میں آنے والے فعل کو فعل تام کہتے ہیں۔

مثلاً: حمید نے سیب کھایا۔ اس مثال میں "حمید" فاعل ہے، "نے" علامتِ فاعل، "سیب" مفعول اور "کھایا" فعل تام ہے۔

جملہ اسمیہ کی ترکیبِ نحوی
اسلم گھر پر موجود ہے۔
اسلم۔۔ مبتدا یا اسم
گھر۔۔ اسمِ مجرور
پر۔۔ حرفِ جار
موجود۔۔ خبر
ہے۔ فعل ناقص

جملہ فعلیہ کی ترکیبِ نحوی
بچوں نے کتاب میز پر رکھ دی۔
بچوں۔۔ فاعل
نے۔۔ علامتِ فاعل
کتاب۔۔ مفعول
میز۔۔ اسمِ مجرور
پر۔۔ حرفِ جار
رکھ دی۔۔ فعل

۸۔ درج ذیل جملوں کی ترکیبِ نحوی کریں۔

(الف) احمد بہت لائق ہے۔

(ب) کتا بلی کے پیچھے دوڑا۔

جواب:

(الف) جملے کی ترکیبِ نحوی
احمد بہت لائق ہے
احمد۔۔ اسم یا مبتدا
بہت لائق۔ خبر
ہے۔۔ فعل ناقص
--

(ب) جملے کی ترکیبِ نحوی
کتا بلی کے پیچھے دوڑا۔
کتا۔۔ فاعل
بلی۔۔ مفعول
کے۔۔ حرفِ اضافت
دوڑا۔۔ فعل تام

سرگرمی:

- کوئی بلند آہنگ طالب علم دلاور فگار کی یہ نظم کلاس میں مزاحیہ انداز میں سُنائے۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ طلبہ کو طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے معاشرے پر پڑنے والے اثرات کے بارے میں بتایا جائے۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو اس نظم میں آنے والے تمام انگریزی الفاظ کے ہجے (سپیلنگ) بتائیں۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کو اُردو کے دو اور مزاحیہ شاعروں: سید محمد جعفری اور سید ضمیر جعفری کے بارے میں بھی معلومات دیں۔

۴۔ اساتذہ طلبہ کو مزاحیہ شاعروں کے ایسے اشعار سُنانے کو کہیں جو زبان زدِ خاص و عام ہیں۔

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

(1) اس مزاحیہ نظم کے شاعر ہیں:

(الف) سید ضمیر جعفری (ب) دلاور فگار ✓ (ج) ناصر کاظمی (د) حیدر علی آتش

(2) مشاعرے میں مماثلت ہے گیم ________ کی:

(الف) ہاکی (ب) فٹ بال (ج) کرکٹ ✓ (د) شطرنج

(3) کرکٹ میں آؤٹ ہونے والے کھلاڑی کا فیصلہ کرتا ہے:

(الف) کپتان (ب) وائس کپتان (ج) باؤلر (د) امپائر ✓

(4) کرکٹ کھیل مضبوط ہوتی ہے:

(الف) کلامِ مسلسل سے (ب) ریاضِ مسلسل سے ✓ (ج) جہدِ مسلسل سے (د) عہدِ مسلسل سے

(5) کرکٹ کی پوری ٹیم کی جان ہوتا ہے:

(الف) بیٹسمین (ب) وکٹ کیپر (ج) بارھواں کھلاڑی (د) کپتان ✓

(6) مشاعرہ بھی ایک طرح سے کھیل ہے:

(الف) کرکٹ کا ✓ (ب) لڈو کا (ج) اسکوئش کا (د) کبڈی کا

(7) مشاعرے کا ہر شاعر خود کو سمجھتا ہے اپنا:

(الف) ساتھی (ب) ریفری (ج) کپتان ✓ (د) امپائر

(8) سُننے والوں کا دماغ چاٹ لیتے ہیں:

(الف) اناڑی (ب) صدر نشیں (ج) متشاعر ✓ (د) شاعر

(9) وہاں بھی صرف ________ کا کھیل ہوتا ہے:

(الف) ستارے کا (ب) لکیروں کا (ج) چالوں کا (د) مقدر کا ✓

(10) جو رَن بناتے نہیں ________ لگائے جاتے ہیں:

(الف) چٹ (ب) رَٹ (ج) ہٹ ✓ (د) مِٹ

(11) یہاں گلے کے ________ کام چلتا ہے:

(الف) کنارے (ب) سیارے (ج) ہمارے (د) سہارے ✓

(12) وہاں جو لوگ اناڑی ہیں وقت ________ ہیں:

(الف) چاٹتے (ب) بانٹتے (ج) کاٹتے ✓ (د) گانٹھتے

جواب

(1)	(ب)	(2)	(ج)	(3)	(د)	(4)	(ب)	(5)	(د)	(6)	(الف)
(7)	(ج)	(8)	(ج)	(9)	(د)	(10)	(ج)	(11)	(د)	(12)	(ج)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) **شاعر دلاور کا اصل نام اور تخلص کیا تھا؟**

جواب: ان کا اصل نام دلاور حسین تھا۔ ابتدا میں وہ ''شباب''، تخلص استعمال کرتے تھے۔ پھر فگار تخلص رکھ لیا۔

(2) **دلاور فگار کی جائے پیدائش کہاں ہے؟**

جواب: دلاور فگار بدایوں (یوپی، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

(3) **دلاور فگار نے کہاں نوکری شروع کی؟**

جواب: دلاور فگار نے والد کی ناگہانی موت کے بعد محکمہ ڈاک سے نوکری شروع کی بعد ازاں تدریس کے شعبے سے منسلک ہو گئے۔

(4) **دلاور فگار نے مزاحیہ شاعری کس طرح شروع کی؟**

جواب: جب انھوں نے شروع میں چند مزاحیہ نظمیں لکھ کر دوستوں کو دکھائیں تو انھیں بہت پسند کیا گیا۔ یوں انھوں نے ان گنت مزاحیہ نظمیں کہہ ڈالیں۔

(5) **دلاور فگار نے کس معروف کتاب کا ترجمہ کیا؟**

جواب: دلاور فگار نے مشہور امریکی صدر جمی کارٹر کی کتاب Why not the best کا اُردو ترجمہ ''خوب تر کہاں'' کے نام سے ہے۔

(6) **دلاور فگار کو کون کون سے القابات سے نوازا گیا؟**

جواب: انھیں مزاحیہ شاعری کی وجہ سے ''شہنشاہ ظرافت'' اور ''اکبر ثانی'' کے القابات سے نوازا گیا۔

(7) **نصاب میں شامل نظم میں کن چیزوں کا موازنہ کیا گیا ہے؟**

جواب: اس نظم میں دل آویز اور مزاحیہ انداز میں کرکٹ اور مشاعرے کا موازنہ کیا گیا ہے۔

(8) **شاعر کی نظم میں مشاعرے کا کیا ایم aim ہے؟**

جواب: شاعر کی نظم میں مشاعرے کا ایم aim یعنی مقصد بھی محض تفریح ہی ہے۔

(9) **نظم میں مشاعرے کو کس کھیل کے جیسا قرار دیا ہے؟**

جواب: نظم میں مشاعرے کو کرکٹ کے کھیل جیسا قرار دیا ہے۔ جس میں آؤٹ اور فاؤل بھی ہوتے ہیں۔

(10) **کرکٹ میں کھلاڑی کے آؤٹ ہونے کا فیصلہ کون کرتا ہے؟**

جواب: کرکٹ میں کھلاڑی کے آؤٹ ہونے کا فیصلہ امپائر کرتا ہے۔

(11) **مشاعرے میں شاعر امپائر کا کام کون کرتا ہے؟**

جواب: مشاعرے میں امپائر کا کام محفل صدر نشین کرتا ہے۔

(12) **کرکٹ میں شاعر نے ریاضِ مسلسل کسے کہا ہے؟**

جواب: کرکٹ میں شاعر نے مسلسل محنت اور پریکٹس کو ریاضِ مسلسل سے تشبیہ دی ہے۔

(13) **مشاعرے میں کس چیز کے سہارے کام چلتا ہے؟**

جواب: شاعر کہتے ہیں کہ مشاعرے میں تحت الفظ اور اچھے گلے کے سہارے کام چلتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

(14) عندلیب مذکّر ہے یا مؤنث؟

جواب: عندلیب جیسے بلبل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس پر بحث ہے کہ مذکّر ہے یا مؤنث۔علامہ اقبال نے بھی کئی نظموں میں بلبل کو مذکّر اور مؤنث دونوں طرح استعمال کیا ہے۔

(15) کرکٹ کے کھیل میں فاؤل کیسے ہوتا ہے؟

جواب: کرکٹ کے کھیل میں نو بال ہو جائے تو اُسے فاؤل قرار دیا جاتا ہے۔

(16) شاعر کے نزدیک آج کل مقبول شاعر معقول کیوں نہیں ہوتے؟

جواب: شاعر کے نزدیک آج کل مقبول شاعر اس لیے مقبول نہیں ہوتے کیوں کہ اعلیٰ ادب کا معیار گر چکا ہے۔دوسری طرف سامعین میں بھی ادب فہمی اور شعر فہمی وہ نہیں رہی۔

(17) شاعر نے متشاعر کس کو کہا ہے؟

جواب: شاعر نے متشاعر اس شخص کو کہا ہے جو بناوٹی طور پر شاعر بنا ہوتا ہے۔شاعری کے اسرار و رموز سے ناواقف شخص یا شاعر۔

(18) مشاعرے میں شاعر نے کس شاعر کو ہیرو کہا ہے؟

جواب: شاعر دلاور فگار نے پھسڈی شخص جو پیچھے رہ جاتا ہے اور پھڈا ڈال دیتا ہے مگر وہ خود کو ہیرو سمجھتا ہے۔اسے ہیرو کہا ہے

(19) شاعری میں اہمال سے کیا مراد ہے؟

جواب: شاعری میں بھی شعر وزن اور قوافی سے عاری اور غیر معیاری ہو اسے اہمال کہا جاتا ہے۔

(20) شاعر کے نزدیک کرکٹ اور مشاعرے میں کیا چیز مشترک ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک کرکٹ بھی چوں کہ صرف ایک تفریح کا ذریعہ بن کے رہ گیا ہے اسی طرح مشاعروں کی محفلیں بھی صرف تفریح ہی بن چکی ہیں۔

(21) دلاور فگار نے اپنی نظم میں شاعر اور متشاعر کے فرق کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: دلاور فگار نے شاعر کی تعریف یوں کی ہے: شاعر ایسا شخص ہے جو شاعری کے اُصولوں اور قافیہ ردیف سے واقف ہو دوسری طرف متشاعر اس شاعر کو کہتے ہیں جو بے وزن شاعری کرتا ہو اور جسے صرف تک بندی آتی ہو شاعری نہیں۔

(22) اس نظم کے شاعر کی بات کو کون سے لوگ کیچ کر لیں گے؟

جواب: دلاور فگار کے نزدیک جو اہل علم اور اہل نظر لوگ ہیں وہ اس نظم کے مرکزی خیال کو سمجھ کر کیچ کر سکیں گے۔

(23) اناڑی کھلاڑی کہاں وقت کاٹتے ہیں؟

جواب: شاعر کی نظر میں کرکٹ کے کھیل میں اناڑی کھلاڑی بس ٹُک ٹُک کر کے وقت پورا کرتے ہیں۔

(24) کرکٹ کی کھیل میں پوری ٹیم کی جان کون ہوتا ہے؟

جواب: کرکٹ کے کھیل میں پوری ٹیم کی جان اس ٹیم کا کپتان ہوتا ہے۔

(25) مشاعرے میں کون کپتان کا کردار ادا کرتا ہے؟

جواب: مشاعرے میں ہر شاعر خود کو کھلاڑی سمجھتے ہوئے دل میں خود کو کپتان تصور کرتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۶

فقیرانہ آئے، صدا کر چلے (غزل)

شاعر کا تعارف: میر تقی میر (۱۷۲۳ء-۱۸۱۰ء)

اصل نام میر محمد تقی تھا اور میر تخلص کرتے تھے۔ جائے ولادت اکبر آباد (آگرہ، انڈیا) ہے۔ والد گرامی کا نام میر علی متقی تھا جو ایک درویش منش، ق صالح اور شب بیدار صوفی تھے۔ اگر چہ والد کا سایہ اُس وقت ہی سر سے اُٹھ گیا تھا جب میر کی عمر فقط گیارہ سال تھی مگر اُن کی باتیں عمر بھر دل پر نقش یں۔ میر اپنی خودنوشت "ذکرِ میر" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ایک دن اُنھوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے بیٹے! عشق اختیار کر کیوں کہ بے عشق زندگی وبال ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے، عشق کا مظہر ہے۔ کائنات کی سب چیزیں عشق میں گرداں ہیں۔ دُنیا ایک ہنگامے سے کچھ زیادہ نہیں۔ کسی ایسے کا عاشق بن، جس کا یہ دنیا آئینہ ہے۔"

چناں چہ میر کی ساری عمر عشق سے عبارت ہے اور عشق میں درد و غم اور ہجر و فراق سے واسطہ پڑنا ایک لازمی امر ہے۔ والد کے انتقال کے ساتھ ہی یر کی پریشانیوں کا آغاز ہو گیا۔ تلاشِ معاش کی فکر اُنھیں آگرے سے دلی لے آئی۔ پہلے ایک نواب کے ہاں ملازم ہوئے، پھر اپنے ماموں سراج الدین ان آرزو کے زیر دست رہے اور اُن کی بدسلوکی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی، مرہٹوں اور سکھوں کے تابڑ توڑ حملوں نے دلی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا اور لوگ ترکِ سکونت اور ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، چناں چہ میر تقی میر بھی عاجز آ کر ساٹھ سال کی عمر میں لکھنؤ چلے گئے اور زندگی کے باقی ایام وہیں گزار کر راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ چناں چہ ان حالات کے زیر اثر میر کا کلام بھی درد و سوز سے لبریز ہے۔

میر کو غزل کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے تقریباً ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر ان کی شناخت غزل سے اور غزل کی شناخت ان سے ہے۔ انھوں نے غزل میں سادہ بیانی کو شعار بنایا اور اس میں وہ تاثر پیدا کیا کہ اردو کے عظیم شاعروں: ناسخ، شوق، غالب، حسرت، مجروح اور اکبر الہ آبادی جیسے نام ور شاعروں نے ان کی عظمت کو سلام اور انھیں اپنا استاد تسلیم کیا۔

میر کی زبان شُستہ، سادہ اور پاکیزہ تھی۔ اُن کے بیان میں عاشقانہ مضامین اور سوز و گداز کی بہتات ہے۔ تصوف کے مضامین بھی موجود ہیں جو اُن کے عہد کی سیاسی و معاشرتی حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ شاملِ کتاب غزل ان میں سے ایک ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فقیرانہ	فقیروں کی طرح	صدا کرنا	آواز دینا، دعا کرنا
عہدِ وفا	وفا کا وعدہ پورا کرنا	شفا	تندرستی، صحت یابی
تقدیر	قسمت، مقدر	مقدور	جہاں تک ممکن ہو سکے
بے خود کرنا	مدہوش کرنا، خود سے بے گانہ کرنا	جدا	الگ، علیحدہ
حقِ بندگی	غلام ہونے کا حق، عبادت کا حق	جبیں	ماتھا، پیشانی
غمِ دوستاں	دوستوں کے دُکھ درد	داغ	زخم، پھپھولے

www.ilmkidunya.com

اشعار کی تشریح

شعر 1:

فقیرانہ آئے، صدا کر چلے

میاں خوش رہو، ہم دُعا کر چلے

تشریح: میر تقی میرؔ کی شاعری میں سوز و گداز اور درد کی بہتات ہے۔ اُن کی شاعری میں اُن کے عہد کے سیاسی اور معاشرتی حالات کی عکاسی ملتی ہے۔ تصوف کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ اس شعر میں میرؔ کہتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں فقیروں کی طرح آئے۔ تیرے دَر پر آ کر صدا لگائی۔ دل کیا تو کسی نے یہاں سے جھولی میں کچھ ڈال دیا۔ نہیں! تو ہم نے سب کو خوش رہنے کی دُعا دی۔ فقیر کا کام ہی سب کو دُعا دینا ہوتا ہے۔ میرؔ کہتے ہیں کہ کسی نے ہماری حاجت پوری کی اور کسی نے نہیں کی۔ کسی قدر دان نے اچھا سلوک کیا اور کسی نے دُھتکار دیا مگر ہم نے بد دعا نہیں کی کیوں کہ فقیرانہ مزاج کے لوگ ہر لالچ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ میرؔ اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ مَیں دنیاوی ہر لالچ جس میں عہدہ اور مقام و مرتبہ وغیرہ ہو کسی چیز کی طلب نہیں رکھتا۔ میں نے محتاجی اور فاقہ مستی میں بھی صبر سے کام لیا۔ میں نے اپنے رب کی خوش نودی کے لیے ہر ایک کو دعائیں دی کہ مجھے اللہ کا قرب حاصل ہو سکے۔

شعر 2:

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم

سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میر تقی میرؔ اپنے محبوب سے وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب! مَیں نے تم سے محبت کی تھی اور تمھارے وصل کی خواہش میرے سینے میں موجزن تھی۔ میں نے عہد کیا تھا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ جیوں گا اور تمھارے بغیر زندہ نہیں رہوں گا۔ میری شدید محبت کے صلے میں تم نے بدلے میں مجھ سے بے وفائی کر کے تعلق توڑ دیا۔ ہم نے تمھارے وصل کی بہت سی کوششیں کیں مگر مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ میں نے تو تم ہی کو چاہا تھا اور کہا تھا کہ تمھارے بغیر میں زندہ نہیں رہوں گا۔ تمھیں چاہیے تھا کہ تم میرے اس جذبے کو سراہتے مگر تم نے پروا تک نہ کی۔ اب تمھارے بغیر میری زندگی بے رونق اور اداس ہے۔ میں تمھارے بغیر جی نہیں سکتا لہٰذا اب میں موت کو گلے لگا کر اس دنیا سے جا رہا ہوں کہ اب میرے زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ میں اپنے عہد کو پورا کر کے اپنی وفا کا ثبوت چھوڑے جا رہا ہوں۔

شعر 3:

شِفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی

کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میرؔ اپنی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں مریض عشق ہوں میرا کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ نہ کچھ کھانے کو جی کرتا ہے اور نہ کچھ پینے کو۔ نہ کہیں جانا اچھا لگتا ہے اور نہ کسی سے ملنا۔ بس ہر وقت محبوب کے تصور میں کھویا سا رہتا ہوں۔ میرے دوستوں نے میرے علاج کے لیے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ میں نے خود بھی اپنے اس مرض سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت کچھ کیا مگر لگتا ہے شفا ہمارے نصیب میں ہی نہیں۔ میں نے تمھارے عشق میں کیا کچھ نہیں کیا مگر جواب میں تمھاری محبت نہ ملی۔ میں نے حتی الامکان اس مرض کے علاج کے لیے ہر طور لاکھوں جتن کیے مگر اب تو ایسا نظر آتا ہے کہ میرے مقدر میں شفا ہے ہی نہیں۔ اب دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔

شعر 4:

دکھائی دیے یوں کہ بے خود گیا

ہمیں آپ سے بھی جُدا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میرؔ کہتے ہیں کہ اپنے محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کو ہم بے تاب و بے قرار تھے اور جیسے ہی محبوب کا دیدار ہوا تو ہم اس کے حسن و جمال کی تاب نہ لا سکے۔ ہم اس کی ہستی کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود اپنے آپ سے بھی جدا ہو گئے۔ غور کیا جائے تو اس شعر میں ایک حقیقی رنگ بھی نظر آتا ہے۔ جب شاعر کو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی تو عشقِ حقیقی کے رنگ میں ایسا ڈوبا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اللہ ہی اس کائنات کا خالق ہے اور

www.ilmkidunya.com

محور و مرکز ہے۔ اللہ جمیل بھی ہے اور مصور بھی۔ جب اللہ کا دیدار ہو جائے تو کسی کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اللہ کے نور سے ہوش و حواس بھک سے اُڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہِ طور پر اللہ کی تجلی نظر آئی تو وہ اُس کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ ان کی اپنی ذات بھی اپنی نہ رہی رب تعالیٰ کی ہو گئی۔

شعر 5: جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حقِ بندگی ہم ادا کر چلے

تشریح: میر تقی میر کا یہ رنگ خالص اللہ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ میر کہتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو بے پایاں نعمتیں عطا کی ہیں۔ اسے سب سے خوب صورت چیز عقل عطا کی ہے اور بے انتہا عنایتوں کی بارش کی ہے۔ اب ان نعمتوں اور مہربانیوں کا تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہر لحہ شکر بجا لائے۔ اس کا شکر گزار بندہ بنے۔ میر کہتے ہیں کہ مجھ پر جو تیری عنایتیں ہیں میں ان کے شکرانے کے لیے تیرے حضور سجدہ ریز ہوتا ہوں۔ تیری نعمتیں مجھ ناچیز پر اس قدر زیادہ ہیں کہ میری جبیں بس تجھے سجدہ کرتے ہی کرتے جاتی ہے اور مجھے لگتا ہے کہ میں حقِ بندگی ادا کر چکا ہوں۔ مگر انسان میں کہاں اتنی سکت کہ وہ تیری بندگی کا حق ادا کر سکے۔ کیوں کہ رب کریم تو سراپا عطا ہی عطا ہے۔ وہ تو اپنے منکروں تک کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ ہم تو تیرے نام لیوا ہیں مگر ہم عبادت کے باوجود تیری بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ مگر پھر بھی شاعر کے دل میں اللہ کی محبت اتنی زیادہ ہے کہ اُسے لگتا ہے شاید وہ حق ادا ہو جائے گا۔

شعر 6: نہ دیکھا غمِ دوستاں، شکر ہے
ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میر کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ ہم نے اپنے دوستوں کا کوئی غم نہیں دیکھا بلکہ ہم نے ہی اپنے دکھ درد انھیں سنائے۔ میر چوں کہ درد اور رنج و الم کے شاعر بھی کہلاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ہمیں غمِ دوراں تو ہمیں غمِ جاناں کے رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ میر نے ملک کی سیاسی ابتری کے حالات بھی دیکھے اور خانہ جنگی بھی۔ ان کے گھریلو حالات تنگ دستی کا شکار رہے۔ سوتیلے بھائیوں کا ناروا سلوک، جوان بیٹی کی موت الغرض بہت سے دکھ اُٹھائے۔ مگر پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ میں نے تو رنج و الم اور دکھ درد اُٹھائے ہیں۔ مگر میں خوش ہوں کہ میرے دوستوں نے ایسے برے دن نہیں دیکھے۔ میرے دوست ایک اچھی اور آسودہ زندگی بسر کرتے رہے۔ شاید اگر میرے دوستوں میں سے کسی کو اتنے دکھ جھیلنے پڑتے تو مجھ سے برداشت نہ ہوتا۔ میں نے اپنی جان پر پڑے دکھوں اور مشکلوں کو تو کاٹ لیا مگر میں ان کے دکھ سن بھی نہ سکتا۔

شعر 7: کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے

تشریح: میرؔ اس شعر میں زندگی کا نچوڑ بتاتے ہوئے درس دے رہے ہیں کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کو بے پایاں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اب انسان کو چاہیے کہ اپنا مقصدِ حیات تلاش کرے۔ دراصل وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انسان زندگی میں آرام و آسائش پا کر اپنے جینے کا مقصد سرے سے بھلا بیٹھتا ہے۔ وہ دنیا کی رونقوں اور رنگینیوں میں کھو جاتا ہے۔ بہت سا وقت بے کار باتوں میں گزار دیتا ہے۔ اس شعر میں میر اپنے آپ سے مخاطب ہیں۔ کہتے ہیں اے میرؔ! تُو نے دنیا میں آ کر کیا کیا؟ کیا کمایا؟ پوری زندگی تم نے اپنا کوئی ڈھنگ کا مقصد نہ بنایا۔ اپنے فرائض احسن طریقے سے پورے نہ کیے۔ عیش و عشرت اور شعر و شاعری میں پڑے رہے اور اب تمھاری عمر کی نقدی ختم ہونے کو ہے تو تم کفِ افسوس مل رہے ہو۔ جب رب تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ تم نے دنیا سے کیا کمایا؟ کون سے نیک اعمال کیے تب تم سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔ ابھی بھی وقت ہے کچھ اچھے کام کر لو تاکہ خدا کو منھ دکھا سکو۔

www.ilmkidunya.com

مشق

۱۔ میر کی شاملِ کتاب غزل کے متن کے پیشِ نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے فقیرانہ انداز میں کن لفظوں میں دُعا کی ہے؟

جواب: شاعر نے فقیرانہ انداز میں سب کو خوش رہنے کی دُعا کی ہے۔ جیسے فقیر کہتے ہیں: "سب کا بھلا اور سب کی خیر"۔

(ب) شاعر نے اپنے کس عہد کو وفا کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنے محبوب کے بغیر زندہ نہ رہنے کا عہد کیا تھا اور اسے ہی وفا کرنا یعنی نبھانے کا کہہ رہا ہے۔

(ج) شاعر کو مقدور تک دوا کرنے کے باوجود شفا کیوں نہ ملی؟

جواب: شاعر نے مقدور تک اپنے مرض کی دوا کی مگر اُسے کہیں سے بھی شفا نہ ملی تب تھک ہار کر اُس نے کہا کہ لگتا ہے اس کے مقدر میں شفا ہے ہی نہیں۔

(د) شاعر کے نزدیک حقِ بندگی کس طرح ادا ہوا ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک خدا کا حقِ بندگی تو ادا ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ رب کی رحمتیں اور نعمتیں بیش بہا ہیں۔ پھر بھی اسے لگتا ہے کہ لمبے لمبے سجدوں سے حقِ بندگی ادا ہوتا ہے۔

(ہ) شاعر نے کس بات کا شکر ادا کیا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنی اس غزل میں اس بات کا شکر ادا کیا ہے کہ اسے اپنے دوستوں کے کسی طرح کے دُکھ اور غم دیکھنے نہیں پڑے۔

۲۔ میر کی شاملِ کتاب غزل کے متن کے پیشِ نظر مصرعے مکمل کریں۔

(الف) ________ اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی

(ب) دکھائی دیے یوں کہ ________ کیا

(ج) جبیں ________ کرتے ہی کرتے گئی

(د) ________ ہم ادا کر چلے

(ہ) نہ دیکھا ________ شکر ہے

جواب

(الف)	شفا	(ب)	بے خود	(ج)	سجدہ	(د)	حقِ بندگی	(ہ)	غمِ دوستاں

۳۔ مطلع اور مقطع کسے کہتے ہیں؟ میر کی اس غزل سے مثالیں دیں۔

جواب: **مطلع:** غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے اور مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ میر کی شاملِ کتاب غزل کا پہلا شعر:

مثال:
فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دُعا کر چلے

مقطع: غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں جو حاصلِ غزل کہلاتا ہے۔ شاعر اس میں اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ جیسے کہ میر کی شاملِ کتاب غزل کا آخری شعر:

مثال:
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

www.ilmkidunya.com

۴۔ قافیہ کسے کہتے ہیں اور ردیف کیا ہوتی ہے؟ اس غزل میں قافیے اور ردیف کی نشان دہی کریں۔

جواب: **قافیہ:** ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔ مثلاً دعا، صدا، جدا، ادا، دوا، دکھا، کیا

ردیف: غزل کے ہر شعر کے آخر میں دہرائے جانے والے الفاظ کو ردیف کہتے ہیں۔ مثلاً کر چلے

۵۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

صدا عہد تقدیر شفا جبیں سجدہ غمِ دوستاں داغ

جواب:

الفاظ	جملے
صدا	فقیر گلی میں صدا لگا رہا تھا۔
عہد	اکبر بادشاہ کا عہد بہت شان دار تھا۔
تقدیر	تقدیر لکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
شفا	شفا تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔
جبیں	مہ جبیں کتنا خوب صورت نام ہے۔
سجدہ	ہم صرف ربّ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔
غمِ دوستاں	ہر انسان میں غمِ دوستاں سہنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔
داغ	میرے دل پر دُکھ کے بے شمار داغ ہیں۔

سرگرمیاں:

- کوئی خوش الحان طالب علم جماعت کے کمرے میں درست آہنگ کے ساتھ اس غزل کی بلند خوانی کرے۔
- تمام طلبہ میرؔ کی اس معروف غزل کو زبان یاد کریں۔
- طلبہ "کلیاتِ غزلیاتِ میرؔ" میں سے کوئی اور معروف غزل اپنی کاپی میں لکھیں اور دوستوں کو سنائیں۔

اشاراتِ تدریس:

- طلبہ کو غزل کی ہیئت ترکیبی کے بارے میں بتایا جائے اور اُن پر واضح کیا جائے کہ غزل کا ہر شعر جداگانہ معنی و مفہوم کا حامل ہوتا ہے۔
- اُردو غزل کے ابتدائی دور خصوصاً خواجہ میر دردؔ اور میر و سودا کے دور کا ذکر کیا جائے۔
- طلبہ کو بتایا جائے کہ میرؔ کے بعد آنے والے کم و بیش تمام شاعروں نے میرؔ کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کیا ہے اور اس ضمن میں طلبہ کو استاد ابراہیم ذوق اور مرزا غالب کے یہ دو شعر لکھوائے جائیں۔

نہ ہوا، پر نہ ہوا، میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

•

ریختے کے تُمھیں استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

(1) شاعر دنیا میں کس طرح آیا؟

(الف) شاعرانہ (ب) دلبرانہ (ج) مخلصانہ (د) فقیرانہ ✓

(2) شاعر نے کس کو خوش رہنے کی دعا دی؟

(الف) دشمنوں کو (ب) مہمانوں کو (ج) سب کو ✓ (د) کسی کو نہیں

(3) شاعر کی تقدیر میں کیا نہیں تھا؟

(الف) جزا (ب) سزا (ج) وفا (د) شفا ✓

(4) کون حق بندگی ادا کر چلا:

(الف) فقیر (ب) شاعر ✓ (ج) ڈاکٹر (د) انجینئر

(5) اپنے آپ سے کون جدا ہو گیا؟

(الف) شاعر ✓ (ب) دوست (ج) احباب (د) مسافر

(6) اپنے دل کے داغ دکھا کر کون چلا گیا؟

(الف) میر تقی میر ✓ (ب) حیدر علی آتش (ج) دلاور فگار (د) علامہ اقبال

(7) میر تقی میر نے کس کا غم نہ دیکھا:

(الف) اپنے خاندان کا (ب) اپنے پڑوسیوں کا (ج) اپنے دوستوں کا ✓ (د) اپنے زمانے کا

(8) شاعر کی جبیں کیا کرتی رہی؟

(الف) تکبر (ب) قیام (ج) رعونت (د) سجدہ ✓

(9) غزل کا پہلا شعر کہلاتا ہے:

(الف) مقطع (ب) مطلع ثانی (ج) ردیف (د) مطلع ✓

(10) غزل کا آخری شعر کہلاتا ہے:

(الف) مطلع (ب) مقطع ✓ (ج) مقطع آخرہ (د) حسن مقطع

جواب

(1)	(د)	(2)	(ج)	(3)	(د)	(4)	(ب)	(5)	(الف)
(6)	(الف)	(7)	(ج)	(8)	(د)	(9)	(د)	(10)	(ب)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) میر تقی میرؔ کا اصل نام کیا تھا؟

جواب: میر تقی میرؔ کا اصل نام میر محمد تقی تھا۔ وہ میرؔ تخلص کرتے تھے۔

(2) میر تقی میرؔ کے والد کس قسم کے انسان تھے؟

جواب: میر تقی میرؔ میر علی تقی ایک درویش منش، عاشقِ صالح اور شب بیدار صوفی تھے۔

(3) میر تقی میرؔ کے والد نے ان سے کیا کہا تھا؟

جواب: ان کے والد نے کہا تھا: ''اے بیٹے عشق اختیار کر کیوں کے بے عشق زندگی وبال ہے۔ دنیا میں سب کچھ عشق کا مظہر ہے۔ دنیا فقط ایک ہنگامہ ہے اِس کا عاشق بن جس کا یہ آئینہ ہے''۔

(4) میرؔ کی ساری عمر کس سے عبادت ہے؟

جواب: میرؔ کی ساری عمر عشق سے عبادت ہے اور عشق میں درد و غم اور ہجر سے واسطہ پڑتا ہے۔

(5) کس چیز کی فکر میرؔ کو آگرے سے دلی لے آئی؟

جواب: تلاشِ معاش یعنی غمِ روزگار کے لیے میرؔ آگرے سے اُٹھ کر دلی آ گئے۔

(6) میرؔ کا کلام کس طرح کا ہے؟

جواب: میرؔ کا کلام درد اور سوز سے بھرا ہوا ہے۔

(7) غزل کا بادشاہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: میر تقی میرؔ ہی غزل کے بادشاہ کہلائے جاتے ہیں۔

(8) میرؔ کی شاعری کی زبان کس طرح کی ہے؟

جواب: میرؔ کی شاعری کی زبان شُستہ، سادہ اور پاکیزہ ہے۔

(9) میرؔ کے بیانیہ کے انداز میں کس چیز کی بہتات ملتی ہے؟

جواب: میرؔ کے بیانیہ کے انداز میں عاشقانہ مضامین اور سوز و گداز کی بہتات ملتی ہے۔

(10) میرؔ کی شاعری میں اور کس قسم کے مضامین ملتے ہیں؟

جواب: میرؔ کی شاعری میں تصوف کے مضامین بھی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے عہد کی سیاسی اور معاشرتی حالات کی عکاسی بھی پائی جاتی ہے۔

(11) میر تقی میرؔ نے اس غزل میں کس کو اور کیا دعا دی ہے؟

جواب: میر تقی میرؔ نے اس غزل میں سب کو ہی سدا خوش رہنے کی دُعا دی ہے۔

(12) میرؔ نے عہدِ وفا کس کو کہا ہے؟

جواب: میرؔ نے عہدِ وفا وفاداری کو پورا کرنے کو کہا ہے۔

www.ilmkidunya.com

(13) میر تقی میر کی زندگی کیا چیز نہیں تھی؟

جواب: میر تقی میر خود کو مریض محبت سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی زندگی میں یا تقدیر میں شفا شاید ہے ہی نہیں۔

(14) کیا چیز میر تقی میر نے نہیں دیکھی؟

جواب: میر تقی میر نے اپنے دوستوں کا کوئی دُکھ اور غم نہیں دیکھا۔

(15) شاعر کس عہد کو پورا کر کے جا رہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنے محبوب کے بغیر جینے کا وعدہ کیا تھا۔ جب محبوب ہی اسے نہیں ملا تو وہ اس دنیا سے جا رہا ہے۔

(16) شاعر خود سے کیسے جُدا ہو گیا؟

جواب: اپنے محبوب کو دیکھنے کے بعد وہ اس کے حُسن کی تاب نہ لا سکا اور اپنے آپ سے ہی جُدا ہو گیا۔

(17) آخری شعر میں میر تقی میر نے کیا کہا ہے؟

جواب: آخری شعر میں میر تقی میر نے اپنے ہی بارے میں کہا ہے کہ وہ اس دنیا میں کوئی خاص کام نہیں کر سکے اور یونہی خالی واپس جا رہے ہیں۔

(18) غزل کے پہلے شعر کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔

(19) غزل کے آخری شعر کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۷ سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا (غزل)

شاعر کا تعارف: خواجہ حیدر علی آتش (۱۷۶۴ء-۱۸۴۶ء)

خواجہ حیدر علی، جو آتش تخلص کرتے تھے، کا تعلق دلی کے ایک معزز خاندان سے تھا۔ ان کے والد نواب شجاع الدولہ کے عہدِ حکومت میں ترکِ سکونت کر کے فیض آباد چلے گئے۔ اُس زمانے میں اودھ کا دارالحکومت فیض آباد تھا، لکھنؤ بعد میں ہوا۔ صغر سنی میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو اُنھوں نے روایتی تعلیم کو خیر آباد کہ دیا اور مزاج میں بانکپن آ گیا۔ ذریعۂ معاش کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک نواب کی ملازمت اختیار کر لی اور اُنھی کے ساتھ فیض آباد سے لکھنؤ آ گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب شعر و شاعری کا بہت چرچا تھا، خصوصاً لکھنؤ میں بڑی گرم بازاری تھی، یہ بھی اسی رنگ میں رنگے گئے۔ شعر و شاعری میں نام پیدا کرنے کا شوق ہوا تو مصحفی کے شاگرد ہو گئے اور چند ماہ کی محنت سے ایسی مشق بہم پہنچائی کہ خود صاحبِ طرز شاعر ٹھہرے اور دُور و نزدیک اُن کا شہرہ ہو گیا۔

خواجہ حیدر علی آتش نے اپنی ساری عمر وضع داری میں بسر کی۔ اُن کی زندگی بڑی سادہ تھی مگر زندگی گزارنے کا ایک خاص قرینہ اور ڈھب تھا اور وہ آزاد مزاج اور لاابالی پن کے حامل واقع ہوئے تھے۔ ہمیشہ سپاہیانہ وضع قطع میں رہتے تھے اور بانک پن کے ساتھ میان میں تلوار باندھے رکھتے تھے، یہاں تک کہ مشاعروں میں بھی تلوار باندھ کر جاتے تھے۔ قناعت پسند ایسے تھے کہ کبھی کسی نواب یا امیر کی خوشامد نہیں کی البتہ اُن کے شاگرد، جن کی تعداد کافی تھی، کبھی کبھی ان کے ساتھ سلوک (رقمی مدد) کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب شعر و شاعری کے حوالے سے لکھنؤ دو طبقوں میں بٹا ہوا تھا: ایک طبقہ جانب دارانِ ناسخ کا تھا اور دوسرا طبقہ جانب دارانِ آتش کا۔ اُن کے آپس میں مقابلے ہوتے رہتے تھے جن سے اُردو شاعری کو یہ فائدہ پہنچا کہ دونوں استادانِ فن مقابلے کے خیال سے طبیعت پر زور دے کر شعر کہتے تھے اور اُن کی لطیف پیرائے میں نوک جھوک بھی ہوتی رہتی تھی مگر تہذیب کے دائرے سے کبھی باہر نہ نکلتے تھے، جیسے کہ آتش کی شاملِ کتاب معروف غزل کے مقطع کا اشارہ بھی امام بخش ناسخ کی جانب ہے:

یوں مدّعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تُو نے کہی عاشقانہ کیا

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خلقِ خدا	خدا کی مخلوق مراد انسان	غائبانہ	پیٹھ پیچھے، عدم موجودگی
گُل سو	پھول	زرِ بکف	ہاتھ میں سونا لیے مراد پھولوں کے اندر کے زردانے
قاروں	حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا مال دار آدمی	شوقِ راحتِ منزل	منزل پر پہنچ کر آرام کرنا
مہمیز	گھوڑے کو ایڑ لگانا	تازیانہ	کوڑا
طبل و عَلم	نقارہ اور جھنڈا	بے تاب	بے قرار

www.ilmkidunya.com

دلِ حزیں	غمگین دل	اسپِ عمر	عمر کا گھوڑا
مہماں سرائے	جسم مراد عارضی زندگی	مُدّعی	مخالف شخص، رقیب
حسد	جلن	داد	شاباشی دینا

اشعار کی تشریح

شعر 1:

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

تشریح: یہ شعر حقیقت کا رنگ لیے ہوئے کہ حیدر علی آتش اس میں اصلیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمھیں اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے کہ لوگ تمھارے سامنے تمھاری تعریفیں کرتے ہیں تو اصل میں وہ سچ ہی کہتے ہوں گے۔ کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ وہی لوگ جو منھ پر تعریف کرتے ہیں وہ تمھاری عدم موجودگی میں کیا کہتے ہیں۔ تمھارے بارے میں کیا کیا فسانے نہیں سناتے وہ۔ منھ پر تو ہر کوئی تعریفی کلمات ہی کہتا ہے مگر سیرت و کردار کی اصل حقیقت لوگ پیٹھ پیچھے بیان کرتے ہیں۔ کبھی تو غور کرو کہ جب محفل میں تم موجود نہیں ہوتے تو لوگ تمھارے بارے میں کیا کچھ کہتے ہیں۔ اگر اس بات کی حقیقت تمھیں معلوم ہو جائے تو تم اپنی خامیوں سے واقف ہو کر اُنھیں سُدھار سکتے ہو۔ خلقِ خدا کی پیٹھ پیچھے کہی گئی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو یعنی جو باتیں لوگ غیر موجودگی میں کرتے ہیں دراصل وہی سچ ہوتی ہیں۔

شعر 2:

زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
قاروں نے راستے میں لُٹایا خزانہ کیا

تشریح: اس شعر میں قارون کے خزانے کو تلمیح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ پہلے مصرعے میں شاعر نے حسن تعلیل کو بڑی عمدگی سے استعمال کیا ہے۔ جس سے مراد ہے کسی ایسی چیز کی وجہ بیان کرنا جو اصل میں موجود نہ ہو لیکن سننے میں اچھی لگے۔ جیسے اس شعر میں ''زر بکف'' جو پھولوں کے اندر زرد رنگ کے دانے ہوتے ہیں۔ اس شعر میں آتش کہنا چاہتے ہیں کہ زمین کے اندر سے پیلے رنگوں کے جو پھول اور جن پھولوں میں زرد دانے نکلتے ہیں اُنھیں دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ ہاتھ میں سونا اُٹھایا ہوا ہے جیسے قارون نے اپنا خزانہ کہیں زمین میں لُٹایا ہے۔

شعر 3:

اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سے اسپِ عمر
مہمیز کہتے ہیں کسے اور تازیانہ کیا

تشریح: اس شعر میں شاعر حیدر علی آتش نے انسان کی عمر کو ایک برق رفتار گھوڑے کی مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ عمر کے گھوڑے اور وقت کو نہایت دب صورت مثال بنا کر پیش کیا ہے کہ جیسے گھوڑے کو دوڑانے کے لیے اس پر سوار شخص مختلف حربے آزماتا ہے۔ اس کی رفتار تیز کرنے کے لیے کبھی چابک کبھی چھانٹا مارتا ہے۔ کبھی وہ اسے تیز دوڑانے کے لیے ایڑ لگاتا ہے اور نہایت سرعت سے اپنی منزل کو پانے کی دُھن میں چلا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ عمر کا گھوڑا ایسا عجیب گھوڑا ہے جسے نہ تو ایڑ لگانی پڑتی ہے اور نہ ہی چھانٹے مار کر دوڑانا پڑتا ہے۔ یہ خود بخود ہی تیز رفتاری سے یوں بھاگتا ہے جیسے ہوا میں اُڑ رہا ہو۔ دراصل شاعر یہ بتانا چاہ رہا ہے کہ عمر کا گھوڑا بہت تیز رفتار ہے اور پلک جھپکنے میں عمر گزر جاتی ہے۔ لہٰذا جو بھی دن ملے اُسے غنیمت سمجھ کر اچھے کاموں کو کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔ ہم عمر کے گھوڑے کو روک نہیں سکتے مگر ہم اپنے وقت میں سے بہترین اور اچھے کام تو کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو

www.ilmkidunya.com

ہر گزرتا دن اور ماہ و سال ہمیں ہماری آخری منزل موت کے قریب کر جاتا ہے۔ بس اچھے کام کرتے جاؤ تا کہ زادِ راہ بن سکے۔

شعر 4:

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال

ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

تشریح: اس شعر میں آتش اپنی درویشانہ فطرت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہ تو میرے پاس کوئی شان و شوکت کا عہدہ ہے اور نہ ہی کوئی دولت کے انبار۔ زمانہ میرے خلاف ہو کر کیا کرے گا؟ یہاں پھر پرانے دور کی مثال دی گئی ہے یعنی طبل ڈھول یا نقارے کو کہتے ہیں اور علم جھنڈے کو۔ پرانے زمانے میں بادشاہ اپنے قافلوں کے ساتھ ڈھول اور اپنے جھنڈے لے کر چلا کرتے تھے۔ جنگ سے پہلے طبل بجائے جاتے تھے اور جھنڈوں کو اُونچا اُٹھانا جیت کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ شاعر چوں کہ سادہ زندگی گزارنے کے عادی ہیں تو کہتے ہیں کہ درویش منش آدمی کے پاس چوری ہونے کے لیے کوئی خزانہ نہیں ہوتا نہ ہی دولت کی فراوانی سے لوگوں کو حسد ہوتا ہے۔ لہٰذا سادہ زندگی اختیار کرنی چاہیے۔ دولت اور اقتدار کی ہوس میں پڑ کر انسان اپنا دلی سکون بھی کھو دیتا ہے اور ہر وقت چوری کا دھڑکا بھی لگا رہتا ہے۔

شعر 5:

بے تاب ہے کمال ہمارا دلِ حزیں

مہماں سرائے جسم کا ہوگا روانہ کیا

تشریح: حیدر علی آتش نے اس غزل میں ہر شعر کو سوالیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اس شعر میں کہتے ہیں کہ ہمارا دل انتہا درجے کا غمگین ہے۔ کیا اب ہمارے جسم سے ہماری روح پرواز کرنے کو ہے۔ آتش نے جسم کو مہمان سرائے سے تشبیہ دی ہے۔ سرائے ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں مسافر چند دنوں کے لیے قیام کرتا ہے اور پھر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ شاعر اپنے جسم اور روح کے بارے میں ایک ایسا ہی سوال خود سے کرتا ہے کہ اب میں کمزور ہوتا جا رہا ہوں۔ میرے ہوش و حواس لڑکھڑانے لگے ہیں۔ کیا اب میری روح پھر سے اس جہان میں جانے کو بے چین تو نہیں جہاں سے یہ اس دنیا میں آئی تھی۔ میرے غمگین دل کی بے چینی سے یوں لگتا ہے جیسے میری جان نکلنے کا وقت آن پہنچا ہو۔ وہ اپنی اس سوچ کے بارے میں مکمل یقین نہیں رکھتے اس لیے سوالیہ انداز میں کہتے ہیں کہ کیا اب میرے جسم کے مہمان سرائے سے میری روح نکلنے والی ہے؟ دراصل اس شعر میں اس عارضی دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ بھی ہے۔

شعر 6:

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے

آتش غزل یہ تُو نے کہی عاشقانہ کیا

تشریح: جس شعر میں شاعر اپنی شاعرانہ عظمت کو بیان کرے تو ایسے شعر کو شاعرانہ تعلّی کہتے ہیں۔ اپنے اس شعر میں وہ اپنی ہی بڑائی اور تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے آتش! تم نے نہایت فقیرانہ اور بلند خیال غزل کہی ہے۔ تمھاری غزل میں عشقِ مجازی اور حقیقی کے تمام رنگ ملتے ہیں۔ لیکن اب اگر تمھارے حریف، حسد کے مارے تمھاری تعریف نہ کریں تو اور بات ہے۔ آتش کو بخوبی علم تھا کہ ان کی شاعری میں رنگِ تغزل اور نکتہ آفرینی قابلِ غور ہے۔

مشق

ا۔ خواجہ حیدر علی آتش کی اس غزل کے متن کے پیشِ نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) زیرِ زمین سے جو گُل بھی آتا ہے وہ زر بکف کیوں ہوتا ہے؟

جواب: زیرِ زمین سے جو بھی گُل آتا ہے وہ زر بکف ہو جاتا ہے کیوں کہ لگتا ہے زمین میں قارون کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔

www.ilmkidunya.com

(ب) اسپِ عمر مہمیز اور تازیانے کے بغیر ہی کیوں اُڑا جاتا ہے؟

جواب: دراصل عمر کا گھوڑا کسی بھی رکاوٹ اور وقت کی پروا کیے بغیر دوڑتا چلا جاتا ہے۔ نہ تو اسے کسی ایڑ لگانے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی کسی چھانٹا مارنے کی۔ یہ خود ہی برق رفتاری سے اُڑے چلا جاتا ہے۔

(ج) طبل وعَلم اور ملک ومال کن لوگوں کے پاس ہوتا ہے؟

جواب: طبل وعلم اور ملک ومال بادشاہوں، نوابوں، حکمرانوں اور سیاست دانوں کے پاس ہوتا ہے۔

(د) ہمارا دلِ حزیں کیوں کمال بے تاب ہے؟

جواب: ہماری روح دراصل جہاں سے آئی ہے اکثر وہیں پر واپسی کی خواہش مند رہتی ہے اور یہ ہمارا جسم چوں کہ ایک سرائے کی طرح ہے اور اس میں بسنے والی روح ایک مہمان۔ اسی وجہ سے ہمارا دلِ حزیں کمال بے تاب رہتا ہے۔

(ہ) شاعر غزل کے مقطع میں کس سے غزل کی داد پانے کا خواست گار ہے؟

جواب: شاعر غزل کے مقطع میں مدعی (امام بخش ناسخ) سے داد پانے کا خواست گار ہے۔ امام بخش ناسخ، آتش کا ہم عصر شاعر تھا۔ دونوں کی چپقلش رہتی تھی اور دونوں ہی ایک دوسرے پر طنز کیا کرتے تھے۔

۲۔ غزل کے متن کو مدِ نظر رکھ کر کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ کے ساتھ ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
خلقِ خدا	داد
گُل	تازیانہ
قارون	عاشقانہ
اسپِ عمر	غائبانہ
مہمیز	زربکف
مدعی	راحتِ منزل
غزل	خانہ

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
خلقِ خدا	غائبانہ
گُل	زربکف
قارون	خزانہ
اسپِ عمر	راحتِ منزل

www.ilmkidunya.com

مہمیز	تازیانہ
مدعی	داد
غزل	عاشقانہ

۳۔ درج ذیل الفاظ کو درست تلفظ اِعراب لگا کر واضح کریں۔

خلق خدا زربکف مہمیز طبل وعلم مدعی رستم

جواب: خَلقِ خُدا زَرْبکَف مِہمیز طَبل وعَلم مُدّعِی رُستَم

ضرب المثل:

ضرب کے معنی ہیں بیان کرنا اور مثل کے معنی ہیں مثال۔ چناں چہ ضرب المثل کے معنی ہوئے مثال دے کر بیان کرنا۔ مگر یہ مثالیں عام نہیں، خاص ہوتی ہیں اور مثل کے چند لفظوں میں ایک پوری کہانی، ایک پورے قصے یا واقعے کا حوالہ ہوتا ہے، جسے اس جیسے کسی اور موقع پر دہرایا جاتا ہے اور وہ چند الفاظ سُن یا پڑھ کر پورا قصہ ذہن میں آجاتا ہے۔ ضرب المثل کو اُردو میں کہاوت بھی کہتے ہیں۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں اور قوموں کوئی ادب ایسا نہیں جس میں ضرب المثل کا رواج نہ ہو۔ اُردو زبان چوں کہ کئی زبانوں سے مل کر بنی ہے اس لیے اُردو زبان میں ضرب المثل کا ذخیرہ بہت زیادہ ہے۔ روزمرہ گفت گو میں استعمال ہونے والی چند ضرب الامثال یہ ہیں:

- اُلٹے بانس بریلی کو
- بوڑھی گھوڑی لال لگام
- چور کی ڈاڑھی میں تنکا
- زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو
- ایک ایک، دو گیارہ
- ایک انار، سو بیمار

۴۔ اپنے استادِ محترم سے مذکورہ ضرب الامثال کا مفہوم معلوم کریں اور یہ سمجھیں کہ اُنھیں کن موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے۔

جواب:

ضرب المثل	مفہوم
اُلٹے بانس بریلی کو	کوئی اُلٹا کام کرنا۔ بریلی ہندوستان کا شہر ہے جہاں بانس کثرت سے اُگتے ہیں۔ اگر کوئی سوداگر وہاں بانس بیچنے کو لے جائے تو اُسے بے وقوفی کا کام کہا جائے گا۔
بوڑھی گھوڑی لال لگام	اس بوڑھی عورت کے بارے میں کہتے ہیں جو بڑھاپے میں بھی جوانی جیسے نخرے کرے۔
چور کی ڈاڑھی میں تنکا	چور اپنی حرکات سے پہچانا جاتا ہے۔
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو	جس بات کا لوگوں میں چرچا عام ہو جائے وہ عموماً سچ ثابت ہوتی ہے۔
ایک ایک، دو گیارہ	دو آدمی مل کر اکیلے کی نسبت زیادہ کام کر سکتے ہیں۔
ایک انار، سو بیمار	جب ایک چیز کے بہت سے خواہش مند ہوں تو اس وقت کہتے ہیں۔

غزل کے شعر کی تشریح کرنا:

غزل کے شعر کی تشریح کرنا نظم کے شعر کی تشریح سے مختلف ہوتا ہے۔ نظم کے تمام اشعار مل کر ایک مفہوم دیتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر ایک علیحدہ اکائی کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر شعر کا مفہوم جداگانہ ہوتا ہے۔ چناں غزل کے شعر کی تشریح کرتے وقت درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

www.ilmkidunya.com

• تشریح آسان الفاظ میں، بول چال کی زبان میں اور رواں ہونی چاہیے۔
• شاعر نے اگر کسی شعر میں کوئی تشبیہ یا استعارہ، تلمیح یا کوئی صنعت لفظی یا معنوی استعمال کی ہے تو اس کی وضاحت ہونی چاہیے۔
• شاعر کا شعری مزاج اور اسلوب پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

خواجہ حیدر علی آتش کے ایک شعر کی تشریح ملاحظہ کریں:

زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

مفہوم: زمین میں سے جو پھول بھی اُگتا ہے وہ لازماً زرِگل لیے ہوتا ہے۔ کہیں اس کی وجہ قارون کا خزانہ تو نہیں؟

تشریح: زیرِ تشریح شعر کے پس منظر میں "گنجِ قارون" یا "قارون کا خزانہ" ایک معروف تلمیح ہے۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک انتہائی مال دار مگر بخیل شخص تھا۔ جس کے ہاتھ کہیں سے پارس پتھر لگ گیا تھا، جس کی وجہ سے، اس کے پاس اتنا سونا اکٹھا ہو گیا تھا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ستر اُونٹوں پر لادی جاتی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم زکوٰۃ دو مگر اُس نے انکار کر دیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے اپنے سونے کے خزانوں سمیت زمین میں دھنس گیا۔
شاعر (آتش) نے اس تلمیح سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قارون کے سونے کے خزانے نے زیرِ زمین جا کر بھی چین نہیں لیا اور وہ زرِگل کی صورت میں زمین سے باہر آ رہا ہے اور ہر پھول اپنی ہتھیلی میں زرِگل (زردانے) لپٹائے ہوئے زمین سے باہر نکلتا ہے۔ اس انوکھے خیال کو مرزا غالب نے یوں بیان کیا ہے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

شاعر کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ کچھ بڑے ہی حسین و جمیل لوگ تھے، جو زیرِ زمین چلے گئے مگر وہاں بھی ان کے حسن نے چین نہیں لیا اور اُن کا حسن لالہ و گل کی صورت میں زمین سے باہر آ رہا ہے۔
آتش کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ ہر پھول زرِگل لیے ہوتا ہے تو اس کی وجہ قارون کا سونے کا خزانہ ہے۔ اس صورتِ حال کو شعری اصطلاح میں صنعتِ حسنِ تعلیل کا نام دیا جاتا ہے، یعنی شاعر نے زمین سے اپنی ہتھیلی میں زرِگل لیے پھولوں کے اُگنے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ اصل وجہ نہیں مگر شاعر نے کیا خوب صورت وجہ بیان کی ہے، جس پر یقین کرنے کو جی چاہتا ہے۔

۵۔ **غزل کے اشعار کی تشریح کے لیے دی گئی ہدایات اور نمونے کی تشریح کی روشنی میں درج ذیل شعروں کی تشریح کریں۔**

اُڑتا ہے شوق راحتِ منزل سے اسپِ عمر
مہمیز کہتے ہیں کسے اور تازیانہ کیا

جواب: **تشریح:** اس شعر میں شاعر حیدر علی آتش نے انسان کی عمر کو ایک برق رفتار گھوڑے کی مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ عمر کے گھوڑے اور وقت کو نہایت خوب صورت مثال بنا کر پیش کیا ہے کہ جیسے گھوڑے کو دوڑانے کے لیے اس پر سوار شخص مختلف حربے آزماتا ہے۔ اس کی رفتار تیز کرنے کے لیے کبھی چابک کبھی چھانٹا مارتا ہے۔ کبھی وہ اسے تیز دوڑانے کے لیے ایڑ لگاتا ہے اور نہایت سرعت سے اپنی منزل کو پانے کی

ڈھن میں چلا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ عمر کا گھوڑا ایسا عجیب گھوڑا ہے جسے نہ تو ایڑ لگانی پڑتی ہے اور نہ ہی چھانٹے مار کر دوڑانا پڑتا ہے۔ یہ خود بخود ہی تیز رفتاری سے یوں بھاگتا ہے جیسے ہوا میں اُڑ رہا ہو۔ دراصل شاعر یہ بتانا چاہ رہا ہے کہ عمر کا گھوڑا بہت تیز رفتار ہے اور پلک جھپکنے میں عمر گزر جاتی ہے۔ لہٰذا جو بھی دن ملے اُسے غنیمت سمجھ کر اچھے کاموں کو کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔ ہم عمر کے گھوڑے کو روک نہیں سکتے مگر ہم اپنے وقت میں بہترین اور اچھے کام تو کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو ہر گزرتا دن اور ماہ و سال ہمیں ہماری آخری منزل موت کے قریب کر جاتا ہے۔ بس اچھے کام کرتے جاؤ تا کہ زادِ راہ بن سکے۔

طبل و علم پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

تشریح: اس شعر میں آتش اپنی درویشانہ فطرت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہ تو میرے پاس کوئی شان و شوکت کا عہدہ ہے اور نہ ہی کوئی دولت کے انبار۔ زمانہ میرے خلاف ہو کر کیا کرے گا۔ یہاں پھر پرانے دور کی مثال دی گئی ہے یعنی طبل ڈھول یا نقارے کو کہتے ہیں اور علم جھنڈے کو۔ پرانے زمانے میں بادشاہ اپنے قافلوں کے ساتھ ڈھول اور اپنے جھنڈے لے کر چلا کرتے تھے۔ جنگ سے پہلے طبل بجائے جاتے تھے اور جھنڈوں کو اُونچا اُٹھانا جیت کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ شاعر چوں کہ سادی زندگی گزارنے کے عادی ہیں تو کہتے ہیں کہ درویش منش آدمی کے پاس چوری ہونے کا کوئی خزانہ نہیں ہوتا نہ ہی دولت کی فراوانی سے لوگوں کو حسد ہوگا۔ لہٰذا سادی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔ دولت اور اقتدار کی ہوس میں پڑ کر انسان اپنا دلی سکون بھی کھو دیتا ہے اور ہر وقت چوری کا دھڑکا بھی لگا رہتا ہے۔

سرگرمیاں:

- کوئی خوش الحان طالب علم جماعت کے کمرے میں درست آہنگ کے ساتھ اس غزل کی بلند خوانی کرے۔
- تمام طلبہ آتش کی اس معروف غزل کو زبان یاد کریں۔
- طلبہ "کلیاتِ آتش" یا انٹرنیٹ کی مدد سے ایک اور زبان زدِ خاص و عام تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیں۔ اس غزل کا مطلع ہے:

دہن پر ہیں ان کے گماں کیسے کیسے
کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

اشاراتِ تدریس:

- استاد آتش کی یہ غزل خود پڑھے اور طلبہ سے قافیے اور ردیف کی نشان دہی کرائے۔
- استاد طلبہ کو خواجہ حیدر علی آتش اور امام بخش ناسخ کی شاعرانہ چشمک سے بھی آگاہ کرے۔
- اساتذہ طلبہ کو مقطع پڑھ کر سناتے ہوئے بتائیں کہ مقطع میں یہ اشارہ امام بخش ناسخ کی طرف ہے۔

اضافی معروضی سوالات

(1) سن تو سہی جہاں میں تیرا:

(الف) گانا کیا (ب) گنگنانا کیا (ج) فسانہ کیا ✓ (د) آزمانا کیا

www.ilmkidunya.com

(2) زمین کے نیچے چھپا ہوا ہے:
(الف) فرعون کا خزانہ (ب) قارون کا خزانہ ✓ (ج) نمرود کا خزانہ (د) شداد کا خزانہ

(3) اسپ عمر سے مراد ہے:
(الف) زندگی کی خواہش (ب) عمر کا دریا (ج) عمر کا گھوڑا ✓ (د) عمر کا اُونٹ

(4) مہمیز کہتے ہیں:
(الف) اُونٹ کو بھگانا (ب) گھوڑے کو ایڑی لگانا ✓ (ج) موٹر سٹارٹ کرنا (د) گدھے کو ہانکنا

(5) مدعی شاعر کو داد نہیں دیتا:
(الف) شوق سے (ب) خوف سے (ج) حسد سے ✓ (د) محبت سے

(6) زیرز میں سے آتا ہے جو گل سو:
(الف) سربکف (ب) زربکف ✓ (ج) جاں بکف (د) سربکف

(7) آتش نے غزل کہی ہے:
(الف) عادلانہ (ب) باغیانہ (ج) عاشقانہ ✓ (د) دلبرانہ

(8) حیدر علی آتش ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے:
(الف) چاقو (ب) تلوار ✓ (ج) بندوق (د) کتاب

(9) بے تاب رہتا ہے شاعر کا:
(الف) دماغ (ب) مزاج (ج) دل ✓ (د) لہجہ

(10) شاعر کے پاس نہیں ہے کوئی:
(الف) اقتدار (ب) طبل وعلم ✓ (ج) تخت (د) گھربار

جواب

(1)	(ج)	(2)	(ب)	(3)	(ج)	(4)	(ب)	(5)	(ج)
(6)	(ب)	(7)	(ج)	(8)	(ب)	(9)	(ج)	(10)	(ب)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) خواجہ حیدر علی آتش کا تعلق کس خاندان سے تھا؟

جواب: خواجہ حیدر علی آتش کا تعلق دلی کے ایک معزز خاندان سے تھا۔

(2) خواجہ حیدر علی کا تخلص کیا تھا؟

جواب: خواجہ حیدر علی کا تخلص آتش تھا۔

(3) خواجہ حیدر علی آتش نے شاعری میں کس کی شاگردی اختیار کی؟

جواب: خواجہ حیدر علی آتش نے شاعری میں مصحفی کی شاگردی اختیار کی۔

(4) اِن کی پوری زندگی کس طرح بسر ہوئی؟

جواب: ان کی پوری زندگی گو کہ بہت سادہ تھی مگر انہوں نے بہت وضع داری میں اپنی عمر بسر کی۔

(5) حیدر علی آتش کس طرح کی وضع قطع میں رہتے تھے؟

جواب: حیدر علی آتش سپاہیانہ اور بانکپن وضع قطع میں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ مشاعروں میں بھی تلوار میان میں باندھ کر جایا کرتے تھے۔

(6) انہوں نے کس رنگ میں شاعری کی؟

جواب: انہوں نے لکھنؤ کے رنگ میں شاعری اختیار کی۔

(7) اس دور میں لکھنؤ میں کن دو بڑے شاعروں کا تذکرہ ہوا کرتا تھا؟

جواب: اس دور میں آتش اور امام بخش ناسخ دونوں شاعروں کا تذکرہ زبان زدِ عام رہتا تھا۔

(8) حیدر علی آتش کو امدادی رقم کہاں سے ملا کرتی تھی؟

جواب: حیدر علی آتش کو امدادی رقم نوابوں سے ملا کرتی تھی۔

(9) اس غزل کے پہلے شعر میں آتش نے کیا مشورہ دیا ہے؟

جواب: غزل کے پہلے ہی شعر میں آتش نے مشورہ دیا ہے کہ ہمیں خلقِ خدا کی آواز کو ضرور سُننا چاہیئے۔

(10) دوسرے شعر میں جو پھول زمیں سے اُگتا ہے وہ کس طرح کا ہے؟

جواب: دوسرے شعر میں جو پھول زمین سے اُگتا ہے وہ پیلے رنگ کا ہے اور اس کے اندر بھی زرد رنگ کے چھوٹے دانے ہوتے ہیں۔

(11) آتش نے اسپ عمر کس کو کہا ہے؟

جواب: آتش نے اسپ عمر عمر اور زندگی کے گھوڑے کو کہا ہے جو سرپٹ بھاگے چلا جا رہا ہے۔

(12) قارون کے خزانے کی تلمیح کا استعمال آتش نے کس طرح کیا؟

جواب: قارون کے خزانے کی تلمیح کا استعمال آتش نے دولت کی چکاچوند دکھانے کو کہا ہے۔

www.ilmkidunya.com

(13) آتش نے مہماں سرائے کسے کہا ہے؟

جواب: آتش نے مہماں سرائے دراصل ہمارے جسموں کے اندر بستی ہوئی اس روح کو کہا ہے جس سے ہم اچھے بُرے کام اختیار کرتے ہیں۔

(14) مدعی کسے کہتے ہیں؟

جواب: مدعی اپنے مخالف حریف کو کہتے ہیں۔

(15) تازیانہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: گھوڑوں وغیرہ کو تیز تر دوڑانے کے لیے جو چھانٹا استعمال ہوتا ہے اُسے تازیانہ کہتے ہیں۔ یہ چمڑے کا بنا ہوتا ہے۔

(16) اس غزل میں شاعر کے دل کی کیا کیفیت نظر آتی ہے؟

جواب: اس غزل میں شاعر کا دل غم اور درد سے بھرا ہوا ہے۔

(17) طِبل اور علم کسے کہتے ہیں؟

جواب: طِبل ڈھول یا نقارے کو کہا جاتا ہے اور علم جھنڈے کو۔

(18) ہمارا دل کیوں بے تاب سا رہتا ہے؟

جواب: دراصل ہم جنت سے دُھتکارے گئے اور نکالے گئے انسان ہیں اسی لیے وہیں واپس جانے کو ہمارا ہمیشہ بے چین و بے تاب رہتا ہے۔

(19) حسد کرنے والے کا انجام آخر کار کیا ہوتا ہے؟

جواب: حسد کرنے والے کا انجام آخر کار بُرا ہی ہوتا ہے کیونکہ حسد کرنے والا اپنی ہی آگ میں جلتا رہتا ہے۔

(20) حیدر علی آتش کے مطابق مدعی اسے داد کیوں نہیں دیتا؟

جواب: حیدر علی آتش کے مطابق مدعی اسے داد حسد اور جلن کے مارے نہیں دیتا۔

(21) شاعر کو کیوں لگتا ہے کہ زمانہ اس کی مخالفت نہیں کرے گا؟

جواب: چونکہ شاعر مفلس اور نادار ہے۔ نا تو اس کے پاس کوئی گھوڑا ہے نا گاڑی لہذا کوئی اس کی مخالفت کیوں کرے گا۔

www.ilmkidunya.com

سبق ۱۸ غم ہے یا خوشی ہے تُو (غزل)

شاعر کا تعارف: ناصؔر کاظمی (۱۹۲۵ء-۱۹۷۲ء)

سید ناصر رضا کاظمی المعروف بہ ناصؔر کاظمی کی جائے ولادت انبالہ (مشرقی پنجاب، انڈیا) ہے۔ اُن کے والدِ گرامی سید محمد سلطان کاظمی رائل انڈین آرمی میں صوبے دار میجر کے عہدے پر فائز تھے۔ والدہ کا تعلق علم و کتاب سے تھا اور وہ انبالہ کے مشن گرلز ہائی سکول میں ٹیچر تھیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ناصؔر کاظمی نے پرائمری تک کی تعلیم اپنے والدہ کے سکول سے اور میٹرک مسلم ہائی سکول انبالہ سے کیا اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور آ گئے اور اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخلہ لے لیا، جہاں سے ایف اے پاس کیا۔ اس کے بعد بی اے کرنے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر ناسازگار حالات کی وجہ سے بی اے کیے بغیر ہی تعلیم ترک کر دی۔

ناصؔر کاظمی قیامِ پاکستان کے بعد اپنے خاندان کے ہم راہ انبالہ سے ہجرت کر کے کرشن نگر لاہور میں آ گئے اور جب اُن کے والدین کا سایہ سر سے جلد ہی اُٹھ گیا تو اُنھوں نے ملازمت کرنے کی ٹھانی۔ ملازمت کے سلسلے میں پہلے تقریباً دو سال تک مجلّہ ''اوراقِ نو'' کے مدیر رہے، پھر پانچ سال تک ماہنامہ ''ہمایوں'' کی ادارت کے فرائض انجام دیے اور بعد ازاں ایک سال تک ماہنامہ ''خیال'' کے مدیر و ناشر رہے۔ ازاں بعد ۱۹۶۴ء میں بطور سٹاف آرٹسٹ ریڈیو پاکستان لاہور کے ساتھ منسلک ہو گئے اور یہ وابستگی تادمِ واپسیں رہی۔

ناصؔر کاظمی کی شاعری کا آغاز زمانۂ طالب علمی سے ہی ہو گیا تھا۔ اُن کی پہلی غزل ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی اور پھر وہ متواتر کے ساتھ رسائل و جرائد میں چھپتے رہے۔

ناصؔر کاظمی کی شاعری میں میر کی سی اُداسی نظر آتی ہے۔ شہر، رات، سفر وغیرہ آپ کے خاص موضوعات ہیں۔ آپ نے روایت سے بغاوت کیے بغیر غزل میں نئی راہیں تلاش کیں۔ اُردو شاعری میں ناصؔر کاظمی کا کمال یہ ہے کہ جو کچھ وہ اپنے گرد و پیش میں دیکھتے ہیں، وہیں سے علامتیں اور استعارے اخذ کرتے ہیں اور یہ آپ کی انفرادیت ہے جسے اُنھوں نے بڑی سادگی اور دردمندی سے بیان کر دیا ہے۔ اُن کی شاعری کے مجموعوں میں: ''برگِ نے، سُر کی چھایا، نشاطِ خواب، دیوان اور پہلی بارش'' شامل ہیں جب کہ اُن کا تمام کلام ''کلیاتِ ناصؔر کاظمی'' کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
غم	دُکھ	دیار	شہر، جہاں
آفت	مصیبت	اجنبی	ناواقف
چین	سکون	چراغ	روشنی
خزاں	پت جھڑ کا موسم	بہار	نئے پھول کھلنے کا موسم
وجہِ دوستی	دوستی کی وجہ	--	--

اشعار کی تشریح

شعر 1:

غم ہے یا خوشی ہے تُو
میری زندگی ہے تُو

تشریح: ناصر کاظمی چھوٹی بحر میں شاعری کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں اداسی، تنہائی، ہجر اور محرومیوں کی داستانیں ملتی ہیں۔ اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اے میرے محبوب! مجھے نہیں معلوم کہ تم غم ہو یا خوشی ہو لیکن میری زندگی ہو۔ شاعر کہتا ہے کہ میری زندگی میں شامل ہر خوشی اور غم تمھاری ذات سے ہی جڑا ہوا ہے۔ اگر تم خوش ہوتو میں بھی خوش ہوتا ہوں۔ اگر تم دکھی ہو جاؤ تو میں بھی دکھی ہو جاتا ہوں۔ میری زندگی میں جتنی بھی رونقیں ہیں سب تمھاری وجہ سے ہیں اور اگر کوئی غم ہے تو وہ بھی تمھاری ہی بدولت ہے۔ شاعر محبوب کو زندگی قرار دیتا ہے۔

شعر 2:

آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تُو

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ ہر مشکل اور آفت یعنی مصیبت کے دور میں میں جب بھی تمھارے بارے میں سوچتا ہوں تو تم میرے لیے باعث سکون بن جاتے ہو۔ شاعر کہتا ہے کہ جب بھی مشکل یا پریشانی میں ہوتا ہوں تو اپنا حالِ دل اُس کے گوش گزار کرتا ہوں تو میری پریشانیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا ساتھ میرے لیے سکون و مسرت کا باعث ہے۔ اس کی قربت میں دنیا کے سب حالات میرے لیے خوشی میں بدل جاتے ہیں۔ دکھ سکھ میں بدل جاتے ہیں۔

شعر 3:

میری رات کا چراغ
میری نیند بھی ہے تُو

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنے دل کی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میری سیاہ راتوں کا چراغ یعنی روشنی بھی تم ہی ہو۔ تمھیں یاد کرتے کرتے میں جب تمھارے تصور میں کھو جاتا ہوں تب مجھے نیند آتی ہے۔ اے محبوب! تم میری زندگی کے ہر پہلو میں موجود ہو۔ خوشی، غمی، اندھیرے سے لے کر اُجالے تک، نیند سے لے کر بیدار ہونے تک۔ بے چینی و بے قراری سے لے کر خوشی اور راحت تک بس تم ہی میری اُمیدوں کا محور و مرکز ہو۔

شعر 4:

مَیں خزاں کی شام ہوں
رُت بہار کی ہے تُو

تشریح: شام کو ایک عجیب سی تنہائی اور یاسیت فضا میں بس جاتی ہے۔ خزاں کے موسم میں جنگلوں اور باغوں میں درختوں کے پتے شاخوں سے جھڑ جاتے ہیں۔ درخت خالی خالی سوکھی ٹہنیوں کی وجہ سے بے رنگ نظر آتے ہیں۔ شام کو خاموشی اور تنہائی اس منظر کو اور اداس کر دیتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حال اس شعر میں ناصر کاظمی نے اپنا بیان کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اے محبوب! میری حالت بھی اس موسمِ خزاں کی اداس شام جیسی ہو جاتی ہے۔ جب کہ تمھیں دیکھ کر میرا دل کھل اُٹھتا ہے اور تم بالکل بہار کی رُت کی طرح ہو۔ جیسے بہار میں ہر طرف پھول کھلتے ہیں اس طرح تم کو دیکھ کر میرے اندر بھی زندگی کی بہار کا موسم پیدا ہو جاتا ہے۔

شعر 5:

دوستوں کے درمیاں
وجہ دوستی ہے تُو

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ جب سے میری تم سے شناسائی ہوئی ہے تب سے میری ان لوگوں سے جو تمھارے حلقۂ احباب میں موجود

ہیں، ان سے بھی دوستی ہو گئی ہے کیوں کہ یہ بھی تمھارے حسن کے جلوؤں کی چکا چوند سے سب کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ تمھارے حسن اور سیرت کی وجہ سے مجھے ان سب لوگوں سے بھی ملنا پڑتا ہے جن سے میں پہلے واقف نہیں تھا۔ لیکن میرا مقصد تو صرف اور صرف تم سے دوستی کرنا ہے۔ تم تک پہنچنے کے لیے مجھے اوروں سے بھی اچھے تعلقات رکھنا پڑتے ہیں۔ جب کہ میں ایک تنہائی پسند اور کم گو شخص تھا لیکن اب میں صرف تمھارے کوچے میں تمھیں دیکھنے اور تم سے بات کرنے کے لیے آتا ہوں یوں ان لوگوں کے درمیان تم دوستی کی وجہ بھی ہو۔

شعر 6: میری ساری عمر میں
ایک ہی کمی ہے تُو

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ یوں تو مجھے زندگی کی ہر چیز ہی میسر ہے۔ میری زندگی میں شاید سوائے تمھارے اور کسی چیز کی کمی نہیں۔ دراصل یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ کسی کو چاہنا اور پھر چاہے جانے کا خوب صورت احساس دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے۔ مجھے بھی اب یہی لگتا ہے کہ اگر تم بھی میری زندگی میں داخل ہو جاؤ تو ہر کمی پوری ہو جائے گی۔ اگر تمھاری توجہ اور التفات کی نظر حاصل ہو جائے تو میری بے رنگ زندگی میں بہاروں کے رنگ شامل ہو جائیں گے۔ اب تو صرف تمھاری ہی ایک کمی ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس سب کچھ ہے۔

شعر 7: مَیں تو وہ نہیں رہا
ہاں مگر وہی ہے تُو

تشریح: اس شعر میں شاعر محبوب سے شکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں تو اب وہ نہیں رہا۔ زندگی میں بہت سے غموں اور تکلیفوں نے مجھے تو گہنا دیا ہے مگر تم ابھی تک وہی ہو تر و تازہ اور خوش باش۔ میں بھی تو کبھی کام کا آدمی تھا مگر تمھارے عشق میں پڑ کر میں کہیں کا نہیں رہا۔ غم دوراں اور غم جاناں دونوں نے مل کر میری شخصیت اور جذبات کو سرد کر دیا ہے۔ میرا دل جیسے بجھ سا گیا ہے۔ اے میرے محبوب! مت بھولو کہ محبت میں جس شخص نے زیادہ وفا کی ہوتی ہے زیادہ قربانی دی ہوتی ہے اسی کو دکھ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ مگر تم ویسے ہی ہو بے وفا اس لیے تمھیں کوئی پریشانی نہیں۔

شعر 8: ناصؔر اس دیار میں
کتنا اجنبی ہے تُو

تشریح: اس آخری شعر میں ناصر کاظمی اپنے آپ سے خود ہی مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ ناصر اس شہر میں تُو کتنا اجنبی ہے۔ اپنے محبوب کی بے وفائی کے بعد تو خود کو کتنا تنہا سا محسوس کرنے لگا ہے۔ جب سے میں اپنے محبوب سے جدا ہوا ہوں مجھے پورا شہر ہی بیگانہ لگنے لگا ہے۔ شہر تو اسی طرح رونقوں اور لوگوں سے بھرا ہوا ہے لیکن میں اپنے بھرے پُرے شہر میں بھی اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرنے لگا ہوں۔ اب مجھے لگتا ہے سارا شہر بھائیں بھائیں کرتا ہے۔ محبت اور محبوب کتنی عجیب چیزیں ہیں۔ انسان کو خود سے ہی بیگانہ کر دیتی ہیں۔

مشق

ا۔ ناصؔر کاظمی کی اس غزل کے متن کے پیشِ نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) ''غم ہے یا خوشی'' شاعر نے ہر حال میں زندگی کو کیسے قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر نے ہر حال میں اپنے محبوب ہی کو اپنی زندگی قرار دیا ہے۔ چاہے زندگی میں خوشی ہو یا غم وہ اپنے محبوب کو ہی اپنی ہر خوشی سمجھتا ہے۔

(ب) شاعر نے آفتوں کے دور میں چین کی گھڑی کسے کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنے محبوب کو ہی آفتوں اور مصیبتوں کے ہر دور میں چین اور سکھ کی گھڑی قرار دیا ہے۔

(ج) شاعر نے اپنے آپ کو خزاں کی شام کیوں کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنی زندگی کی تنہائی کو خزاں کی شام سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی زندگی میں بھی صرف تنہائی اور اداسی ہے۔

(د) شاعر نے اپنے آپ کو دوستوں کے درمیان وجہِ دوستی کیوں قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر چوں کہ اپنے محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اس کی گلیوں کے پھیرے لگاتا تھا اس لیے وہاں اس نے لوگوں سے دوستی کی اس لیے وہ اپنے محبوب کو اس دوستی کی وجہ قرار دیتا ہے۔

(ہ) شاعر نے اس دیار میں اپنے آپ کو اجنبی کیوں کہا ہے؟

جواب: شاعر نے محبوب سے جدائی اور بے وفائی کی وجہ سے اپنے آپ کو اس شہر میں اجنبی قرار دیا ہے۔ اس کو لگتا ہے کہ اب اس شہر میں وہ تنہا ہو گیا ہے۔

۲۔ کالم (الف) کے مصرعِ اوّل کو کالم (ب) کے مصرعِ ثانی کے ساتھ اس طرح ملائیں کہ شعر مکمل ہو جائے۔

کالم (الف)	کالم (ب)
غم ہے یا خوشی ہے تُو	چین کی گھڑی ہے تُو
آفتوں کے دور میں	رُت بہار کی ہے تُو
میری رات کا چراغ	ہاں مگر وہی ہے تُو
مَیں خزاں کی شام ہوں	میری زندگی ہے تُو
مَیں تو وہ نہیں رہا	میری نیند بھی ہے تُو

جواب:

کالم (الف) اور کالم (ب)
غم ہے یا خوشی ہے تُو میری زندگی ہے تُو
آفتوں کے دور میں چین کی گھڑی ہے تُو
میری رات کا چراغ میری نیند بھی ہے تُو
مَیں خزاں کی شام ہوں رُت بہار کی ہے تُو
مَیں تو وہ نہیں رہا ہاں مگر وہی ہے تُو

۳۔ درج ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔

چین کی گھڑی خزاں رُت وجہِ دوستی دیار اجنبی

جواب:

الفاظ	جملے
چین کی گھڑی	زندگی میں چین کی گھڑی قسمت والوں کو ہی ملتی ہے۔
خزاں	خزاں کے بعد بہار کا موسم آتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

رُت	تم کیا گئے کہ اس شہر کی رُت ہی بدل گئی۔
وجہ دوستی	ایک جیسے شوق ان دونوں کی وجہِ دوستی تھی۔
دیار	دیارِ غیر میں اُس کا جی نہ لگا۔
اجنبی	اجنبی لوگوں سے میل جول اچھا نہیں ہوتا۔

۴۔ **شاعر نے اپنی غزل کے مطلع میں کون سی صنعت استعمال کی ہے، نشان دہی کریں۔**

جواب: شاعر نے اپنی غزل کے مطلع میں صنعت تضاد استعمال کی ہے: خوشی یا غم

۵۔ **درج ذیل شعر کی تشریح کریں۔**

مَیں خزاں کی شام ہوں
رُت بہار کی ہے تُو

جواب: **تشریح:** شام کو ایک عجیب سی تنہائی اور یاسیت فضا میں بس جاتی ہے۔ خزاں کے موسم میں جنگلوں اور باغوں میں درختوں کے پتے شاخوں سے جھڑ جاتے ہیں۔ درخت خالی خالی سوکھی ٹہنیوں کی وجہ سے بے رنگ نظر آتے ہیں۔ شام کو خاموشی اور تنہائی اس منظر کو اور اداس کر دیتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حال اس شعر میں ناصر کاظمی نے اپنا بیان کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اے محبوب! میری حالت بھی اس موسمِ خزاں کی اداس شام جیسی ہو جاتی ہے۔ جب کہ تمھیں دیکھ کر میرا دل کھل اُٹھتا ہے اور تم بالکل بہار کی رُت کی طرح ہو۔ جیسے بہار میں ہر طرف پھول کھلتے ہیں اس طرح تم کو دیکھ کر میرے اندر بھی زندگی کی بہار کا موسم پیدا ہو جاتا ہے۔

سرگرمیاں:

- طلبہ ناصر کاظمی کی یہ غزل درست تلفظ کے ساتھ پڑھیں اور صنعتِ تضاد کے حامل اشعار الگ کر کے سنائیں۔
- تمام طلبہ ناصر کاظمی کی اس غزل کو نثر کی صورت بنا کر اپنی کاپیوں میں لکھیں اور اُستاد سے اصلاح لیں۔

اشاراتِ تدریس:

- ناصر کاظمی کا موازنہ چند ہم عصر شاعروں سے کیا جائے۔
- اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ غزل علائم و رموز (اشارے کنائے) کی زبان ہے اور اُن سے پوچھیں کہ اس غزل میں خزاں، بہار، دیار اور اجنبی کے الفاظ کس بات کی علامت ہیں۔
- اساتذہ ناصر کاظمی کے چند زبان زدِ خاص و عام شعر سنائیں۔
- اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ ناصر کاظمی کو مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہو جانے کا بڑا غم تھا اور طلبہ کو اُن کی یہ غزل سنائیں جس کا پہلا شعر ہے:

وہ ساحلوں پہ گانے والے کیا ہوئے
وہ کشتیاں چلانے والے کیا ہوئے

- اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ شعروں میں زبان زدِ خاص و عام ہونے کی صلاحیت کیسے پیدا ہوتی ہے۔

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

(1) شاعر ناصر کاظمی کی جائے ولادت ہے:

(الف) چندی گڑھ ✓ (ب) گڑگاؤں (ج) دلی (د) انبالہ

(2) ناصر کاظمی کی شاعری میں اُداسی ہے:

(الف) غالب کی سی (ب) درد کی سی (ج) میر تقی میر کی سی ✓ (د) آتش کی سی

(3) غم ہے یا ______ ہے تُو:

(الف) زندگی (ب) بندگی (ج) خوشی ✓ (د) غمی

(4) میں خزاں کی ______ ہوں:

(الف) نام (ب) کام (ج) شام ✓ (د) دام

(5) شاعر نے آفتوں کے دور میں چین کی گھڑی کہا ہے اپنے:

(الف) دوست کو (ب) پڑوسی کو (ج) ہم جماعت کو (د) محبوب کو ✓

(6) اس غزل میں ردیف ہے:

(الف) تُو (ب) وہی ہے (ج) ہے تُو ✓ (د) وہی ہے تُو

(7) دیار کے معنی ہیں:

(الف) پردیس کے (ب) شہر کے ✓ (ج) گاؤں کے (د) محلے کے

(8) شاعر کی زندگی میں صرف کمی ہے تو اس کے:

(الف) دوست کی (ب) محبوب کی ✓ (ج) شاعرہ کی (د) خوشی کی

(9) شاعر کا محبوب ہے اس کی رات میں ایک:

(الف) ستارہ (ب) آسمان (ج) چراغ ✓ (د) چاند

(10) شاعر کے دوستوں کے درمیان ______ کی وجہ ہے تُو:

(الف) واقفیت (ب) لڑائی (ج) خوشی (د) دوستی ✓

(11) شاعر کہتا ہے میں تو وہ ______ رہا:

(الف) ہی (ب) نہیں ✓ (ج) کہیں (د) صحیح

(12) شاعر کتنا اجنبی ہے اس ______ میں:

(الف) مقام (ب) احساس (ج) دیار ✓ (د) وطن

جواب

(1)	(ج)	(2)	(ج)	(3)	(ج)	(4)	(ج)	(5)	(د)	(6)	(ج)
(7)	(ب)	(8)	(ب)	(9)	(ج)	(10)	(د)	(11)	(ب)	(12)	(ج)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) ناصر کاظمی کی جائے پیدائش کہاں کی ہے؟

جواب: ناصر کاظمی کی جائے پیدائش انبالہ شہر (مشرقی پنجاب انڈیا) کی ہے۔

(2) ناصر کاظمی کی والدہ کیا کرتی تھیں؟

جواب: ناصر کاظمی کی والدہ مشن گرلز ہائی سکول انبالہ میں سکول ٹیچر تھیں۔

(3) ناصر کاظمی نے پرائمری اور بعد کی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

جواب: ناصر کاظمی نے پرائمری تک تعلیم اپنی والدہ کے سکول سے حاصل کی میٹرک مسلم ہائی سکول انبالہ سے کیا۔

(4) ناصر کاظمی نے اپنی تعلیم بیچ ہی میں کیوں اُدھوری چھوڑ دی؟

جواب: ناصر کاظمی نے ایف اے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے کیا اور بی۔اے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر ناسازگار حالات کی وجہ سے تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی۔

(5) ناصر کاظمی کے والد گرامی کس شعبے سے منسلک تھے؟

جواب: اِن کے والدِ گرامی سید محمد سلطان کاظمی رائل انڈین آرمی میں صوبے دار میجر تھے۔

(6) انبالہ سے لاہور آنے کے بعد وہ اپنے والدین کے ساتھ کہاں مقیم ہوئے؟

جواب: انبالہ سے ہجرت کر کے لاہور آنے کے بعد وہ کرشن نگر میں مقیم ہوئے۔

(7) ان کی شاعری میں کس طرح کی اُداسی نظر آتی ہے؟

جواب: ناصر کاظمی کی شاعری میں میر کی سی اداسی نظر آتی ہے۔

(8) کیا کیا چیزیں ناصر کاظمی کی شاعری کے خاص موضوعات ہیں؟

جواب: شہر، رات اور مختلف سفر وغیرہ ان کی شاعری کے خاص موضوعات ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے گردوپیش سے علامتیں اور استعارے اخذ کیے ہیں۔

(9) شاعر نے کسے اپنی زندگی قرار دیا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنے محبوب کو اپنی زندگی قرار دیا ہے۔

(10) تمام عمر شاعر نے کسی کی کمی محسوس کی ہے؟

جواب: تمام عمر شاعر نے اپنے محبوب کی کمی محسوس کی ہے۔

(11) شاعر نے اس غزل میں بیک وقت کس کو بہار اور خزاں کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اس غزل میں بیک وقت اپنے آپ کو ہی بہار بھی کہا اور خزاں بھی کہا ہے۔

www.ilmkidunya.com

(12) شاعری میں سہل ممتنع کسے کہتے ہیں؟

جواب: شاعری میں سہل ممتنع کا مطلب ہے کہ آسان اور سادہ زبان میں کہے گئے اشعار جن کے معنوں میں گہرائی ہو۔

(13) شاعر نے بہار کی رُت کسے کہا ہے؟

جواب: شاعر نے بہار کی رُت اپنے محبوب کو کہا ہے۔

(14) شاعر نے اپنے دوستوں سے دوستی کی وجہ کسے کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنے محبوب کو ہی اپنے دوستوں سے دوستی کی وجہ کہا ہے۔

(15) شاعر کی پوری عمر میں کس چیز کی کمی ہے؟

جواب: شاعر کی پوری عمر میں بس صرف ایک اس کے محبوب ہی کی کمی ہے۔

www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com

سبق ۱۹ — کاش طوفاں میں سفینے کو اُتارا ہوتا (غزل)

شاعرہ کا تعارف: پروین فنا سید (۱۹۳۶ء-۲۰۱۰ء)

پروین فنا سید کا اصل نام پروین سید ہے۔ شاعری کا آغاز کیا تو "فنا" تخلص پسند کیا اور یوں پروین فنا سید کے نام سے معروف ہوئیں۔ جائے ولادت لاہور ہے۔ اُن کے والدِ گرامی سید ناصر حسین رضوی محکمہ جیل خانہ جات میں سپرنٹنڈنٹ جیل تھے اور والدہ کا نام سیدہ افتخار النسا تھا جو امورِ خانہ داری کی بڑی ماہر خاتون تھیں۔

قیامِ پاکستان کے وقت آپ گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مقیم تھیں جہاں کے ہندو مسلم فسادات نے آپ کے ذہن کو بڑا متاثر کیا جس کے اثرات بعدازاں آپ کی شاعری میں بھی در آئے۔

آپ نے گوجرانوالہ سے اعلیٰ نمبروں میں میٹرک پاس کیا اور لاہور آ کر لاہور کالج برائے خواتین میں پری میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔ ان کی لیڈی ڈاکٹر بننے کی خواہش تھی لیکن انھی دنوں شدید علالت کے باعث وہ اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ کر سکیں کیوں کہ ڈاکٹروں نے اُنھیں کافی عرصہ تک دماغی کاموں سے دُور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ بہرحال اس کیفیت میں بھی اُنھوں نے ہمت نہ ہاری اور ایک سال بعد انٹرمیڈیٹ کا امتحان بڑے اچھے نمبروں میں پرائیویٹ طور پر پاس کر لیا۔ بعدازاں آپ سید احمد کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ شادی کے وقت آپ کے رفیقِ حیات پاک فوج میں آفیسر تھے۔ شادی کے بعد آپ نے لاہور کالج برائے خواتین لاہور ہی سے گریجویشن کی اور امورِ خانہ داری میں ایسی مصروف ہوئیں کہ مزید تعلیم حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

پروین فنا سید کو فنِ مصوری اور موسیقی میں گہری دلچسپی تھی۔ ان کے فن کا تعارف اس وقت ہوا جب ۱۹۸۵ء میں ریڈیو پاکستان راول پنڈی سے پہلی مرتبہ اُن کا کلام نشر ہوا۔

پروین فنا سید اپنی ابتدائی دور کی شاعری میں ادا جعفری (۱۹۲۴ء-۲۰۱۵ء) سے متاثر تھیں اور انھی کے رنگ میں شاعری کرتی تھیں۔ بعد میں فیض احمد فیض سے کسبِ فیض کیا اور شاعری میں اصلاح لی تو اپنا رنگ شاعری اختیار کیا جو تادمِ واپسیں جاری رہا۔

پروین فنا سید کی معاصر شاعرات میں کشور ناہید، شبنم شکیل، فہمیدہ ریاض اور پروین شاکر وغیرہ شامل ہیں مگر ان سب شاعرات کی موجودگی میں ان کی الگ تھلگ شناخت ہے۔ اُن کی تصانیف میں: "حرفِ وفا، تمنا کا دوسرا قدم، یقین، لہو سرخ ہے اور حیرت" شامل ہیں اور ان کی کلیات بھی شائع ہو چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سفینہ	کشتی	گوارا کرنا	سہ جانا
موج	بحر، لہر	بہ صد شوق	بہت شوق سے
ساحل	سمندر کا کنارہ	عنایت	کرم، مہربانی
تصور	خیال	اسرارِ فنا	موت کا راز
واقف	جاننا	اسرارِ بقا	ہمیشہ زندہ رہنے کا راز
آدابِ جفا	جفا کرنے کے اُصول	یزداں	خدا
سہار ہوتا	برداشت کیا ہوتا	بھرم	لحاظ

www.ilmkidunya.com

اشعار کی تشریح

شعر 1:

کاش طوفان میں سفینے کو اُتارا ہوتا
ڈوب جاتا بھی تو موجوں نے اُبھارا ہوتا

تشریح: پروین فنا سید اس شعر میں زندگی کی مشکلوں کا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہی ہیں کہ اے کاش! زندگی کی ناؤ کو میں نے طوفان میں اُتار دیا ہوتا۔ مَیں جو اسے طوفان سے بچا بچا کر رکھتی رہی۔ اگر میں بروقت ہی اپنی کشتی کو طوفان کی نذر کر دیتی اور میری ناؤ ڈوب بھی جاتی تو سمندر کی تند اور بڑی موجیں اُسے اُٹھا کر سمندر سے باہر پھینک دیتیں اور یوں وہ ڈوب بھی جاتی تو سمندر کی لہریں اُسے بچا لیتیں۔ دراصل شاعرہ کہہ رہی ہیں کہ جہاں زندگی ہے وہاں مشکلیں بھی ہیں اور آزمائشیں بھی۔ یہ امتحاں انسان کو مضبوط بناتے ہیں۔ مشکلوں سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ان کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے۔ مشکلوں سے لڑ کر ہی انسان کو منزل ملتی ہے۔

شعر 2:

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
لبِ ساحل سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

تشریح: اس شعر میں شاعرہ کہتی ہے کہ اے میرے محبوب! اگر تم میرے انتظار میں ساحل پر کھڑے ہوتے اور میری طرف تم نے الفت کا ہاتھ بڑھایا ہوتا تو میں سمندر کی تند و تیز موجوں کی پروا کیے بغیر تم تک آ جاتی۔ تمھارے خلوص اور وفا کے سامنے سمندر اور ساحل کا فرق مٹ جاتا۔ لیکن افسوس کہ میری ڈوبتی ناؤ کو بچانے کے لیے تم نے کوئی کوشش تو دور کی بات ایک اشارہ تک نہ کیا۔ کہاوت ہے کہ ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے مگر من پسند آدمی کا ساتھ مایوس انسان کی زندگی میں اُمید کے دیے روشن کر دیتا ہے۔ جب کوئی کشتی سمندر کی بپھری ہوئی موجوں سے نکل کر ساحل پر آتی ہے تو اسے سکون مل جاتا ہے۔ اس طرح اگر میرا محبوب مجھے اشارہ بھی کرتا تو میں اپنی جان قربان کر دیتی۔

شعر 3:

تم ہی واقف نہ تھے آدابِ جفا سے ورنہ
ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا

تشریح: اس شعر میں شاعرہ محبوب سے شکوہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ وفا تو تم کیا ہی نبھاتے تمھیں تو جفا کے طریقے بھی نہ آئے۔ محبت و وفا کی طرح جفا و ستم کے بھی آداب ہوتے ہیں مگر افسوس کہ تم نے وہ بھی نہ سیکھے۔ نہ تو تمھیں وفا کرنی آتی ہے اور نہ ہی جفا ورنہ میں تمھارا ہر ظلم و ستم ہنس کر برداشت کر لیتی۔ شاعرہ شکوہ کناں ہے کہ میری تقدیر کیسی خراب ہے کہ میرے محبوب کو نہ ہی وفا آتی ہے اور نہ ہی جفا۔ محبت تو نام ہی سرِ تسلیم خم کرنے کا ہے۔

شعر 4:

غم تو خیر اپنا مقدر ہے، سو اس کا کیا ذکر
زہر بھی ہم کو بہ صد شوق گوارا ہوتا

تشریح: پروین فنا سید اس شعر میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ خوشیوں کو تو پتہ نہیں لیکن غم تو میرے اپنے ہیں۔ زندگی کے رنج و الم اور دُکھ درد جیسے میرا مقدر ہی بن گئے ہیں۔ ویسے بھی سب کہتے ہیں کہ یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی دکھ میں مبتلا ہے۔ جب تک زندگی ہے غموں سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ میں بھی اسی لیے اپنے دکھوں کا رونا نہیں روتی۔ حتیٰ کہ مجھے میرے محبوب کو حاصل کرنے کے لیے غموں کے ساتھ ساتھ زہر بھی پینا پڑتا تو میں خوشی سے پی جاتی۔ غم تو تقدیر میں لکھے ہی ہیں لہٰذا اس کا بار بار کیا رونا رونا۔ سچی محبت تو وہی ہے کہ انسان محبوب کے ہاتھوں سے زہر کو بھی آبِ حیات سمجھ کر پی لے۔

شعر 5:

باغباں تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

تشریح: شاعرہ اس شعر میں پھر سے کائنات کے خالق سے شکوہ کناں ہیں کہ اے باغبان! اگر تو نے دنیا کے گلشن میں ایک بھی پھول میرے لیے کھلایا ہوتا تو میں بھی خود کو خوش نصیب سمجھتی۔ مگر اس دنیا کے چمن میں کسی کو تو بے شمار چیزیں اور اَن گنت پھول عطا کر دیتا ہے۔ کچھ میرے جیسے کم نصیب تو ایک پھول سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ اے چمن کے مالی! تو باغباں تو ہے لیکن اگر تو نے چمن کے نظام میں انصاف قائم کیا ہوتا تو کسی کو نہ کوئی شکوہ ہوتا اور نہ ہی کوئی محرومی۔ یوں تیری بے نیازیوں کی اس تقسیم سے اب تیری عنایات کا بھرم کھل گیا ہے۔ شاعرہ شاید خدا سے ملتمس ہے کہ اے میرے رب! تو اس دنیا کے چمن کا باغباں ہے اور تیرا باغ رنگا رنگ پھولوں سے بھرا پڑا ہے۔ مگر میرے دل کا پھول ابھی تک نہیں کھلا۔ اگر تیری نظر مجھ پر پڑ گئی تیرا ساتھ مل گیا تو میری دنیا تو کیا آخرت بھی سنور جائے گی۔ لہٰذا اے خدا! تُو مجھے اپنی محبت سے نواز دے۔

شعر 6:

تم پہ اسرارِ فنا، رازِ بقا کھل جاتے
تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

تشریح: پروین فنا سید اس شعر میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ اے فنا! اگر تو نے سچے دل اور پورے خلوص سے اپنے پیدا کرنے والے کو پکارا ہوتا تو تم پر فنا اور بقا کے تمام اسرار کھل جاتے۔ بلکہ فنا اور بقا کے درمیان ارتقا کے بھی تمام راز کھل جاتے۔ شاعرہ اصل میں ہمیں یہ سمجھانا چاہتی ہیں کہ اللہ کی محبت ہی سے معرفت ملتی ہے۔ زندگی اور موت کی تمام تلخ و شیریں حقیقتیں کھلتی ہیں۔ پروین فنا سید کہتی ہیں کہ دنیا کے کارخانے میں ہر روز بے شمار نئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں انسان بھی شامل ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ روحیں کہاں سے آتی ہیں اور موت کے بعد کہاں چلی جاتی ہیں۔ اس شعر میں ہم پہ یہ کھلتا ہے کہ فنا اور بقا کے یہ راز صرف ان لوگوں پر عیاں ہوتے ہیں جو خدا کو ہمیشہ پکارتے ہیں۔ خدا کی محبت میں جو اپنے آپ کی نفی کر دیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس شعر میں یہ سبق بھی ہے کہ اگر ہم وقت پر اللہ کی محبت سے اس کی مدد حاصل کر لیں تو دنیا کی رنجشوں اور مصیبتوں سے بروقت خلاصی مل جائے گی۔

مشق

۱۔ **پروین فنا سید کی اس غزل کے متن کے پیش نظر مختصر جواب لکھیں۔**

(الف) **شاعرہ کو طوفان میں سفینے کو اُتارنے کی شدید خواہش کیوں ہے؟**

جواب: شاعرہ کو اپنے سفینے کو طوفان کی تند و تیز موجوں میں اُتارنے کی اس لیے شدید خواہش ہے کہ اُسے پورا یقین ہے کہ بپھری ہوئی موجیں اُسے ضرور اُبھار دیں گی۔

(ب) **شاعرہ کس صورت میں ساحل کا تصور مٹا دینے کے لیے تیار ہے؟**

جواب: شاعرہ کو اگر ساحل کے کنارے سے اپنے محبوب کی طرف سے ہلکا سا بھی اشارہ ہو جاتا تو وہ ساحل کا تصور مٹا دینے کو تیار ہے۔

(ج) **شاعرہ کس حال میں ہر ظلم کے سہارنے کے لیے آمادہ ہے؟**

جواب: شاعرہ شکوہ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ محبت تو دُور میرے محبوب کو ظلم ڈھانا بھی ٹھیک سے نہیں آتا۔ اگر اس کا محبوب جفا کے آداب سے واقف ہوتا تو وہ اس کا ہر ظلم ہنس کر سہار لیتی۔

(د) **شاعرہ کس صورت حال میں بہ صد شوق زہر کو گوارا کرنے کے لیے تیار ہے؟**

جواب: شاعرہ کو اپنے محبوب کی طرف سے اگر زہر بھی پینے کو ملتا تو وہ شوق سے اسے گوارا کر لیتی۔

(ہ) **شاعرہ کس کے بھرم کھلنے کی بات کر رہی ہے؟**

جواب: شاعرہ باغباں کے بھرم کے کھلنے کی بات کر رہی ہے۔

۲۔ غزل کے متن کو مدِ نظر رکھ کر کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ کے ساتھ ملائیں تاکہ درست مصرعے ترتیب پاسکیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
کاش طوفان میں	بھی مٹا سکتے تھے
ہم تو ساحل کا تصور	آدابِ جفا سے ورنہ
تم ہی واقف نہ تھے	سو اس کا کیا ذکر
غم تو خیر اپنا مقدر ہے	رازِ بقا کھل جاتے
تم پر اسرارِ فنا	سفینے کو اُتارا ہوتا

جواب:

کالم (الف) اور کالم (ب)
کاش طوفان میں سفینے کو اُتارا ہوتا
ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
تم ہی واقف نہ تھے آدابِ جفا سے ورنہ
غم تو خیر اپنا مقدر ہے سو اس کا کیا ذکر
تم پر اسرارِ فنا رازِ بقا کھل جاتے

۳۔ اس غزل میں ہم آواز الفاظ: اُتارا، اُبھارا، اشارہ، سہارا، گوارا، ہمارا، پکارا کے الفاظ کس طور پر استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: اس غزل میں ہم آواز الفاظ: اُتارا، اُبھارا، اشارہ، سہارا، گوارا، ہمارا، پکارا کے الفاظ قافیہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔ اس غزل میں مطلع کے دونوں مصرعوں اور اس کے بعد آنے والے ہر دوسرے مصرعے میں وہ لفظ کیا ہے جو من و عن دہرایا جاتا ہے اور اُسے اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟

جواب: اس غزل میں مطلع کے دونوں مصرعوں اور اس کے بعد آنے والے ہر دوسرے مصرعے میں وہ لفظ ''ہوتا'' ہے۔ غزل کی اصطلاح میں اسے ''ردیف'' کہتے ہیں۔

۵۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کے معنی واضح ہو جائیں۔

ساحل طوفان سفینہ موجوں تصور

جواب:

الفاظ	جملے
ساحل	دریائے نیل کا ساحل بہت بڑا ہے۔
طوفان	کل رات سمندر میں خوف ناک طوفان آیا۔

www.ilmkidunya.com

سفینہ	پیچین جاتا ہوا سفینہ سمندر کے عین بیچ میں ڈوب گیا۔
موجوں	ظالم موجوں نے ملاح کی شکستہ کشتی کو ڈبو دیا۔
تصور	اس کے تصور میں ہر وقت کرکٹر بننے کی دُھن سوار رہتی ہے۔

۶۔ اس غزل کی درج ذیل تراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔

آدابِ جفا　بہ صد شوق　عنایت کا بھرم　اسرارِ فنا　رازِ بقا

جواب:

الفاظ	جملے
آدابِ جفا	تم محبت کیا کرو گے؟ آدابِ جفا سے تو واقف نہیں۔
بہ صد شوق	اُس نے بہ صد شوق اپنے گھر ظہرانے پر ہم سب کو بُلایا۔
عنایت کا بھرم	اگر تم احسان نہ جتاتے تو تمھاری عنایت کا بھرم رہ جاتا۔
اسرارِ فنا	اللہ کے ولی ہی اسرارِ فنا سے واقف ہوتے ہیں۔
رازِ بقا	عام انسان کبھی رازِ بقا نہیں پا سکتا۔

۷۔ اس غزل کے مطلع میں وہ کون سے چار الفاظ ہیں جو متلازم یا گروہی الفاظ کہلا سکتے ہیں؟

جواب: اس غزل کے مطلع میں طوفان، سفینہ، موجوں اور اُبھارنا متلازم یا گروہی الفاظ ہیں۔

۸۔ متن کے مطابق مناسب لفظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں۔

(الف) ڈوب جاتا بھی تو ____ نے اُبھارا ہوتا

(ب) ہم نے ہر ظلم کو ____ کے سہارا ہوتا

(ج) زہر بھی ہم کو ____ گوارا ہوتا

(د) ایک بھی پھول جو ____ میں ہمارا ہوتا

(ہ) تم نے ایک بار تو ____ کو پکارا ہوتا

جواب

(الف)	موجوں	(ب)	ہنس ہنس	(ج)	بہ صد شوق	(د)	گلشن	(ہ)	یزداں

۹۔ اِس غزل کے اِن شعروں کی تشریح لکھیں اور متعلقہ صنعت کا حوالہ بھی دیں۔

باغباں تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

صنعت:

تشریح: شاعرہ اس شعر میں پھر سے کائنات کے خالق سے شکوہ کناں ہیں کہ اے باغبان! اگر تو نے دنیا کے گلشن میں ایک بھی پھول میرے

سے کھلا یا ہوتا تو میں بھی خود کو خوش نصیب سمجھتی۔ مگر اس دنیا کے چمن میں کسی کو تو بے شمار چیزیں اور اَن گنت پھول عطا کر دیتا ہے۔ کچھ میرے جیسے کم نصیب ایک پھول سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ اے چمن کے مالی! تو باغباں تو ہے لیکن اگر تو نے چمن کے نظام میں انصاف قائم کیا ہوتا تو کسی کو نہ کوئی شکوہ ہوتا اور نہ ہی کوئی محرومی۔ یوں تیری بے نیازیوں کی اس تقسیم سے اب تیری عنایات کا بھرم کھل گیا ہے۔ شاعرہ شاید خدا سے ملتمس ہے کہ اے میرے رب! تو اس دنیا کے چمن کا باغباں ہے اور تیرا باغ رنگا رنگ پھولوں سے بھرا پڑا ہے۔ مگر میرے دل کا پھول ابھی تک نہیں کھلا۔ اگر تیری نظر مجھ پر پڑ گئی تیرا ساتھ مل گیا تو میری دنیا تو کیا آخرت بھی سنور جائے گی۔

تم پر اسرارِ فنا، رازِ بقا کھل جاتے
تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

صنعت:

تشریح: پروین فنا سید اس شعر میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ اے فنا! اگر تو نے سچے دل اور پورے خلوص سے اپنے پیدا کرنے والے کو پکارا ہوتا تو تم پر فنا اور بقا کے تمام اسرار کھل جاتے۔ بلکہ فنا اور بقا کے درمیان ارتقا کے بھی تمام راز کھل جاتے۔ شاعرہ اصل میں ہمیں یہ سمجھانا چاہتی ہیں کہ اللہ کی محبت ہی سے معرفت ملتی ہے۔ زندگی اور موت کی تمام تلخ و شیریں حقیقتیں کھلتی ہیں۔ پروین فنا سید کہتی ہیں کہ دنیا کے کارخانے میں ہر روز بے شمار چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں انسان بھی شامل ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ روحیں کہاں سے آتی ہیں اور موت کے بعد کہاں چلی جاتی ہیں۔ اس شعر میں ہم پر یہ کھلتا ہے کہ فنا اور بقا کے یہ راز صرف ان لوگوں پر عیاں ہوتے ہیں جو خدا کو ہمیشہ پکارتے ہیں۔ جو خدا کی محبت میں اپنے آپ کی نفی کر دیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس شعر میں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر ہم وقت پر اللہ کی محبت سے اس کی مدد حاصل کر لیں تو دنیا کی رنجشوں اور مصیبتوں سے بر وقت خلاصی مل جائے گی۔

سرگرمیاں:

- طلبہ پروین فنا سید کی یہ غزل درست تلفظ اور رواں لب و لہجے کے ساتھ کلاس میں پڑھیں۔
- طلبہ لائبریری سے پروین فنا سید کا کلیات حاصل کریں اور اُن کی کوئی اور مترنم غزل دوستوں کو سُنائیں۔
- طلبہ اس غزل کے مطلع اور مقطع کو اپنی کاپی میں لکھیں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو پروین فنا سید کی اس غزل میں زبان اور فکر و خیال کی خوبیوں سے آشنا کریں۔
۲۔ اساتذہ طلبہ کو پروین فنا سید کے علاوہ ان کی دیگر ہم عصر شاعرات سے متعارف کرائیں۔
۳۔ اساتذہ طلبہ کو اس غزل میں آنے والے استعاروں کی توضاحت مثالوں سے سمجھائیں۔
۴۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا تصور غزل کا اہم موضوع ہے۔

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

(1) ڈوب جاتا بھی تو اُبھارا ہوتا:

(الف) لوگوں نے (ب) موجوں نے ✓ (ج) سوچوں نے (د) طوفانوں نے

(2) ہنس ہنس کے سہہ جاتی شاعرہ:

(الف) ظلم (ب) عادت (ج) دُکھ (د) غم ✓

(3) شاعرہ کس کا تصور مٹا سکتی تھی؟

(الف) سفینے کا (ب) بحری جہاز کا (ج) ساحل کا ✓ (د) موجوں کا

(4) اگر ہمیں ہلکا سا اشارہ ہو جاتا:

(الف) باغ سے (ب) گلی سے (ج) کوچے سے (د) ساحل سے ✓

(5) شاعرہ کا محبوب واقف نہ تھا:

(الف) آدابِ وفا سے (ب) آدابِ جفا سے ✓ (ج) آدابِ محبت سے (د) آدابِ نفرت سے

(6) گلشن میں اگر ایک بھی دہارا ہوتا:

(الف) درخت (ب) پتا (ج) پھول ✓ (د) پھل

(7) بہ صد شوق ہمیں گوارا ہوتا:

(الف) شربت پینا (ب) انگور کا رس پینا (ج) زہر پینا ✓ (د) شہد پینا

(8) تم پر کھل جاتے سارے کے سارے:

(الف) دروازے (ب) روشن دان (ج) اسرارِ فنا ✓ (د) اسرارِ خودی

(9) اگر تم ایک بار پکار لیتے:

(الف) یزداں کو ✓ (ب) مہرباں کو (ج) مہماں کو (د) نگہباں کو

(10) شاعرہ کہتی ہے اللہ کو پکارنے سے کھلتا ہے ہر راز:

(الف) کائنات کا ✓ (ب) ہجر کا (ج) فنا کا (د) دنیا کا

جواب

(1)	(ب)	(2)	(الف)	(3)	(ج)	(4)	(د)	(5)	(ب)
(6)	(ج)	(7)	(ج)	(8)	(ج)	(9)	(الف)	(10)	(الف)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) شاعرہ پروین فناؔ سید کا نام اور تخلص کیا تھا؟

جواب: شاعرہ پروین فناؔ سید کا نام پروین سید ہے اور فناؔ ان کا تخلص ہے۔

(2) پروین فناؔ سید کے والد کیا کام کرتے تھے؟

جواب: پروین فناؔ سید کے والد سید ناصر حسین رضوی محکمہ جیل خانہ جات میں سپرنٹنڈنٹ جیل تھے۔

(3) قیامِ پاکستان کے وقت ان کی فیملی کہاں مقیم تھی؟

جواب: قیامِ پاکستان کے وقت ان کی فیملی گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مقیم تھی۔

(4) پروین سید کے ذہن پر ہندو مسلم فسادات کا کیا اثر ہوا؟

جواب: پروین فناؔ سید تقسیم کے وقت بہت چھوٹی تھیں۔ ہندو مسلم فسادات دیکھ کر ان کے ذہن پر بہت بُرا اثر پڑا۔

(5) شاعری کے علاوہ انہیں اور کس چیز میں دلچسپی رہی۔

جواب: شاعری کے علاوہ پروین فناؔ سید کو فنِ مصوری اور موسیقی میں گہری دلچسپی رہی۔

(6) اِن کے فن کا تعارف پہلی مرتبہ کب اور کہاں سے ہوا؟

جواب: اِن کے فن کا تعارف پہلی مرتبہ 1958 میں ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے پہلی مرتبہ ان کے کلام کی شکل میں نشر ہوا۔

(7) وہ شاعری کے میدان میں کس سے متاثر تھیں؟

جواب: وہ شاعری کے میدان میں پہلے پہل ادا جعفری سے متاثر تھیں۔ پھر انہوں نے فیض احمد فیضؔ صاحب سے بھی فیض حاصل کیا۔

(8) غزل کے پہلے شعر میں پروین فناؔ نے کس تمنا کا اظہار کیا؟

جواب: غزل کے پہلے شعر میں پروین فناؔ نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ کاش میں نے اپنے سفینے کو طوفان میں اتارا ہوتا۔

(9) شاعرہ کے نزدیک ڈوبتا سفینہ کیسے ابھرتا؟

جواب: شاعرہ کے نزدیک اس کے ڈوبتے ہوئے سفینے کو سمندر کی موجیں اُچھال کر باہر پھینک دیتی اور یوں وہ اُبھر جاتا۔

(10) شاعرہ کے مقدر میں کیا لکھا تھا؟

جواب: شاعرہ کے مقدر میں بس صرف غم ہی لکھا تھا۔

(11) پروین فناؔ سید کا محبوب کس آداب سے واقف نہ تھا؟

جواب: پروین فناؔ سید کا محبوب وفا تو دور کی بات جفا کے آداب سے بھی واقف نہ تھا۔

(12) اسرارِ فنا کس طرح کسی پر کُھل سکتے ہیں؟

جواب: اگر انسان کا مکمل رابطہ ربّ تعالیٰ سے ہو جائے تو اس پر فنا کے اسرار و رموز کھلتے چلے جاتے ہیں

www.ilmkidunya.com

(13) رازِ بقا کسے کہتے ہیں؟

جواب: رازِ بقا کا مطلب ہے، ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والی ذات صرف باری تعالیٰ کی ہے۔

(14) یزداں کس کو کہتے ہیں؟

جواب: یزداں ربّ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔

(15) اگر شاعرہ کو ہلکا سا بھی اشارہ ہوتا تو وہ کس فاصلے کو مٹا سکتی تھی؟

جواب: اگر شاعرہ کو اپنے محبوب کا ہلکا سا بھی اشارہ ہوتا تو وہ ساحل کے تصور کو بھی مٹا سکتی تھی۔

www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com